سوانح امام القرّاء

حضرت قاری محمد عبد المالک رحمہ اللہ تعالیٰ

مرتبہ

حافظ قاری ڈاکٹر فیوض الرحمٰن قادری ایم اے، پی ایچ ڈی

مقدمہ

مولانا قادری محمد عارف ایم اے

پاکستان بک سنٹر
اردو بازار ○ لاہور

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

سوانح امام القراء

حضرة قاری محمد عبد المالک رحمہ اللہ تعالیٰ

مُرتّبہ

حافظ قاری ڈاکٹر فیوض الرحمٰن قادری ایم اے، پی ایچ ڈی

مُقدّمہ

مولانا قاری محمد عارف، ایم اے

پاکستان بُک سنٹر

اُردو بازار ○ لاہور

Marfat.com

130552

نام کتاب	سوانح حضرۃ قاری عبدالمالک صاحب
موتبہ	قاری فیوض الرحمن صاحب
ٹائیٹل	سید نفیس رقم صاحب
کتابت	حافظ محمد رفیق و رفقاء
پبلشر	حافظ خالد اقبال صاحب
	پاکستان بک سنٹر
ھدیہ	

اعلیٰ کاغذ ۳۳ روپے
" ہلکا کاغذ ۲۴ روپے

الھدیٰ
پرنٹنگ ایجنسی

۱۷ حبیب بنک بلڈنگ اردو بازار لاھور

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کچھ اس کتاب کے بارے میں

۱۹۷۱ء میں اُستاذِ مکرم جناب حافظ قاری فضل کریم صاحبؒ بانی مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندی گراں موتی بازار لاہور کی سوانح سے فارغ ہوتے ہی امام القراء فضیلۃ الشیخ حضرت قاری عبدالمالک صاحب بانی دارالترتیل لٹن روڈ لاہور پر لکھنے کا خیال آیا اور وہ اس وجہ سے کہ چودھویں صدی میں برصغیر پاک و ہند میں تجوید و قرأت کی جتنی خدمت انہوں نے اور ان کے بڑے بھائی حضرت قاری عبدالخالق صاحب خطیب جامع سہارنپور نے کی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ بلاشبہ وہ اس فن کے امام تھے۔ اور پھر انہوں نے نہایت خلوص و محبت اور ایثار کے ساتھ اس کی خدمت کی اور آج تقریباً پوری اسلامی دنیا میں ان کا یہ فیض عام ہے۔ میں نے اپنے اس ارادہ سے حضرت قاری صاحبؒ کے فرزند اور مرکزی دارالترتیل کے مہتمم جناب قاری محمد شاکر انور ندوی صاحب کو بذریعہ خط آگاہ کیا، انہوں نے مثبت جواب دیا، پھر حضرت قاری صاحبؒ ہی کے دوسرے فرزند جناب مولانا قاری محمد عبدالماجد ذاکر صاحب[1] سے ایک ملاقات میں اس کا ذکر ہوا تو انہوں نے نہایت فیاضی کے ساتھ دامے درمے، سخنے تعاون کا یقین دلایا۔ پھر سوانح کے لئے مواد کے سلسلہ میں کوشش کرتا رہا مگر اس میں بہت وقت لگ گیا، اور تاخیر کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ قاری محمد عبدالماجد ذاکر صاحب نے سوانح کے اکثر مضامین خود پڑھ بھی لئے اور قابل اصلاح مواد کی تصحیح

---

[1] قاری صاحب اپنے والد گرامی کے محبوب شاگرد ہیں۔ جب پڑھتے ہیں تو یوں لگتا ہے، جیسے قاری عبدالمالک صاحب پڑھ رہے ہیں۔ ان کی صحیح کاپی اور ان کے علوم و ادا کے وارث اور امین ہیں۔ نہایت متقی اور صالح عالم و قاری ہیں۔

Marfat.com

بھی کر دی، جس کے لئے میں ان کا بے حد ممنون ہوں، اگر ان کا یہ تعاون حاصل نہ ہوتا تو یہ کتاب منصۂ شہود پر نہ آسکتی ۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائیں،

راقم الحروف اپنے ان تمام محسنوں کا بھی دل سے قدر دان ہے۔ جنہوں نے حضرت قاری صاحب رحؒ کی سوانح کے سلسلہ میں اپنے قیمتی مضمون ارسال فرمائے،

فجزاہم اللہ خیراً

مقدمہ برادرِ محترم جناب مولانا قاری محمد عارف صاحب ایم اے، ایم او ایل، فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور و فاضل قراءت کے قلم سے ہے۔ میں ان کا بھی شکر گذار ہوں۔

کتابت جناب حافظ محمد رفیق و رفقاء اور سرورق سیدی نفیس رقم صاحب مدظلہم کے قلم سے ہے۔ فجزاہم اللہ خیراً۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو اپنے دربار میں قبول فرمائیں اور مسلمانوں کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دیں، اور ہمیں اپنی کتاب پاک کے مخلص خادموں میں رکھیں اور انہی میں سے اٹھائیں اور اس قرآن مجید کے ساتھ ہمیں جان سے زیادہ محبت عطا فرمائیں ۔ اس کی صحیح تلاوت، صحیح فہم اور صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور قیامت میں اسے ہمارا شافع بنائیں ۔

آمین یا الٰہ العالمین

طالبِ رحمت

فیوض الرحمٰن

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجًا[1] والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین المُهدٰی إلی الناس والعالمین، مَهبَطِ الوحی والقرآن العظیم، شافع الاوّلین والاٰخرین، مُعلّمِ الحکمۃ والکتاب المُبین، وعلیٰ اٰلہ واصحابہ الذین حفظوا القرآن وجمعوہ، وکتبوہ وبلّغوہ الی التابعین، وعلی القراء والرّواۃ الذین نقلوا لنا القرآن الکریم وعلی جمیع قراء اُمتہ وحفّاظہ وعلمائہ الذین یتلون کتاب اللہ حق تلاوتہ، ویَقرءُونہ ویُقرِءُون الناس کما وصل الیھم من خاتم الانبیاء والمرسلین، وبارک وسلّم تسلیما کثیرا کثیرا۔

اللھم صل علی محمد بعدد من صَلّٰی علیہ وصلِّ علیٰ محمد بعدد من لم یُصَلِّ علیہ، وصل علی محمد کما امرت بالصلوٰۃ علیہ، وصل علی محمد کما تحب أن یُصلّٰی علیہ، وَصَلّ علیٰ محمد کما ینبغی أن یُصَلّٰی علیہ

امابعد! برادر مکرم و محترم جناب ڈاکٹر صاحب دامت فیوضھم کی ترتیب

---

[1] الکھف: ۱

دی ہوئی کتاب بذریعہ پارسل مجھ تک پہنچی بہت خوشی ہوئی کہ حضرت امام القراء رح کے حالات کتابی شکل میں محفوظ ہو گئے ہیں اور بطور یادگار باقی رہیں گے۔ جن سے بعد میں آنیوالے اہل علم بھی مستفید ہوتے رہیں گے۔ حق تعالےٰ فاضل مؤلف اور استاذ القراء مخدومنا المکرم حضرت قاری عبدالماجد ذاکر صاحب دامت برکاتہم کو جزاء خیر دیں، سب سے زیادہ حصہ محنت ومشقت اور مالی تعاون ان ہی دو بزرگوں کا ہے۔

تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنْہُمْ ہٰذِہٖ المساعی الجمیلۃ وجزاھم اللّٰہُ خیر الجزاء

محترم ومکرم فاضل مؤلف نے، راقم الحروف سے سوانح کا مقدمہ لکھنے کی فرمائش کی ہے۔ فرمائش کی وجہ سے بھی تعمیل ضروری ہے۔ اور چونکہ یہ خطاکار بالواسطہ حضرت قاری صاحب کے خوشہ چینوں میں ایک ادنیٰ خوشہ چین ہے۔ اس لئے بھی چند سطور لکھنا، اس عاجز کے لئے باعث خیر وبرکت اور سعادت ہے۔ اس فرمائش کی تعمیل اور حصول سعادت کے لئے یہ چند سطور لکھی جا رہی ہیں۔ حق تعالےٰ قبول فرمائیں۔

احقر نے بلاواسطہ امام القراء سے نہیں پڑھا، کچھ نوعمر ہونے کی وجہ سے، اور کچھ حضرت قاری صاحب رح کے رعب وجلال کی وجہ سے ہمت نہ ہوئی۔ البتہ حضرت قاری صاحب رح کو قریب سے دیکھا ہے تلاوت سُنی ہے۔ حضرت رح کی تلاوت بہت ہی عمدہ تھی۔ صحیح معنی میں تو اس فن کے ماہر ہی لطف اندوز ہوتے تھے، تاہم ہمارے جیسے اس فن سے ناواقف بھی متاثر ہوتے اور محظوظ ہوتے تھے۔

مجھے خوب یاد ہے، غالباً ۱۹۵۲ء یا اس کے لگ بھگ کی بات ہے کہ جامعہ اشرفیہ کے سالانہ جلسے میں حضرت قاری صاحب رح کی تلاوت ہوئی بہت عجیب تھی تلاوت ختم ہوئی تو ایک شخص نے بھرے جلسے میں ایک سو روپے بطور ہدیہ پیش کئے اور اس وقت ایک سو روپیہ تو خاصی رقم تھی۔ غرض بلاواسطہ پڑھنے کی اس عاجز کو سعادت نصیب نہ ہو سکی، تلاوت سنی، پڑھاتے ہوئے بھی دیکھا۔ شکل وصورت بالکل دماغ میں محفوظ ہے۔ معتدل قد وقامت، چہرہ پُر جلال اور پُر رونق، آثارِ قرآن چہرہ سے ٹپکتے

Marfat.com

تھے ورزشی جسم تھا، قوی اور مضبوط تھے۔ گرمیوں میں سفید ٹوپی دیکھی اور سردیوں میں عمامہ ہوتا تھا۔ جہاں بیٹھتے تھے، وہ جگہ بھی اچھی لگتی تھی۔

بزرگوں کے تذکرے آنیوالوں کے لئے باعث برکت و موعظت ہیں۔ سوانح میں قارئین عجیب وغریب حالات پڑھیں گے، صرف ایک ہی بات جو حضرت مولانا قاری غلام نبی صاحب رح کے مضمون میں ہے، کہ حضرت امام القُراء کے نزدیک قرآن مجید کے ساتھ کسی بھی کتاب کا، خواہ بخاری شریف ہی کیوں نہ ہو تعارض نہ ہو سکتا تھا۔ حضرت قاری صاحبؒ کسی بھی طرح اس تعارض کو تسلیم نہ فرماتے تھے، اگر ہم دینی درسگاہوں کے طلبہ اس حقیقت کو سمجھ جائیں تو علم تجوید سے کبھی بھی محروم نہ رہیں، بلکہ کوئی بھی شخص محروم نہ رہے۔ جب بخاری شریف سے تعارض نہیں تو اور کسی کتاب یا کاروبار سے کیسے تعارض ہو سکتا ہے۔

الغرض اکابر کے تذکرے باعث برکت ہیں، حق سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن مجید میں بعض حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے تذکرے بیان فرمائے ہیں، حضرت مریم علیہا السلام کا بھی ذکر فرمایا، اصحٰب کہف کا بھی، اور کچھ کرامات بھی حضرت مریم علیہا السلام کی بیان فرمائی ہیں۔ ان تذکروں میں پند و موعظت اور دل کی مضبوطی ہوتی ہے۔ اسلاف کے حالات سے اخلاف مستفید ہوتے ہیں۔

سے راقم الحروف نے کچھ حصہ قرآن مجید کا اور شاطبیہ کا حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب ڈیروی دامت برکاتہم سے پڑھا ہے، اور باضابطہ روایت حفص رح اور بعد ازاں قراءت سبع وعشر حضرت مولانا قاری عطاء اللہ صاحب ڈیروی دامت برکاتہم سے پڑھی ہیں۔ مخارج اور صفات حضرت قاری محمد شاکر انور دامت فیوضہم سے پڑھی ہیں، اور یہ تمام کا تمام فیض حضرت امام القُراء کا ہے۔ حضرت مخدومنا المکرم، اُستاد محترم قاری عطاء اللہ صاحب مدظلہم نہایت شفیق ہیں مرکزی دارالترتیل میں طلبہ و علماء کے لئے، اللہ تعالیٰ کی عطاء اور نعمت ہیں۔ راقم الحروف پر، حضرت موصوف کے بہت احسانات ہیں حق تعالیٰ جزاء خیر دیں۔

Marfat.com

بزرگوں کی تذکرہ نگاری محترم و مکرم ڈاکٹر صاحب کا خاص الخاص موضوع ہے۔

بزرگوں کی دعائیں، ڈاکٹر صاحب کے شامل حال رہتی ہیں، اور اعمال صالح کی توفیق ملتی رہتی ہے، عزت ملتی ہے، عہدوں میں ترقی ہوتی ہے۔ حرمین شریفین کی زیارتیں ہوتی ہیں، اور بزرگانِ دین کے مبارک سائے میں اپنی حفاظت بھی ہوتی رہتی ہے۔ اور اپنا ذکر خیر بھی جاری رہتا ہے۔ اکابر کے سوانح سے، ڈاکٹر صاحب نے اپنے لئے حفاظت، بقاء اور نجات کا سامان کیا ہے۔ یہ کتاب بھی اسی مبارک سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

امام القراءؒ کا خصوصی کمال ترویج تجوید اور قرأت ہے

حضرت قاری صاحبؒ میں حق تعالےٰ نے بہت صفات جمع فرمادی تھیں، علم، زُہد، تقویٰ اور استغناء وغیرہ لیکن حضرتؒ کا خصوصی کمال تجوید اور قراءت کی ترویج ہے ــــ وہ علم جو کہ افضل العلوم ہے اور جس کا تعلق براہ راست حق تعالیٰ کی کتاب سے ہے۔ یعنی تجوید، اس علم سے ہمارے علاقوں کے علاقے خالی پڑے تھے، ہمارے لہجے خود ساختہ تھے، عربیت مفقود تھی، ہم بالکل لحن جلی کے مرتکب ہوتے تھے۔ اور احساس بھی نہ تھا۔ ہم ہزارہ کے دیہاتوں میں حاء کی جگہ خاء پڑھتے تھے۔ جیسے رحمۃ میں رخمۃ، الحمدُ میں الخمدُ اور پنجاب کے علاقوں میں حاء کی جگہ واضح ھاء پڑھی جاتی تھی، ہمارے مخارج اور صفات مصنوعی تھیں۔ وقف اور وصل کا ہمیں صحیح علم نہ تھا۔ حالانکہ تجوید کا علم کتاب و سنت و اجماع امت سے ثابت ہے "ورتل القرآن ترتیلاً"[۱] اسی طرح دوسری جگہ میں فرمایا" وَقرانًا فرقنٰہ لتقرأہ علی الناس علیٰ مکث ونزلناہ تنزیلاً"[۲] اور ارشاد ربانی ہے" انا انزلناہ قرانًا عربیًا لعلکم تعقلون"[۳]۔ اور مؤطا و النسائی میں ہے: اقرؤا القرآن بلحون العرب[۴] : یہ علم جو افضل العلوم و اشرف العلوم اور جو قدر و منزلت میں تمام علوم سے اعلیٰ ہے، اس نہایت اہم علم کے ساتھ بے اعتنائی برتی جارہی تھی۔

Marfat.com

حضرت قاری صاحبؒ کا بہت بڑا کمال یہ ہے کہ تجوید و قراءت کے فیض کو عام کر دیا، چنانچہ ہر طبقہ کے لوگ ملازمین، تاجرین مستفید ہوئے۔ اور ہر مکتبۂ فکر مستفیض ہوا۔ اور یہ فیوض و برکات عرب و عجم میں پہنچے۔ اُستاذ القراء حضرت مولانا سید قاری حسن شاہ مدظلہم لکھتے ہیں: آج جس دور سے ہم گذر رہے ہیں۔ اس دور کے علماء، قراء اور مشائخ کے نزدیک سب سے اقرء اور فن تجوید و قراءات کے مُسلّم امام قاری عبد المالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

حسبِ وعدہ جن کو اللہ تعالیٰ نے حفاظتِ قرآن پاک کی صحت کا معیار بنایا۔ تقسیم ہند سے قبل عرصہ دراز تک، مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو میں کتاب اللہ کی خدمت کرتے رہے، تقسیم کے بعد حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جب پاکستان تشریف لائے تو سرزمین پنجاب خصوصاً صوبائی دار الحکومت لاہور میں زندگی کے آخری لمحات

اور پروفیسر نذر احمد لکھتے ہیں:

''امام فن استاذ القراء قاری عبد المالک صاحب مرکزی دار الترتیل کے موسس تھے۔ آپ ۱۹۵۲ء میں لاہور تشریف لائے اور فن تجوید و قرأت کی اشاعت و خدمت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ یہ بجا طور پر درست ہے کہ موجودہ دور میں فن تجوید و قرأت کی ترویج و اشاعت میں قاری صاحب کی ذاتِ گرامی کا بڑا حصہ ہے۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ / نومبر ۱۹۵۸ء میں مدرسہ دار الترتیل کی بنا رکھی گئی۔ درس و تدریس لٹن روڈ مسجد باغیچہ نواب صاحب مزنگ روڈ لاہور میں ہوتی ہے۔ دار الترتیل فن تجوید و قرأت کی تدریس اور مشق کی اہم درس گاہ ہے۔ فارغ التحصیل طلبہ کو سند دی جاتی ہے۔ روایت حفص کے علاوہ قراءات سبعہ، عشرہ کی تدریس بھی ہوتی ہے۔ ۱۹۷۰ء میں ۱۴۲ طلبہ سندیں حاصل کر چکے ہیں۔ مہتمم و صدر مدرس قاری محمد شاکر انور صاحب مستند مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو و حضرت قاری صاحبؒ کے فرزند ہیں۔'' [1]

---

[1] پروفیسر حافظ نذر احمد، جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان: لاہور، ص ۳۹ بحوالہ فیضان رحمت: ص ۱۰۵)

[2] النزل، ۱۴ بنی اسرائیل، ۱۰۷، ۵ یوسف ۲: ۶ ...

Marfat.com

تک فنِ تجوید و قراأت کے فیض کو ایسے اخلاص کے ساتھ عام فرمایا کہ جس کی برکات پورے پاکستان کے کونے کونے اور گوشہ اور پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچ گئیں ؎ قرآن پاک کی صحتِ ادا کی خوشبو نے تواب مدارس سے پھیل کر سکولوں، کالجوں اور حکومت کے ایوانوں تک کو معطر کر دیا ہے۔ ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء ؎

کتاب میں قارئین کے لئے معزز قاری صاحبؒ کے تفصیلی حالات مندرج ہیں ان میں سے بعض مضامین تجوید و قراأت کے اساتذہ کرام کے ہیں جو حضرت امام القراءؒ کے خصوصی شاگرد ہیں۔ اور علماء کرام کے بلند پایہ مضمون ہیں۔ جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ کچھ وہ بزرگ ہیں جو انتقال فرما چکے ہیں۔ حق تعالےٰ غریق رحمت فرمائیں۔ مثلاً اُستاد القراء حضرت قاری محمد شریف صاحبؒ۔ استاذ القراء حضرت قاری غلام نبی صاحبؒ کوئٹہ والے خاص طور پہ قابل ذکر ہیں۔ موجودین بزرگوں میں جن کے مضامین کتاب میں شامل ہیں، وہ اُستاذ القراء حضرت قاری اظہار احمد صاحب تھانوی دامت برکاتہم استاد القراء قاری عبد الماجد ذاکر صاحب دامت برکاتہم استاد العلماء حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب دامت برکاتہم حضرت مولانا قاری عبد القادر صاحب ایم اے حضرت قاری سرفراز صاحب تھانوی حضرت قاری تقی الاسلام صاحب جناب ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن صاحب ہیں۔ ان بزرگوں نے بڑی محنت اور تحقیق سے یہ مضامین لکھے ہیں، جو موجود ہیں۔ حق تعالےٰ تادیر سلامت رکھیں اور جو انتقال فرما چکے ہیں۔ حق تعالےٰ اُن کی مغفرت فرمائیں۔ اور اُن کے درجات بلند فرمائیں۔ فاضل مؤلف محترم المقام ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن صاحب نے جس عرق ریزی سے یہ کام کیا ہے۔ اس کا احساس مجھے مقدمہ لکھتے ہوئے ہو رہا ہے۔

فجزاہ اللّٰہ خیر الجزاء وسلمہ اللّٰہ تعالےٰ ووفقہ لما یحب ویرضی

؎ آج ہزارہ، بلکہ پورے سرحد اور کشمیر کے شہر، پہاڑ اور چوٹیاں سندھ کے شہر، قصبات، دیہات، بلوچستان کے پہاڑ اور شہر، پنجاب کے میدان آیات کی باتجوید گونج رہی ہیں۔

؎ خلاصۃ الترتیل مؤلفہ استاذ القراء قاری سید حسن شاہ بخاری صد ۲

Marfat.com

وونفقہ لخدمۃ القرآن وحفاظہ و قرّاء و علماء

اُستاذ العرب والعجم حضرت قاری عبد المالکؒ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے جس کا اعتراف حضرت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے بھی کیا ہے۔

آخر میں ہم وہی دُعا کرتے ہیں جس سے خطبہ کا آغاز کیا ہے۔ حق تعالیٰ جزاء خیر دیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی کامل جزاء جس کے نبی کریم اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل ہیں، اور ایسی کامل جزاء جو حق تعالیٰ، ذوالجلال والاکرام کی شان کے مطابق ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں) نے اُسی طرح قرآن مجید حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین تک پہنچایا۔ جس طرح کہ نازل ہوا تھا، پھر حضرات صحابہؓ کے واسطہ سے آئمہ قراءت اور رواۃ تک پہنچا، حضرت امام شاطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی نظم کے آغاز میں بہت پیارے کلمات لائے ہیں۔

بَدأتُ ببسمِ اللهِ فی النظمِ اوّلا	تبارکَ رحمانا رحیما و موئلا
وثنّیتُ صلی الله ربّی علی الرضا	محمدٍ المهدیٰ إلی الناس مرسلا
وعِترتِهِ ثم الصّحابة ثم من	تلاهُم علی الاحسان بالخیر وُبّلا[1]

اور پھر خاتمہ کتاب میں فرمایا۔

وآخر دعوانا بتوفیق ربنا	ان الحمد لِلّٰه الذی وحدہ علا
وبعد صلوٰۃُ اللہ ثم سلامہ	علی سید الخلق الرضیٰ منتخلا
محمد المختار للمجد کعبتہ[2]	صلوٰۃ تباری الریح مسکا ومندلا
وتبدی علی اصحابہ نفحاتہا	بغیر تناہٍ زرنباً وقرنفلا[3]

---

[1] الشاطبیہ۔ صف۔ [2] نہایت مؤثر شعر ہے، خطاکار راقم نے جب بھی یہ شعر پڑھا بے ساختہ آنکھوں میں آنسو آ گئے [3] الشاطبیہ ص ۱۲۸

Marfat.com

پھر اُن تمام آئمہ قرات اور رواۃ کے لئے جزائے خیر کی دعا کی ہے جنہوں نے جوں کا توں شیریں اور صاف قرآن ہمارے لئے نقل فرمایا ہے۔

پس ہم وہی دُعا کرتے ہیں۔ حضرت امام شاطبی رحمۃ اللہ تعالےٰ کے لئے، اور اس مبارک سلسلہ کے تمام ناقلین اور رُواۃ کے لئے اور حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ کے لئے، اور اساتذہ کرام کے لئے جو حضرت قاری صاحب ؒ کے بلا واسطہ یا بالواسطہ شاگرد ہیں اور بالخصوص اُن اساتذہ کرام کے لئے جو حضرت قاری صاحب ؒ کے لخت جگر[1] خلفُ الرشید اور صدقہ جاریہ ہیں۔

جزی اللہ بالخیرات عنا ائمۃ لنا نقلوا القرآن عذبا وسلسلا

اللھم صل علی محمد وآلہ

بعدد ما فی جمیع القرآن حرفاً حرفاً

وبعدد کل حرف الفاً الفاً سبحان ربک

رب العزۃ عما یصفون۔ وسلام علی المرسلین

والحمد للہ رب العلمین[2]

العبد ۔ محمد عارف ایوبی

مدرس جامعہ غزالیہ، خطیب جامع مسجد ہوسٹل گنگ ایڈورڈ میڈیکل، لاہور۔

۲۶ شعبان ۱۴۰۳ھ

۹ جون ۱۹۸۳ء

---

[1] استاذنا المکرم و مخدومنا المحترم حضرت قاری محمد شاکر انور صاحب دامت برکاتہم و مخدومنا المکرم، استاذ القراء فی العرب والعجم حضرت قاری عبد الماجد ذاکر صاحب دامت برکاتہم

[2] اگرچہ امام القراءؒ وصال فرما چکے، لیکن صدقات جاریہ باقی ہیں۔ اور انشاء اللہ رہیں گے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

[3] الصفٰت ۱۸۰ تا ۱۸۲

Marfat.com

از: قاری فیوض الرحمن

امام التجوید حضرۃ قاری عبدالمالک صدیقی رح

۱۳۰۳ ـــ ـــ ـــ ـــ ۱۳۷۹ھ

آپ ۱۳۰۳ھ کو شیخ جیون علی صاحب کے ھاں علی گڑھ میں پیدا ہوئے سلسلۂ نسب سیدنا صدیقِ اکبرؓ تک جا پہنچتا ہے۔ پیدائش سے قبل ہی والد صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے تھے والدہ ماجدہ اور بڑے بھائی قاری عبدالخالق صاحب نے تربیت کی۔

ابتدائی تعلیم:

ابھی چار سال کے تھے کہ آپ کو حافظ محمد صدیق صاحب کے ہاں برائے تعلیم علی گڑھ بھجوا دیا گیا۔ جہاں آپ نے ابتدائی تعلیم ناظرہ حاصل کی۔

۱۳۱۳ھ میں والدہ صاحبہ کے ساتھ حج کو گئے مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں ایک عرصہ تک تعلیم پاتے رہے وھاں آپ کی رہائش "محلہ جیاد" میں تھی پہلے آپ نے استاذ القراء حضرت عبداللہ صاحب مہاجر مکی سے قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر روایت حفص کی تکمیل کی۔

مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے ممتاز تلامذہ میں آپ کا ذکر انیسویں نمبر پر کیا گیا ہے۔[1]

اعلیٰ تعلیم:

آپ نے حفظ قرآن اور تجوید کے ساتھ حدیث، فقہ، تفسیر اور عربی ادب کا درس بھی

---

[1] مولانا محمد مسعود شمیم ... ... مدرسہ صولتیہ ص۴۸

یہیں لیا۔ ۱۳۲۰ھ میں بڑے بھائی قاری عبدالخالق صاحب سے ایک سال قبل واپس ہندوستان آ گئے۔ ۱۳۲۱ھ میں قاری عبدالخالق بھی واپس آ گئے سہارنپور کے ایک جلسے میں دونوں بھائیوں نے قرأۃ سنائی تحسین وآفرین کے نعرے بلند ہوئے۔ ۱۳۲۳ھ میں دونوں بھائی مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں مامور ہو گئے تین سال تعلیم دینے کے بعد ۱۳۲۶ھ میں آپ ترک ملازمت کر کے تھانہ بھون چلے گئے۔

۱۳۲۸ھ میں آگرہ پہنچے اس دوران میں تدریس کا شغل جاری رہا۔ پھر بریلی، ٹونک اور مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ جا کر طلبہ کو فیض پہنچاتے رہے۔

۳۸-۱۳۳۷ھ میں الہ آباد جا کر شیخ القراء عبدالرحمٰن مکی سے قراءات سبعہ کی تکمیل کی۔ مدرسہ عالیہ لکھنؤ میں ایک عرصہ تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۳۵۵ھ میں مولانا حیدر حسن خان شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء۔ آپ کو اپنے ساتھ ٹونک لے گئے وہاں بھی ایک عرصہ تک پڑھاتے رہے۔

پاکستان میں

قیام پاکستان کے بعد آپ ۱۹۵۰ء کے قریب پاکستان تشریف لے آئے۔ مولانا احتشام الحق تھانوی کے اصرار پر دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں دو سال کے لگ بھگ تدریس کی پھر دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں شیخ التجوید مقرر ہوئے اور آٹھ سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۳۷۷ھ میں بھائی کے انتقال پر سہارنپور جانا ہوا پھر چند دن کے بعد واپس آ گئے

Marfat.com

مرکزی دارالترتیل میں

۱۹۵۸ء میں بعض وجوہ کی بناء پر آپ نے دارالعلوم اسلامیہ سے علحدگی اختیار کر لی اور لٹن روڈ مزنگ لاہور پر مرکزی دارالترتیل کی بنیاد رکھی۔ یہاں بھی طلبہ کا ہجوم ہو گیا آپ تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے کہ آخر دسمبر ۱۹۵۹ء کو آپ کا انتقال ہو گیا۔

اردو میں سعد شاہجہانپوری نے تاریخِ وفات کہی ؎

ماہرِ تجوید معروفِ جہاں
بندہ مقبول باعز و علیٰ
بردر جنت چو رضواں دید گفت
قاری اعظم بیاید مرحبا

عربی میں مولانا قاری اظہار احمد تھانوی نے اپنے استادِ گرامی کا تازہ مادہ تاریخی درج ذیل اشعار میں لکھا۔

قد مضی شیخنا عن الدنیا
لحق اللہ فی حجاب النور
یا من انبثت ذکرہ فی الدھر
قدس اللہ قبرک المعمور
کنت فی الوقت ثالث الجزری
جبلا شامخا وراء صخور
سار تحت التراب من ھونا
ش نظیفا معطرا ذا نور

Marfat.com

قد خلا الیوم مسند التجوید

فاظ شیخ مجوّد مغمون"

۱۳۷۹ھ

حضرت قاری صاحب نہایت خوش الحان اور بے شمار عربی لہجوں کے ماہر اور جامع تھے، حسینی لہجہ، مصری لہجہ، عشاق لہجہ اور خصوصیت سے مایہ لہجہ زیادہ پڑھتے تھے آپ کے پڑھانے کا انداز اتنا عمدہ تھا کہ آپ کے شاگردوں میں آپ کی صفات صاف جھلکتی دکھائی دیتی ہیں۔ آپ کی آمد سے قبل اس فن سے لوگ واقف نہ تھے آپ کی مخلصانہ خدمات کے بعد یہ فن عام ہوا۔ اور لاہور تجوید و قرأت کا بھی ایک عظیم مرکز بن گیا۔

پروفیسر مولوی ظفر اقبال لکھتے ہیں :۔

"تشکیل پاکستان کے بعد ہندوستان سے بہت سے قاری پاکستان میں آکر آباد ہوتے ان کی آمد سے پاکستان میں اصول تجوید کے مطابق تلاوت قرآن کی مبارک تحریک شروع ہوگئی اس سلسلے میں امام القراءت الحاج حافظ قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہے جنہوں نے پرانی انارکلی لاہور کے دارالعلوم اسلامیہ میں تجوید و قرأت کی تدریس کی داغ بیل ڈالی۔" (سیارہ قرآن نمبر)

آپ کی پاکستان میں تشریف آوری پر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ نے فرمایا تھا کہ

"لاہور میں حضرۃ قاری صاحب کی تشریف آوری اہل پاکستان کے لیے عموماً اور اہالیانِ لاہور کے لیے خصوصاً خداوند تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے"

شاعری

قاری صاحب اردو زبان کے اچھے شاعر بھی تھے فلق تخلص تھا مشاعروں میں

Marfat.com

بھی شرکت کیا کرتے تھے آپ کے کلام سے استادانہ مہارت کا اندازہ ہوتا ہے غزل کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

فتنہ دیر و حرم برپا کیا — آپ نے جو کچھ کیا اچھا کیا
محو آرائش رہے وہ صبح تک — کہ وہیں بیمار غم بدلا کیا
میری حیرت اک تماشا بن گئی — وہ مجھے اور میں انہیں دیکھا کیا
الحذر اے دل کے چھالے الحذر — جس نے دیکھا پھوٹ کر رویا کیا

کھل گئیں جب دل کی آنکھیں اے خلش
ذرہ ذرہ میں اسے دیکھا کیا

صوفیانہ مسلک

آپ نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہی سے باطنی اصلاح کرواتے رہے۔

اولاد

آپ کی دو بیویوں کی اولاد میں ۹ فرزند اور دو دختران ہیں ان میں سے چھ بیٹے حافظ و قاری ہیں۔

حافظ قاری محمد شاکر انور مہتمم مرکزی دارالترتیل لٹن روڈ لاہور
حافظ قاری محمد طاہر ریڈیو انجینئر کراچی
حافظ قاری محمد عبدالماجد ذاکر کبیر المدرسین بمدارس تحفیظ القرآن ریاض سعودی عرب
محمد ناصر ملازم ریاض سعودی عرب
محمد عامر بدر ملازم ریاض سعودی عرب

Marfat.com

۶۔ منظور المنان متعلم ایم اے لاہور

۔ حافظ قاری مرغوب الانام متعلم کراچی

۱۔ حافظ قاری عبدالقادر ایم اے پرنسپل ورلڈ اسلامک سٹڈیز سرکل کراچی

۲۔ حافظ قاری حکیم عبدالرشید فاضل طب کراچی

قاری محمد عبدالماجد ذاکر قاری صاحب کے علمی کمالات کا بہترین نمونہ اور مایۂ ناز شاگرد ہیں تجوید کا پاکیزہ ذوق ورثہ میں ملا ہے آپ ۱۹۶۳ء سے ریاض میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ممتاز ترین تلامذہ

حضرت قاری صاحبؒ نے نصف صدی سے زیادہ کا عرصہ تجوید و قرأت کی تدریس میں صرف کیا۔ آپ کے شاگرد اور آگے ان کے شاگرد بلا مبالغہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور ملک اور بیرون ملک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں ان میں سے ممتاز ترین تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں۔

قاری حافظ محمد سابق لکھنوی قاری عشرہ شیخ التجوید مدرسہ فرقانیہ لکھنو

قاری حافظ حبیب اللہ ٹونکی قاری عشرہ قاری امیر احمد صوفی ٹونکی

قاری صبغۃ اللہ ٹونکی عشرہ قاری مولا بخش ٹونکی

قاری محمد منیر لکھنوی مولانا محمد شرف الدین گیاوی قاری سبعہ

قاری محمد فخر الدین گیاوی قاری سبعہ

Marfat.com

مولانا قاری حفظ الرحمن شیخ التجوید دار العلوم دیوبند

قاری محمد اسلم لکھنوی　　قاری نسیم الدین عظیم آبادی

قاری مہدی حسن قاری سبعہ　　قاری جلیل اشرف مونگھیری

محمد ادریس بخاری قاری سبعہ　　قاری عبد الخالق لکھنوی

قاری عبد العزیز اکبر آبادی　　قاری محمد یونس کانپوری

قاری عبد الوہاب مکی لاہور　　قاری محمد علی مسکین اکبر آبادی قاری سبعہ

قاری اسعد خان بن مولانا قاری حیدر حسن شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنو

قاری ناز خان کانپوری　　محمد خان لکھنوی

قاری غلام نبی گیاوی سبعہ　　قاری محمد لقمان بلیاوی

مولانا قاری سعد اللہ بخاری سبعہ　　مولوی قاری ریاست علی لکھنوی

مولانا قاری اظہار احمد تھانوی قاری عشرہ صدر مدرس تجوید القرآن موتی بازار لاہور

حافظ قاری محمد شریف امرتسری قاری عشرہ مرکزی دار القراء ماڈل ٹاؤن لاہور

قاری نیاز احمد استاد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ　　قاری عمر دراز ریڈیو پاکستان

قاری علی حسین صدیقی قاری آمبلی پاکستان　　قاری غلام رسول قاری ریڈیو ٹی وی پاکستان

قاری حکیم سید قربان علی شاہ حیدر آباد سندھ

قاری عبد الکریم ترکستانی خلیفہ مجاز شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری مکہ مکرمہ

قاری حافظ سید افتخار احمد شاہ کوئٹہ　　مولانا قاری غلام نبی ایرانی قاری سبعہ کوئٹہ

مولانا قاری سید حسن شاہ بخاری قاری سبعہ صدر مدرس شعبہ تجوید رحیمیہ نیلا گنبد لاہور

مولانا حافظ قاری حامد میاں شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور

Marfat.com

۱۔ قاری محمد عثمان صاحب ابن مولانا برآت صاحب بہت خوش آواز اور شبیہ روایت حفص

۲۔ قاری محمد ابراہیم " " " " "

۳۔ قاری عبداللہ ولایتی

۴۔ قاری محمد سعید بنگالی گوجرانوالہ گلی نور باوا

۵۔ پروفیسر صالح سعید مرے کالج سیالکوٹ

۶۔ قاری عبدالرحمٰن و محمد دین خوشابی

۷۔ قاری عزت علی صاحب ٹوانہ اونچی مسجد مزنگ چوک

۸۔ قاری محمد حنیف کشمیری

۹۔ قاری عطاء الرحمٰن فیصل آبادی

۱۰۔ قاری عطاء المحسن ابن امیر شریعتؒ

۱۱۔ ڈاکٹر پروفیسر ظفر اقبال صاحبؒ

مولانا حکیم قاری عبدالحکیم فاضل دیوبند قاری سبعہ فیض باغ لاہور

قاری محمد صدیق دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور

قاری غلام محمد سابق مدرس مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور

مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب جامعہ اسلامیہ صدر راولپنڈی

مولانا قاری فضل الرحیم صاحب نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

قاری عبدالقادر جامعہ فاروقیہ بہاولپور قاری محمد فضل صاحب مرحوم قاری سبعہ

مولوی قاری محمد ابراہیم المعروف شیر محمد امام جامع مسجد پنجاب یونیورسٹی لاہور

قاری محمد سلطان مدرسہ نظامیہ قرآنیہ قلعہ گوجر سنگھ لاہور

حواشی و تعلیقات

اپنے استاذ حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی کی کتاب "فوائد مکیۃ" پر آپ نے

Marfat.com

بڑا عمدہ حاشیہ تحریر فرمایا اس کا نام "تعلیقات مالکیہ" رکھا اور یہ بار بار چھپ کر ختم ہوا اور اب بھی چھپ رہا ہے۔

فوائد مکیہ کے علاوہ آپ نے "الشاطبیہ" پر بھی نہایت عمدہ حاشیہ لکھا جو آپ کے نام کے بغیر لکھنو سے چھپا آپ نے کسی وجہ سے اس پر اپنا نام لکھنا گوارا نہ فرمایا تھا۔ اب پاکستان بک سنٹر بم اردو بازار لاہور میں پہلی بار چھپا ہے اللہ تعالیٰ برادرِ مکرم خالد اقبال صاحب جو اس کے ناشر ہیں اور برادر گرامی مولانا قاری محمد عارف صاحب ایم۔اے جو اس کے محرک ہیں کی خدمت کو قبولیت سے نوازے اور قراء کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

آپ کا ایک رسالہ نظام التجوید بھی ہے جو ابھی تک طبع نہیں ہوسکا اس کا عکس مولانا قاری عبدالمالک نقشبندی ہزاروی کے پاس بھی ہے۔

Marfat.com

ولادته

ولد الشيخ عبد المالك بن جيون علي الصديقي في علي گڑھ في عام ١٣٠٣ھ

إنتقل والده إلى رحمة الله قبل ولادته فربته والدته وشقيقه الشيخ عبد الخالق المقرئ۔

تعليمه

قرء على الشيخ محمد صديق في بلده ثم سافر إلى الحرمين الشريفين في عام ١٣١٣ھ مع اسرته اي مع والدته وشقيقه، والتحق بمدرسة الصولتية شارع جبل كعبه، مكة المكرمة، وحفظ القرآن الكريم عن ظهر الغيب على الشيخ عبد الله المقرئ المهاجر مكي وقرء عليه كتب التجويد وأكمل دراسته هناك وحصل على شهادة رواية حفص من المدرسة الصولتية، وقرء كتب الدينية في المدرسة المذكورة أيضاً، ورجع إلى وطنه في عام ١٣٢٠ھ ورجع شقيقه في عام ١٣٢١ھ وعين أستاذاً في مدرسة تجويد القرآن سهارنفور في عام ١٣٢٣ھ

درسه

عام ١٣٢١ھ وعين أستاذاً في مدرسة تجويد القرآن سهارنفور في عام ١٣٢٣ھ ودرس فيها إلى ١٣٢٦ھ

Marfat.com

وسافر إلى تهانه بهون ودرس هناك، ثم سافر إلى اگره في عام ١٣٢٨هـ وسافر إلى اله آباد في عام ١٣٣٧هـ وقرء قراءات العشرة على الشيخ عبد الرحمن المكي ودرس في المدرسة العالية الفرقانية بلكناؤ مدة طويلة وكان شيخ التجويد هناك

ودرس في المدرسة الناصرية بتونك في عام ١٣٥٥هـ ودرس بدار العلوم الإسلامية تندو الله يار بسندھ وسافر إلى لاهور وعين شيخ التجويد والقراءات في دار العلوم الإسلامية في انار كلي القديم ودرس هناك ثماني سنوات تقريبا، سافر إلى سهارنفور على موت أخيه في عام ١٣٧٧هـ ورجع إلى لاهور بعد أيام وأسس مدرسة دار الترتيل على شارع لتن لاهور وكان الشيخ يدرس في دار الترتيل حتى انتقل إلى رحمة الله تعالى في أواخر ديسمبر عام ١٩٥٩م.

وقال تلميذه الشيخ إظهار أحمد التهانوي تاريخ وفاته:

قد مضى شيخنا عن الدنيا لحق الله في حجاب النور
يا من انبث ذكره في الدهر قدس الله قبرك المعمور
كنت في الوقت ثاني الجزري جبلا شامخا وراء صخور
ارتحلت التراب من هو ما ش نظيفا معطرا ذا نور

Marfat.com

قد خلا اليوم مسند التجويد   حافظ شیخ محمود مغفور

تلامیذه عدد تلامیذه لا یعد ولا یحصی وهم یدرسون فی الهند وپاکستان وفی البلاد العربیة الیوم

تصنیفه وله تعلیقات علیٰ فوائد مکیة فی الاردویة وطبعت مراراً. وله تعلیقات ذاقیمة دینیة علی الشاطبیة طبعت اول مرة بلکناؤ وتحت اشراف شقیقی الشیخ محمد عارف المقری بلاهور مرة ثانیة

قد کتبت تقدیما لهذا الکتاب وترجمة حیاة الشیخ عبد المالک المقری والفهرس لتلامذته الممتازین۔

وفاته : توفی الشیخ فی ٣١ من دسمبر ١٩٥٩ء

اولاده ومن اولاده الشیخ الحافظ عبد القادر المقری ، والشیخ عبد الرشید المقری والشیخ محمد شاکر انور المقری مدیر دار الترتیل بلاهور، والشیخ المهندس محمد طاهر المقری والشیخ محمد عبد الماجد ذاکر المقری کبیر المدرسین بمدارس تحفیظ القرآن الکریم بریاض المملکة العربیة السعودیة. والحافظ مرغوب الانام، ومحمد ناصر، ومحمد عامر بدر ومنظور المنان

شعره وکان الشیخ شاعراً قدیراً، وله قصائد بدیعة باللغة الاردویة

130552

Marfat.com

از: قاری عبدالقادر ایم اے

امام القرآء الحاج حضرت مولانا قاری عبدالمالک صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاری صاحب مرحوم ومغفور کی رحلت کو تقریباً پندرہ سال گزر چکے ہیں لیکن افسوس اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود آپ کی زندگی کے مکمل حالات ابھی تک قوم کے سامنے نہیں لائے گئے البتہ مختلف جرائد و اخبارات میں آپ کے فن اور آپ کی خدمتِ قرآن کے سلسلے میں بعض حضرات نے وقتاً فوقتاً اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا ہے جن میں روزنامہ امروز لاہور کے مشہور کالم نویس مسٹر احسان بی اے کی نگارشات اور سیارہ ڈائجسٹ کے قرآن نمبر میں جناب پروفیسر مولوی ظفر اقبال کے ملفوظات قابلِ ذکر ہیں پروفیسر صاحب نے حضرت قاری صاحب کی فضیلت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

"تشکیل پاکستان کے بعد ہندوستان سے بہت سے قاری پاکستان میں آکر آباد ہوئے۔ ان کی آمد سے پاکستان میں اصول تجوید کے مطابق تلاوتِ قرآن کی مبارک تحریک شروع ہو گئی۔ اس سلسلے میں امام القراء الحاج حافظ قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جنہوں نے پرانی انارکلی لاہور کے دارالعلوم اسلامیہ میں تجوید و قرآت کی تدریس کی داغ بیل ڈالی"۔ ؎

؎ پروفیسر مولوی ظفر اقبال ؛ قرآن نمبر سیارہ ڈائجسٹ ؛ لاہور ج ۲ ص ۴۳،۴

Marfat.com

قاری صاحب کی زندگی کے مختلف ادوار اور مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات ایک ناقابلِ انکار حقیقت بن کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ کی زندگی کی تمام تر دلچسپیوں اور مصروفیتوں کا واحد مرکز ہمیشہ اور ہر دور میں تجوید و قرآت کی تعلیم و اشاعت ہی رہا۔

حضرت قاری صاحب ایک ایسے خاندان کے چشم و چراغ تھے جو اپنے علم و فضل کے اعتبار سے امتیازی حیثیت کا حامل رہا۔ آپ کے والد ماجد اور آپ کے جدِ امجد اپنے دور کے بہترین طبیب تھے۔

حضرت قاری صاحب کا سلسلہ نسب خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے ملتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

قاری عبدالمالک بن جیون علی بن محمد شمعون بن محمد ھارون بن محمد شعیب بن حبیب اللہ بن نعیم الدین بن فرید الدین بن خلیل الدین بن سراج الحسن بن نظر احمد بن حیدر حسین بن حسین بخش بن عبدالرحمٰن بن محمد اشرف بن حبیب اللہ بن خلیل احمد بن مولوی مشتاق احمد بن طیب علی بن مظہر علی بن رفیق احمد بن کمال الدین بن ضیاء الدین بن زین الدین بن اشرف الدین بن محمد صادق بن نور الحسن بن احمد حسن بن عبدالمجید بن عبداللطیف بن محمد الیاس بن محمد طاہر بن عبداللہ بن سعد بن حسین بن قاسم سوئم بن نظر دوئم بن قاسم دوئم بن نظر اول بن حضرت ابو محمد عبدالرحمٰن بن حضرت قاسم فقیہ اول بن حضرت محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

حضرت قاری صاحب ۱۸۸۳ء میں علی گڑھ میں پیدا ہوئے پیدائش سے قبل ہی آپ والد ماجد کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے آپ کی والدہ ماجدہ اور آپ کے بڑے بھائی نے آپ کی پرورش کی۔ چار سال کی عمر میں آپ کو حافظ محمد صدیق صاحب سرائے حکیم علی گڑھ کی خدمت میں بھیجدیا گیا جن سے آپ نے تقریباً ایک سال ابتدائی تعلیم ناظرہ وغیرہ حاصل کی۔

Marfat.com

جب آپ پانچ سال کے ہوئے تو قرآن کریم اور تجوید کی تعلیم دلانے کی غرض سے آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر اپنے فرزند کلاں (قاری عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ مکہ مکرمہ تشریف لے گئیں وہاں محلہ جیاد میں قیام پذیر ہوئیں اور آپ کو مدرسہ صولتیہ میں داخل کرا دیا گیا یہاں آپ نے حضرت قاری عبداللہ مرحوم ومغفور مہاجر مکی سے قرآن پاک حفظ کیا۔ اور تجوید میں روایت حفص کی تکمیل کی۔

حضرت قاری صاحب کا قیام مکہ معظمہ میں ۱۴ سال رہا۔ اس عرصہ میں آپ نے مدرسہ صولتیہ میں حفظ قرآن اور تکمیلِ حفص کے علاوہ حدیث، فقہ، تفسیر اور عربی ادب میں کامل دستگاہ حاصل کی۔ ساتھ ہی ساتھ مختلف لہجوں میں حدر، ترتیل کی مشق جاری رکھی مدرسہ صولتیہ میں دورانِ تعلیم آپ کو اپنے تمام ساتھیوں کے اعتبار سے تفوق حاصل تھا کہ آپ حسینی، حجازی، مایا، رکبی، محطہ اور مصری ان تمام عربی لہجوں پر عبور رکھتے تھے۔

عام طور پر قرا حضرات کسی رکوع کو یا تو محض حسینی لہجہ میں پڑھتے ہیں یا حجازی یا مایا میں۔ ایسے قرا کم ہیں جو ایک ہی رکوع کی چند آیتیں حسینی میں پڑھیں اور دوسری آیتیں مصری یا محطہ میں۔ اور پھر اختتامی آیات اسی لہجہ میں پڑھیں جس میں رکوع کی ابتدائی آیات پڑھی تھیں۔ گویا حسینی لہجہ میں قرات شروع کی درمیان میں مصری یا محطہ لہجہ اختیار کر لیا۔ اور آخر میں پھر حسینی لہجہ پر آجائیں اور لہجوں کا یہ امتزاج اتنا خوبصورت اور اتنا غیر محسوس ہو کہ بجز قرا کے عام سننے والے تمیز نہ کر سکیں کہ فلاں جگہ سے لہجہ بدل دیا گیا ہے یہ خصوصیت حضرت قاری صاحب کو بدرجہ اتم حاصل تھی۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ ترتیل میں قرأۃ کرتے ہوئے آواز کے زیر و بم کے ساتھ بہت سے قرا کا منہ بگڑ جاتا ہے یا آواز بلند کرتے وقت کان پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں یا دونوں ہاتھ

Marfat.com

منہ کے ادھر ادھر رکھ لیتے ہیں جس سے ناک اور منہ نہایت مضحکہ خیز بن جاتا ہے ایک اچھے قاری صاحب کی تلاوت ان عیوب سے پاک ہونی چاہیے حضرت قاری صاحب کا انداز خواہ حدر میں ہو یا ترتیل میں ان تمام عیوب سے پاک تھا۔

حضرت قاری صاحب کو جس طرح مختلف لہجوں پر ماہرانہ عبور تھا اسی طرح تجوید میں بھی یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ مثلاً حروف کی تفخیم و ترقیق، ادغام ناقص اور ادغام تام، مدِ متصل اور مدِ منفصل کا پورا پورا لحاظ صفت ہمس، شدت، رخوۃ وغیرہ حروف قلقلہ اور حروف حلقی کا امتیاز اور ہر حرف کو اس کے صحیح مخرج سے بلا تکلف ادا کرنا، ساتھ ہی حسین لہجوں کا امتزاج بھی قائم رکھنا یہ ایسی خصوصیات ہیں جن کی بناء پر قاری صاحب اپنے تمام ہمعصروں میں ممتاز اور منفرد نظر آتے ہیں۔

آپ نے اپنے تلامذہ کو بھی اسی نہج پر تیار کیا چنانچہ برصغیر ہند و پاکستان میں آج جتنے بھی قراء انفرادی حیثیت کے مالک ہیں وہ سب حضرت قاری صاحب کے براہِ راست یا بالواسطہ خوشہ چین ہیں۔ مثلاً

قاری اظہار احمد تھانوی صاحب کوچہ کندی گراں لاہور

قاری محمد شریف صاحب لاہور

قاری عبدالوھاب مکی صاحب لاہور

قاری علی حسین صدیقی صاحب قاری اسمبلی پنجاب

قاری فخر الدین صاحب گیاوی

قاری نیاز احمد صاحب استاد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

Marfat.com

قاری حفظ الرحمٰن صاحب، اُستاد دار العلوم دیوبند

قاری عمر دراز صاحب قاری ریڈیو پاکستان

قاری حبیب اللہ صاحب بانی و مہتمم مدرسہ تجوید القرآن بلاک ایچ نارتھ ناظم آباد کراچی

قاری حکیم سید قربان علی شاہ حیدر آباد، سندھ

قاری غلام نبی صاحب ایرانی کوئٹہ

قاری محمد سلطان بنگالی لاہور قاری غلام رسول صاحب قاری ریڈیو، ٹی وی پاکستان

اور قاری صاحب کے تمام فرزندگان بالخصوص حکیم قاری عبدالرشید صاحب و قاری عبدالقادر صاحب مرحوم و قاری محمد شاکر صاحب صدر مدرس دار الترتیل لٹن روڈ لاہور و قاری عبدالماجد ذاکر صاحب کبیر المدرسین ریاض سعودی عرب ۔

قاری صاحب کی مکہ سے واپسی

جس زمانہ میں حضرت قاری صاحب مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے وہ شریف مکہ کا زمانہ تھا عوام غربت و افلاس کا شکار تھے اس وقت بدوؤں کی غربت کا یہ عالم تھا کہ ایام حج میں حاجیوں کو تنہا پاکر لوٹ لیتے تھے اور کبھی کبھی معمولی رقم کی خاطر حاجیوں کے قتل سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے ۔

مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران قاری صاحب کے بڑے بھائی قاری عبدالحلیم صاحب معمولی تجارت کے ذریعے زندگی بسر کرتے تھے ۔ تسبیح، عقال، عربی رومال اور عربی جُبّے وغیرہ فروخت کرتے یہ کاروبار ایام حج میں زیادہ سودمند ہوتا تھا ویسے عام طور پر تنگی سے گزر ہوتی تھی ۔

قاری صاحب کا معمول تھا کہ اپنی تعلیمی مصروفیات سے کچھ وقت نکال کر روزانہ حرم شریف میں تلاوت قرآن کریم ترتیل میں فرمایا کرتے تھے اور حرم شریف میں موجود بہت سے لوگ

Marfat.com

آپ کی تلاوت سنتے رہتے تھے۔ ایک روز جبکہ آپ حسب معمول مصری لہجہ میں تلاوت فرما رہے تھے کہ نواب فیاض احمد خاں شیروانی ابن نواب محمد اسمٰعیل خاں بھی حرم شریف میں موجود تھے۔ نواب فیاض خاں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تھے اور قاری صاحب کے ہم مدرسہ وہم جماعت رہ چکے تھے۔

نواب صاحب نے بچپن کے ساتھی ہونے کی وجہ سے حضرت قاری صاحب کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کر دیا۔ نواب صاحب نے کہا کہ حرمین شریفین میں تو کلام اللہ کے بہترین طرز ادا کے ساتھ پڑھنے پڑھانے والے بے شمار ہیں جبکہ ہندوستان صحیح پڑھنے والوں سے خالی ہے اور وہاں صحیح پڑھانے والے تو بالکل نہ ہونے کے برابر ہیں لہذا ہندوستان اس بات کا بہت زیادہ حقدار اور محتاج ہے کہ آپ جیسے ماہرین فن حضرات اس کو تجوید و قرآت کی علمی کاوشوں کا مرکز بنائیں۔ نواب صاحب کی اس مبنی برحقیقت تقریر نے قاری صاحب کو اس امر پر مامور کر دیا کہ قرآن کریم اور فن تجوید کی خدمت کے لیے مراجعت فرمائے ہند ہوں۔ چنانچہ آپ ہندوستان تشریف لے آئے۔

یہاں پہنچ کر آپ نے نواب فیاض خاں صاحب کے ساتھ آگرہ میں قیام کیا اور آگرہ کی شاہی جامع مسجد میں مدرسہ عالیہ میں تجوید و قرآت کی خدمت پر مامور ہو گئے۔

مدرسہ عالیہ آگرہ گویا ہند میں آپ کی شہرت کا پہلا زینہ تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ خدمتِ قرآن کی برکت سے معروف جہاں ہو گئے۔ دارالعلوم دیوبند۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔ اور مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ۔ ان میں سے ہر درسگاہ نے آپ کو اپنے ہاں لینا چاہا یہاں تک کہ حضرت مولانا عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ نے مصارف سفر بھیج کر آپ کو لکھنؤ بلا لیا اور اپنے مدرسہ میں صدر شعبہ تجوید کی حیثیت سے خدمت پر مامور فرمایا۔

Marfat.com

مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ ہندوستان میں ایک ہی مدرسہ تھا جہاں قرآن کریم اور فن تجوید کی تعلیم کے لیے دس قاری اور پندرہ حافظ علٰحدہ علٰحدہ درجوں میں حفظ قرآن اور تجوید کی تعلیم دیتے تھے اس کے علاوہ شعبہ عربی، شعبہ فارسی، شعبہ ریاضی، شعبہ خطاطی میں بھی بہت سے اساتذہ کام کرتے تھے اس مدرسہ میں ڈھائی سو طلبا ایسے تھے جنہیں مدرسہ سے ماہوار وظیفہ ملتا تھا۔ اور مدرسہ کے مطبخ سے کھانا مہیا کیا جاتا تھا۔

یہ درس گاہ ہندوستان میں ایک ممتاز اور منفرد حیثیت رکھتی تھی۔ یہاں سے ہر سال حفاظ و قراء کی ایک بڑی جماعت فارغ ہو کر جلسہ سالانہ میں دستارِ فضیلت حاصل کرتی تھی۔ علم و فن کی اتنی بڑی درس گاہ کے اندر شعبہ تجوید کے مدرس اعلیٰ کا منصب کوئی معمولی اعزاز نہیں تھا اس اعزاز کو برقرار رکھنے کے لیے اور مدرسہ کے دوسرے قاریوں کی تنقید سے بچنے کے لیے ضروری تھا کہ قاری صاحب سبعہ و عشرہ کی بھی تکمیل کر لیں۔ چنانچہ حضرت مولانا عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ نے قاری صاحب کو سبعہ و عشرہ کی تکمیل کے لیے قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی (برادرِ خورد قاری عبداللہ صاحب مکی) کے پاس الٰہ آباد بھیج دیا۔ آپ نے شب و روز کی مسلسل محنت اور کوشش سے ایک سال کے اندر سبعہ و عشرہ کی تکمیل کر لی۔ لکھنؤ واپس آ کر آپ نے اپنی جگہ پر کام شروع کر دیا۔ آپ کے درجہ میں داخل ہونے والے طلبہ کی تعداد بہت زیادہ تھی ان میں سے بیشتر طلباء کو محض روایت حفص میں حدر و ترتیل کی مشق کرتے تھے اور کچھ طلبا ایسے تھے جو سبعہ عشرہ پڑھتے تھے حفص کے طلبہ کو مشق کرانے کا کام آپ کے معین کے سپرد تھا اور آپ چند منتخب و عربی میں فارغ التحصیل طلبا کو مشق بھی کراتے اور سبعہ عشرہ کی کتابیں بھی پڑھاتے تھے اسی نہج پر درجات قرأۃ کے دوسرے قاری صاحبان بھی اپنے اپنے طلبا و تلامذہ کو تیار کرتے تھے۔

دوسرے قاری صاحبان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

Marfat.com

قاری ضیاء الدین صاحب | قاری محمد صدیق صاحب | قاری عبدالمعبود صاحب

قاری محمد نظر صاحب | قاری محمد اسمٰعیل عرب صاحب | قاری محمد ادریس صاحب

قاری محمد سابق صاحب[1] | قاری جمیل الرحمٰن صاحب | قاری محمد یونس صاحب

قاری محبوب علی صاحب؛

ان تمام قاری صاحبان کی محنت و کارکردگی کا مظاہرہ سالانہ امتحانات اور سالانہ جلسہ قرآۃ میں ہوتا تھا جو طلباء کامیاب ہوتے انہیں جلسہ سالانہ میں بانیٔ مدرسہ، اراکین مدرسہ اور ہزاروں دوسرے افراد کی موجودگی میں ترتیل میں رکوع پڑھنے کا موقعہ دیا جاتا اور روایتِ حفص اور سبعہ و عشرہ کے فارغ طلباء کی دستار بندی کی جاتی اور اسناد تقسیم کی جاتیں۔

مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں شعبہ تجوید کے صدر کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے ہوئے خاصا وقت گزر چکا تھا اس عرصہ میں نواب ابراہیم علی خان والیٔ ریاست ٹونک کئی بار قاری صاحب کو ٹونک تشریف لانے کی دعوت دے چکے تھے چنانچہ کچھ عرصہ کے لیے قاری صاحب ٹونک تشریف لے گئے۔

والیٔ ٹونک نے آپ کے شایانِ شان آپ کی پذیرائی کی۔ اپنی ایک قدیم کچہری میں جسے موتی باغ کہا جاتا تھا آپ کی رہائش کا انتظام کیا تین منزلوں پر مشتمل یہ ایک وسیع و عریض عمارت تھی قاری صاحب نے اپنا مدرسہ بھی اسی عمارت میں قائم کیا۔ بالائی حصہ رہائش کے لیے اور تہ خانہ طلبہ کی مشق کے لیے مخصوص کر دیا۔

یہ عمارت ایک طویل عرصہ سے خالی پڑی تھی اس لیے اس کے بعض مقامات پر جنات کا قبضہ ہو چکا تھا اگرچہ جنات نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا لیکن چند روز تک تکلیف دہ حرکات ضرور کیں۔ بالائی منزل کے ایک کمرہ میں پینے اور استعمال کا پانی مشکوں میں بھر کر رکھ دیا جاتا تھا لیکن کچھ دیر

---

[1] قاری محمد سابق صاحب موصوف کے معین اور نائب تھے اور شاگرد بھی انہی کے تھے۔

Marfat.com

کے بعد دیکھا جاتا تو تمام مٹکے خالی پائے جاتے اور پانی گرنے کا کوئی نشان وہاں نہ ہوتا تھا۔ رات کے وقت کبھی کبھی خوفناک آوازیں آتیں تہ خانے میں جہاں طلبہ مشق کرتے تھے ایک ہیبت سی چھائی رہتی۔ لیکن جلد ہی یہ صورت ختم ہو جاتی۔ اور قرآن کریم کی برکت سے وہ جن خدمت گار بن گئے ایک روز سخت گرمی تھی قاری صاحب کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ رات کو بستر پر لیٹتے وقت قاری صاحب نے اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ میرے پاؤں دبا دینا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ کو خیال نہ رہا اور سو گئیں۔ تقریباً نصف شب گزر جانے کے بعد آپ کی آنکھ یکایک کھل گئی اور انہیں یاد آیا کہ قاری صاحب نے مجھے پاؤں دبانے کے لیے کہا تھا گھبرا کر اٹھنے لگیں تو دیکھا کہ کوئی شخص قاری صاحب کے پاؤں دبا رہا ہے ایک اجنبی کو پاؤں دباتے دیکھ کر محترمہ والدہ صاحبہ کی زوردار چیخ نکل گئی جس سے گھبرا کر قاری صاحب کی آنکھ کھل گئی۔

صبح کو والدہ محترمہ نے اپنے بیٹوں سے دریافت کیا کہ کیا تم میں سے کسی نے رات کو قاری صاحب کے پاؤں دبائے تھے جواب نفی میں ملا تو سب کو حیرت ہوئی۔ قاری صاحب سے تذکرہ کیا گیا تو فرمایا ہوگا کوئی، تم تجسس نہ کرو۔ غالباً کوئی جن وغیرہ ہوگا۔

ٹونک میں قاری صاحب کا قیام تقریباً پانچ سال رہا۔ مقامی شاگردوں کے علاوہ آپ کے کئی شاگرد مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ سے بھی یہاں آ گئے اور قاری صاحبؒ سے اکتساب فیض کرتے رہے اس زمانہ میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ناظم امور مذہبی نے یونیورسٹی میں شعبۂ تجوید قراۃ قائم کیا اور قاری صاحب کو لکھا کہ یونیورسٹی کو آپ جیسے قاری کی ضرورت ہے ہماری استدعا ہے کہ شعبۂ تجوید کی ذمہ داریاں آپ سنبھال لیں۔ قاری صاحب نے منظور کر لیا اور علی گڑھ جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ مولانا معین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے قاری عبدالمالک صاحب کے استاد قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی ثم الٰہ آبادی کو لکھا کہ آپ قاری

Marfat.com

صاحب کو مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں لانے کی کوشش فرمائیں چنانچہ قاری عبدالرحمن صاحب نے آپ کو علی گڑھ جانے سے باز رکھ کر مدرسہ فرقانیہ میں اپنی سابقہ جگہ پر کام کرنے پر رضامند کر لیا۔ قاری صاحب لکھنؤ آئے اور آپ کے ایک لائق شاگرد قاری نیاز احمد علی گڑھ چلے گئے۔

مولانا کے مدرسے کا طریقہ کار اور اصول تھا کہ جو مدرس ایک مرتبہ علحدہ کر دیا جاتا یا وہ خود مستعفی ہو کر چلا جاتا تو دوبارہ اسے مدرسہ میں نہیں رکھتے تھے لیکن قاری صاحب کے معاملہ میں یہ طریقہ کار بدل دیا گیا کوشش کر کے انہیں دوبارہ مدرسہ کی خدمات سپرد کی گئیں اور کچھ مزید اختیارات دے دیے گئے۔ مثلاً سالانہ اور ماہانہ جلسہ ہائے قرأۃ میں ترتیب طلباء اور قراء کے فرق مراتب کا لحاظ نہیں رکھا جاتا تھا اب یہ ہوا کہ قاری صاحب کی منظوری کے بغیر کوئی طالب علم جلسہ میں نہیں پڑھ سکتا تھا۔ قاری صاحب نے جلسہ میں پڑھنے والے طلبہ کی ترتیب ان کی آواز، تجوید اور لہجہ کے لحاظ سے ادنیٰ اوسط اور اعلیٰ مقرر کی۔ جلسہ کے آغاز میں وہ طلبا پڑھتے جو مذکورہ صفات کے اعتبار سے معمولی ہوتے۔ ان کے بعد اوسط درجہ کے طلبا کو موقع دیا جاتا اور پھر اعلیٰ طلباء سے تلاوت کرائی جاتی۔ ان جلسوں میں مدرسہ کے تمام قاری صاحبان کے شاگردوں میں سے ہر قاری کے چند شاگرد ہوتے تھے تاکہ ہر قاری کی کارکردگی سامنے آجائے۔ قاری صاحبان میں سے ہر قاری کو طلباء کی قرأۃ کے بعد تلاوت کا موقع دیا جاتا تھا۔ اس میں بھی قاری صاحب نے قراء کے فرق مراتب کو پیش نظر رکھا چنانچہ قاری صاحب کی مقرر کی ہوئی ترتیب کے مطابق قاری صاحبان جلسہ میں پڑھتے تھے آخر میں قاری عبدالمالک صاحب ڈائس پر تشریف لاتے اور مصری یا حسینی یا دونوں لہجوں کے امتزاج کے ساتھ ایک رکوع پڑھتے۔ قاری صاحب کی تلاوت کے بعد استاذ القراء حضرت قاری

Marfat.com

عبدالرحمٰن صاحب تبرکاً چند آیات کی تلاوت فرماتے اور پھر روایت حفص اور سبعہ وعشرہ کے کامیاب طلباء کی دستار بندی کی جاتی۔ اور اسناد تقسیم کی جاتیں اس کے بعد جلسہ ختم ہو جاتا

مدرسہ فرقانیہ میں قیام کے دوران قاری صاحب کو یہ خصوصیت بھی حاصل تھی کہ جس سال رمضان المبارک میں قاری صاحب لکھنؤ میں ہوتے، مولانا آپ سے تہجد میں قرآن سنتے مولانا کے ہزاروں عقیدت مند اور قاری صاحب کی تلاوت کے سینکڑوں شیدائی قاری صاحب کی اقتدا میں نماز تہجد ادا کرتے۔ قاری صاحب روزانہ سوا پارہ پڑھتے تھے اور اس انداز سے پڑھتے کہ ایک ایک حرف مع جملہ صفات کے سمجھ میں آتا تھا۔ ایک ایک حرف کی ادائیگی اس کے صحیح مخرج سے ہوتی۔ اس پر روانی، اور حجازی، ماہا لہجہ کی دلکشی مستزاد۔ لوگ کہتے ہیں کہ قاری صاحب ساری رات پڑھتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔

کئی بار ایسا اتفاق ہوا کہ قاری صاحب رمضان شریف میں لکھنؤ میں موجود نہیں ہیں بلکہ ڈھاکہ تشریف لے گئے ہیں تو اس سال مولانا تراویح میں قاری محمد نذر صاحب سے قرآن سنتے

قاری صاحب کی شہرت کلکتہ، ڈھاکہ، بھوپال وغیرہ پہنچی نواب ڈھاکہ خواجہ محمد اعظم نے چار پانچ مرتبہ قاری صاحب کو مصارف سفر بھیج کر رمضان المبارک میں ڈھاکہ بلوایا۔ اور تراویح میں قرآن سنا۔ قاری صاحب کی خاطر مدارت اور دلدہی میں نواب صاحب نے کبھی تامل : کیا جب تک قاری صاحب کا قیام ڈھاکہ میں رہتا نواب صاحب کی ایک کار آپ کے لیے مخصوص کر دی جاتی۔ ایک خدمت گار ہمہ وقت پیشی میں رہتا۔ ایک روز تراویح میں قاری صاحب نے حجازی لہجہ پڑھا اور وتر معطلہ میں پڑھانے ادھر قاری صاحب نے سلام پھیرا ادھر نواب صاحب بیتابانہ قاری صاحب سے بغل گیر ہو گئے اور دیر تک روتے رہے۔

Marfat.com

قاری صاحب نے چودہ سال مکہ مکرمہ میں گزارے مدینہ منورہ بھی کئی بار تشریف لے گئے لکھنؤ میں قیام کے دوران بھی دو مرتبہ آپ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے

قاری صاحب کی نفاست طبع

یوں تو قاری صاحب طبعی طور پر نفاست پسند اور لطیف مزاج واقع ہوئے تھے لیکن لکھنؤ کی زندگی نے آپ کو حد درجہ نفاست پسند بنا دیا تھا اعلیٰ درجہ کے عطریات، کیوڑہ اور زعفران قاری صاحب کی زندگی کے اجزائے لاینفک بن گئے تھے۔ صاف ستھرے لباس میں عطر خس، شمامہ اور کئی عطروں کے مجموعہ کی خوشبو بسی ہوتی تھی۔ پان کھاتے تو اس اہتمام کے ساتھ کہ کتھا کیوڑہ میں بسا ہوتا۔ چھالیہ اتنا باریک اور خوب صورت ترچھی ہوتی کہ ہر دانہ قدوقامت میں باجرہ کے دانے کے برابر ہوتا۔ چھالیہ کے موٹے اور بے ڈھنگے ٹکڑے آپ کو سخت ناپسند تھے۔ پھلوں میں خربوزہ اور آم آپ کو مرغوب تھے آموں میں دسہری اور سفیدہ آپ کے پسندیدہ آم تھے۔ خوردن برائے زیستن کے مصداق آپ کی غذا کم ہوتی لیکن جو کچھ ہوتی وہ نہایت لذیذ اور پر تکلف ہوتی۔ چائے نوشی کا مذاق اتنا لطیف تھا کہ ناشتہ میں وہائٹ جیسمین اور سہ پہر میں خوبصورت بلورین فنجان میں سبز چائے استعمال کرتے۔

قاری صاحب کے عقیدت کیش احباب

جو حضرات قاری صاحب کے احباب تھے وہ ان کے عقیدت مند بھی تھے مثلاً

نواب فیاض احمد خاں شیروانی

نواب حبیب الرحمن صاحب شیروانی وزیر اعظم آصفیہ

نواب حاجی محمد ابوبکر خاں ریاست دادوں

Marfat.com

نواب حاجی محمد صالح خاں شیروانی   حاجی محمد اصطفیٰ خاں

خانصاحب احمد حسن لکھنوی

قاری صاحب کا مذاق شعر و شاعری

قاری صاحب کے پسندیدہ شعراء یہ حضرات تھے ۔

عزیز لکھنوی   ثاقب کانپوری   صفدر مرزاپوری   زار حرم حمید صدیقی

قاری صاحب خود بھی بہت اچھے سخن سنج تھے خلش آپ کا تخلص تھا بطور نمونہ ہم یہاں قاری صاحب کی دو غزلوں کے چند اشعار قلمبند کرتے ہیں ۔

یکم جنوری ۱۹۴۹ء کو لکھنؤ میں حاجی محمد اصفا خاں کے ہاں جو مشاعرہ ہوا تھا اس میں قاری صاحب نے جو غزل پڑھی اس کے کچھ اشعار یہ ہیں ۔

کیا جانئے اعجاز تھا کیا ان کی نظر میں
اک شمع سی روشن ہے مرے قلب و جگر میں
لرزیدہ قدم دل میں تڑپ کیف نظر میں
اس شان سے آیا ہوں تیری راہ گزر میں
دنیا کی نگاہوں سے گرا ہوں تو بلا سے
کیا کم ہے کہ پائی ہے جگہ ان کی نظر میں
خاکے ہیں ترے عارض و گیسو کے مسلسل
ہم نے یہ بھی دیکھا ہے نقوش شام و سحر میں
اب مجھ کو خلش دونوں جہاں کی نہیں پرواہ
کونین سمٹ آئے میرے دردِ جگر میں

Marfat.com

۲۲ جنوری ۱۹۴۹ء کو ایک اور مشاعرہ میں جس کا مصرع طرح تھا

آپ نے جو کچھ کیا اچھا کیا

قاری صاحب نے ایک طویل غزل پڑھی اس غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

فتنۂ دیر و حرم برپا کیا
آپ نے جو کچھ کیا اچھا کیا

محو آرائش رہے وہ صبح تک
کروٹیں بیمارِ غم بدلا کیا

مری حیرت اک تماشا بن گئی
وہ مجھے اور میں انہیں دیکھا کیا

الحذر اے دل کے چھالے الحذر
جس نے دیکھا پھوٹ کر رویا کیا

کھل گئیں جب دل کی آنکھیں اے خلش
ذرہ ذرہ میں اسے دیکھا کیا

ادیبوں میں جن حضرات سے قاری صاحب متاثر تھے وہ یہ ہیں۔

مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی ؒ مولانا شبلی نعمانی ؒ علامہ سید سلیمان ندوی ؒ

قاری صاحب مولانا حسین احمد مدنی اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے بہت عقیدت رکھتے تھے بلکہ آپ حضرت تھانوی ؒ سے بیعت بھی ہو گئے تھے۔

قاری صاحب کی خودداری

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ ہر اس موقعہ سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش

Marfat.com

کرتے ہیں جو ان کی اور ان کے اہلِ خاندان کی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے ممد و معاون ہوں لیکن قاری صاحب کی افتادِ طبع اس سے بالکل مختلف تھی آپ نے کبھی ایسے موقعہ سے فائدہ نہیں اٹھایا مثلاً ایک مرتبہ والیٔ دکن میر عثمان علی خاں لکھنو آئے اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کی فرم کے منتظمین نے اعلیٰ حضرت سے جنا بلڈنگ کی سرپرستی قبول فرمانے کی درخواست کی اعلیٰ حضرت نے سرپرستی قبول کی اور جنا بلڈنگ کا افتتاح کیا۔ اتفاق سے اس دن جمعہ تھا والیٔ دکن نے لکھنو کی سب سے بڑی مسجد "مسجد ٹیلہ" میں نماز جمعہ ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ مسجد مذکور کے منتظمین نے قاری صاحب سے نماز جمعہ پڑھانے کی استدعا کی قاری صاحب نے خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔

پہلی صف میں بالکل امام کے پیچھے اعلیٰ حضرت موجود تھے۔

قاری صاحب نے طویل خطبہ دیا اور خطبہ میں والیٔ دکن کا کوئی تذکرہ نہیں کیا بلکہ نماز کے فوراً بعد سنتوں کی ادائیگی کے لیے نیت باندھ لی۔ دیر تک سنتیں ادا کرتے رہے اس عرصہ میں والیٔ دکن مسجد سے چلے گئے بعد میں قاری صاحب کے بعض بے تکلف دوستوں نے کہا کہ قاری صاحب کیا غضب کیا کہ آپ حضور نظام سے نہیں ملے۔ کم از کم ایک رقعہ ہی دے دیا ہوتا تو ہمیشہ کے لیے وظیفہ جاری ہو جاتا قاری صاحب نے جواب میں فرمایا کہ اگر نظام نواب دکن ہیں تو میں اپنے فن کا بادشاہ ہوں مجھے ان کے سامنے جھکنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

خودداری کی دوسری مثال

پاکستان میں جب خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل تھے جی جی ہاؤس میں رمضان المبارک کے موقع پر تراویح کا اہتمام کیا گیا علامہ سید سلیمان ندوی جیسے زعماء کے ایماء پر قاری صاحب نے

Marfat.com

جی جی ہاؤس میں تراویح پڑھاتی۔ تراویح میں خواجہ ناظم الدین کے علاوہ کئی مرکزی اور صوبائی وزراء، اور قومی اسمبلی کے سپیکر مولوی تمیز الدین خان موجود رہتے۔ وزراء میں خواجہ شہاب الدین، میر غلام علی تالپور قابلِ ذکر ہیں تراویح ختم ہونے پر روزانہ تھوڑی دیر کے لیے خواجہ ناظم الدین، خواجہ شہاب الدین اور مولوی تمیز الدین خان قاری صاحب کے ساتھ دلچسپ باتیں کرتے اور ٹھنڈے مشروب یا چائے کا دَور چلتا۔ رمضان کا پورا مہینہ اسی طرح گزر جاتا۔

گورنر جنرل اور وزراء سے قاری صاحب کی بے تکلفی بڑھتی رہی اس زمانہ میں قاری صاحب کے بڑے صاحبزادے وزارتِ امورِ خارجہ میں اسسٹنٹ تھے قاری صاحب کے بہی خواہوں نے چاہا کہ قاری صاحب، اپنے صاحبزادے کی ترقی اور دفتر کی طرف سے سرکاری مکان دیئے جانے کے لیے خواجہ ناظم الدین وغیرہ سے فرمائیں اگر قاری صاحب خواجہ ناظم الدین سے اس قسم کی کوئی درخواست کرتے تو یقیناً ان کی خواہش کے مطابق کام بن جاتا۔ لیکن قاری صاحب نے اپنی عزتِ نفس اور قرآن کریم کے احترام کے پیش نظر اسی قسم کی کوئی درخواست نہ کی۔ اور ان لوگوں کو جو ان کو ایسا کرنے پر آمادہ کرنا چاہتے تھے سختی سے روک دیا۔

مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ سے قاری صاحب کی گہری وابستگی کا سبب مولانا عین القضاۃ کی ذاتِ گرامی تھی۔ وہ قاری صاحب کے سچے بہی خواہ اور حد درجہ خوددار تھے مولانا کے وصال کے بعد جلسہ ہائے قرأۃ میں اظہارِ فن کا لطف جاتا رہا۔ مدرسہ مذکور میں صدر شعبہ تجوید کی حیثیت سے قاری صاحب نے تقریباً چالیس سال خدمت کی۔ ملکی اور غیر ملکی ہزاروں طلبہ نے آپ سے اکتسابِ فن کیا۔

پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ سے بہت سے اساتذہ

Marfat.com

اور طلباء پاکستان چلے آئے چنانچہ بعض مخلص حضرات کے مجبور کرنے پر قاری صاحب بھی ۱۹۵۰ء کے آخر میں پاکستان تشریف لے آئے پاکستان میں تشریف آوری کے بعد مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے اصرار پر آپ نے دارالعلوم ٹنڈوالہ یار میں کم و بیش ایک سال اور پھر دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں آٹھ سال فن تجوید کی خدمت کی نو سال کا یہ عرصہ پاکستان میں فن تجوید و قرأت کی اشاعت و ترقی کا نہایت کامیاب دور رہے

پاکستان تشریف لانے کے وقت قاری صاحبؒ کا سفر حیات آخری مراحل میں داخل ہو چکا تھا لیکن خدمتِ قرآن کا جذبہ کمزور نہیں ہوا تھا۔ فن تجوید و قرأت کی ترویج و تعلیم کے وہ اُستادانہ رموز جو نصف صدی سے زیادہ مدت تک تعلیم دینے کے بعد آپ کو حاصل ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ تھے چنانچہ پاکستانی طلبہ تجوید آپ کی بصیرت افروز رہنمائی میں چند سالوں میں ماہر فن بن گئے۔

لاہور میں قاری صاحب نے جو خدمات انجام دیں ان کی درخشانی و تابناکی آج تک مرکزی دارالترتیل کی شکل میں موجود ہے۔ وہ لاہور جہاں قرآن کریم کو صحیح طور پر پڑھنے اور پڑھانے والے تقریباً مفقود تھے آج تجوید و قرأت کا چمنستان ہے دینی مدارس میں تجوید و قرآۃ کے شعبے قائم کیے جا چکے ہیں جگہ جگہ تجوید کی درسگاہیں کھل چکی ہیں مساجد میں آئمہ اور خطباء کے لیے تجوید سے واقف ہونا ضروری قرار دیا جا چکا ہے اسکولوں اور کالجوں میں بھی اس فن کی روشنی پہنچ چکی ہے۔

قاری صاحب کی پاکستان میں تشریف آوری پر شیخ التفسیر حضرۃ مولانا احمد علی صاحب نے بالکل صحیح فرمایا تھا۔

لاہور میں حضرۃ قاری صاحب کی تشریف آوری اہل پاکستان کے لیے

Marfat.com

عموماً اور اہالیانِ لاہور کے لیے خصوصاً خداوند تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان ہے"

مرکزی دارالترتیل کی تاسیس

دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں حضرت قاری صاحبؒ کا آٹھ سالہ دور نہایت شاندار گزرا بعض ناگزیر حالات کی بنا پر آپ وہاں سے مستعفی ہو گئے اور اپنے تلامذہ اور بعض مخلصین کے اصرار پر آپ نے ۵۸ء میں مرکزی دارالترتیل کی بنیاد ڈالی۔

چونکہ تمام کام کا آغاز محض توکلاً علی اللہ میں آیا تھا اس لیے اس درسگاہ کی نہ کوئی بلند و بالا عمارت تھی اور نہ کوئی فنڈ تھا۔ مگر تشنگانِ علم غریب اور مسکین طلباء نے بھوکے رہ کر اور مسجد کی چٹائیوں پر شب بسیرا کر کے تجوید کی تعلیم کو جاری رکھا۔

قاری صاحب ایک جاذب شخصیت کے مالک تھے۔ اگر آپ جنگل میں بھی جا کر بیٹھ جاتے تو فن کے قدر دانوں کا وہاں بھی ہجوم ہوتا۔ چنانچہ یہ درسگاہ آپ کی فیض گاہ بنتے ہی استفادہ کرنے والوں کی جوق در جوق آمد سے ایک پر رونق علمی بازار میں تبدیل ہو گئی۔ اور رفتہ رفتہ اس نے ایک باقاعدہ ادارہ تعلیم کی حیثیت حاصل کر لی۔

قاری صاحب کا سفرِ آخرت

کچھ عرصہ سے قاری صاحب دل کے مریض ہو گئے تھے کئی مرتبہ آپ پر ہارٹ اٹیک ہو چکا تھا مگر ایک لمحہ کے لیے بھی تعلیم و تدریس سے منہ نہ موڑا۔ اور اپنے تلامذہ کو باقاعدگی سے تعلیم دیتے رہے۔

قرآن کی تعلیم آپ کی روحانی غذا تھی۔ گھر میں ہوں یا مدرسہ میں، دن ہو یا رات، طالبین کو وہ برابر استفادہ کا موقع عنایت فرماتے۔ حتیٰ کہ وفات کے روز بھی دن بھر تدریس و مشق کا معمول جاری رہا۔ اور آخر دسمبر ۵۹ء کی ایک رات کو جبکہ تمام افرادِ خانہ سوئے ہوئے

Marfat.com

تھے قاری صاحبؒ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

تجوید و قرأت کا وہ آفتاب جو ۷۰ سال سے دنیا کو اپنی تابناک ضیار سے منور کیے ہوئے تھا بالآخر غروب ہو گیا۔ اور ہزاروں متوسلین و مستفیدین یتیم ہو گئے۔ پوری دنیائے تجوید سوگوار ہو گئی اور آج بھی ہے جناب اسعد شاہجہانپوری نے تاریخ وفات کہی۔

ماہرِ تجوید معروفِ جہاں

بندۂ مقبول باعزّ و علیٰ

بر درِ جنت چو رضواں دید گفت

قاری اعظم بیا مد مرحبا

قاری صاحب اپنے فن میں یکتائے روزگار تھے۔ عرب و عجم میں آپ کی عظمت مسلم تھی۔ ہر ملک کے تشنگانِ علم اس چشمۂ فیض سے اپنی پیاس بجھاتے رہے خالق کائنات نے غالباً قاری صاحب کو اسی مقصد کے لیے پیدا کیا تھا اس سے بڑھ کر عظیم مقصدِ حیات کا تصور مشکل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

۱۔ قرآن کے ماہرین قیامت کے روز ملائکہ اور انبیاء کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

۲۔ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے۔

حضورؐ کے ان فرمودات کے مطابق حضرت قاری صاحب نے اپنی زندگی کا مقصد اور اپنی تمام خواہشات کا مرکز قرآن کو بنائے رکھا۔

اولاد

حضرت قاری صاحب نے اپنے پسماندگان میں ۹ بیٹے اور ۲ بیٹیاں چھوڑیں جن میں سے

Marfat.com

چھ بیٹے حافظ و قاری ہیں۔ فرزندان قاری صاحب یہ ہیں۔

۱. حافظ قاری عبدالقادر صاحب ڈبل ایم اے کراچی ورلڈ اسلامک سٹڈیز سرکل پرنسپل

۲. حافظ قاری حکیم عبدالرشید فاضل طب کراچی

۳. حافظ قاری محمد شاکر انور مہتمم مرکزی دارالترتیل لٹن روڈ لاہور

۴. حافظ قاری محمد طاہر ریڈیو انجنیئر

۵. الحاج حافظ قاری محمد عبدالماجد ذاکر کبیر المدرسین بمدارس تحفیظ القرآن ریاض سعودی عرب

۶. حافظ قاری مرغوب الانام زیر تعلیم کراچی

۷. محمد ناصر ریاض مقیم

۸. محمد عامر بدر ریاض مقیم

۹. منظور المنان ایم اے

الحاج مولانا حافظ قاری محمد عبدالماجد ذاکر حضرت قاری صاحب کے پانچویں بیٹے ہیں یہ قاری صاحب کے علمی کمالات کا بہترین نمونہ اور مایۂ ناز شاگرد بھی ہیں چنانچہ حفظِ قرآن سے لیکر قرأۃ سبعہ تک کی تمام تعلیم شب و روز کی ہمہ وقتی رہنمائی میں اس استاذ الکل کے زیر تربیت ہوئی جس کے فیوض سے ملک کی تمام مسندیں پر رونق ہیں۔

قاری ذاکر صاحب کو تجوید و قرأت کا پاکیزہ ذوق ورثہ میں ملا ہے عربی ادب میں انہیں ید طولیٰ حاصل ہے اندرونِ ملک کے علاوہ دو مرتبہ بین الاقوامی مجالس قرأۃ ملایا میں شرکت کر چکے ہیں۔ ۱۹۶۳ء سے اس وقت تک مملکت سعودیہ کے پایۂ تخت ریاض میں تجوید و قرأۃ کی خدمت کر رہے ہیں۔

Marfat.com

قاری ذاکر صاحب کی علمی لیاقت، اخلاقی بلندی اور انتہائی شائستگی کی بنا پر آپ کو ریاض میں جو مقبولیت حاصل ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ ۱۹۷۴ء میں آپ کو سعودی عرب کے شہری ہونے کا اعزاز عطا کیا گیا اور یہ وہ اعزاز ہے جو شاہ خالد شاذونادر ہی کسی غیر ملکی کو عطا فرماتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ حضرت قاری صاحب مرحوم ومغفور کا قائم کردہ مرکزی دارالترتیل لاہور اور آپ کے جانشین قاری محمد عبدالماجد ذاکر اور قاری محمد شاکر انور بندوی روز افزوں ترقیات سے ہمکنار ہوں آمین۔

ؔ یہ قیمتی مضمون حضرت قاریؒ صاحب کے فرزند قاری عبدالقادر صاحب کے علم سے ہے۔ اور مجھے حضرت قاری محمد عبدالماجد ذاکر صاحب کی وساطت سے ملا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قاری محمد عبدالماجد ذاکر

حضرت والد مرحوم امام القراء قاری محمد عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاثرات و مشاہدات

درج ذیل سطور میں حضرت والد صاحب مرحوم کے ان شخصی احوال کا تذکرہ مقصود ہے جو شب و روز کی معاشرت و مصاحبت کے دوران میرے مشاہدہ میں آئے۔ جن سے میں متاثر ہوا۔ مکمل سوانحی حالات کو گرفت میں لانا مقصود نہیں ہے۔

شعور کے بیدار ہوتے ہی سب سے پہلا مشاہدہ تھا کہ رات کے آخری پہر میں نہایت پرسوز اور درد میں ڈوبے ہوئے لہجہ میں اللہ، اللہ اور کلمہ طیبہ کی تکرار سے میری آنکھ کھل جاتی۔ اس وقت میں ان کو اللہ اللہ کرتے دیکھتا۔ عربی لہجہ میں۔ آواز کبھی پست کبھی بلند اور اس عمل کے دوران لفظ الا اللہ ایک دھمک کے ساتھ ادا ہوتا۔ معلوم ہوتا کہ ان کے دل سے آواز نکل رہی ہے۔ اور میرے دل پر چوٹ لگ رہی ہے۔ پھر وہ نوافل ادا کرنے میں لگ جائے۔ ان میں قراءت دھیمی آواز میں کرتے۔ میرے لئے سب سے زیادہ تعجب خیز مرحلہ وہ ہوتا جب دعا کے دوران ان کو گریہ کناں دیکھتا۔ ہچکیاں وقفہ وقفہ سے نکلتی رہتیں۔ دل میں سوال اٹھتا کہ یہ کیوں روتے ہیں ان کو کس نے زدوکوب کیا ہے ان کی کونسی ضرورت پوری نہیں ہوئی ہے۔ آج وہ رُوح پرور، عطر بیز نظارے اور انکی حیات بخش یادیں میرا قیمتی سرمایہ ہیں۔ پھر جیسے جیسے شعور بیدار ہوتا گیا۔ بات سمجھ میں آنے لگی کہ رات کے آخری پہر میں اُٹھنا۔ ان کی زندگی کے معمولات میں سے ہے اور اللہ میاں کے آگے رونا گڑگڑانا ان کے فرائض میں شامل۔ بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ انہوں نے حجاز مقدس کی دس سالہ رہائش کے دوران۔ قرآن کریم حفظ کیا تو روزانہ کا سبق یاد کرنا۔ سبقی پارہ سنانا پچھلا سبق استاد صاحب کو سنا کر نیا سبق لینا۔ یہ تمام کام روزانہ رات کے تین بجے سے

Marfat.com

لیکر اذان فجر تک مکمل ہو جاتے تھے۔ ان میں سحر خیزی کی عادت اسی وقت سے پڑی ہوئی تھی

قلمی خاکہ

حضرت والد مرحوم جلال وجمال کا حسین مرقع تھے اور جلال ۔ جمال پر غالب تھا ۔ گول بڑا سر فراخ اور چمکتی ہوئی پیشانی جس پر سجدوں کا مدھم سا نشان ۔ سوچتی ہوئی ، دل کے اندر اتر جانے والی آنکھیں جن میں ہلکے ہلکے سرخ ڈورے تیرتے نظر آتے ۔ گندم گوں رنگ کسرتی جسم ۔ جس پر موسم کے لحاظ سے ۔ صاف ستھرا بے داغ لباس کرتہ پر اکثر صدری یا شیروانی زیب تن کئے ہوئے ۔ ہاتھ میں چھڑی ۔ سر پر عربی منقش بڑا رومال ، عمامہ کی طرح سلیقہ سے بندھا ہوا خوبصورت بھری بھری داڑھی سے مزین بارعب چہرہ ، شرعی پاجامہ ۔ سلیم شاہی جوتی قد و قامت درمیانہ ۔ انداز شاہانہ ۔ الغرض دیکھنے والا پہلی نگاہ میں متاثر ہو جاتا ۔ عجیب وجیہہ شخصیت تھی اُن کی ۔

اولاد کے ساتھ ان کو بے انتہا قلبی لگاؤ تھا ، خصوصاً چھوٹے بچوں پر تو وہ جان چھڑکتے تھے ۔ بچہ جونہی ذرا بڑا ہوا اس کو ساتھ مدرسہ لیجانا شروع کر دیتے تھے ۔ ہمارے حافظہ پر مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو ، کے مناظر نقش ہیں ۔ جہاں ہم حضرت والد صاحبؒ کی درسگاہ میں کھیلتے کودتے رہتے ۔ حضرت والد صاحبؒ کو کبھی مختلف لہجوں میں مشق کراتے دیکھتے کبھی صدر والی جماعت پڑھتی ہوتی ۔ کبھی حروف تہجی کی مشق کی آوازیں آتی رہتیں ۔ کسی نے اچھا پڑھا اس کی حوصلہ افزائی ہوتی رہتی ۔ محنت نہ کرنے والوں پر ڈانٹ پڑتی رہتی ۔ " کم بخت " کا لفظ اکثر سننے میں آتا ۔ عبد اللہ (قبائلی پٹھان) کی اکثر مرمت ہوتی تھی ۔ پڑھا جاتا تھا ، رونا جاتا تھا ۔ لمبا تڑنگا باریش پٹھان تھا ۔ جانے کہاں سے مدرسہ فرقانیہ میں آ دھمکا تھا مختلف اساتذہ مدرسہ سے پڑھا ۔ لیکن کسی سے مطمئن نہ ہوا ۔ آخر میں حضرت والد صاحبؒ کے پاس آیا تو انہی کا ہو رہا ۔ کئی مرتبہ اس کو حضرت والد صاحبؒ نے اپنے پاس سے بھگا دیا ۔ وہ پھر آ جاتا تھا ۔ بالآخر کئی سال کے بعد وہ فارغ التحصیل ہو کر گیا ۔

شاہنواز افغانی : محمود غزنوی مرحوم ، عبد الغفور بخاری ، محمد قاسم ترکستانی ۔

Marfat.com

محمد المصری۔ سعد اللہ ایرانی الغرض ملک کے اطراف واکناف کے شاگرد تھے جو حضرتؒ سے فیض اٹھا رہے تھے۔ شب و روز گذرتے گئے۔ اور اسی طرح سن سن کر حضرت والد صاحب کی صحبتوں میں حاضر باش رہ کر ہم لوگوں نے تجوید سیکھی۔ لہجے سیکھے۔ مختلف لہجوں میں باہم کر فرق سمجھا۔ اور ان پر عبور حاصل کیا۔ ہم نے باقاعدہ ان سے نہیں سیکھا۔ لیکن حضرت مرحوم نے ہماری تربیت کا جو انداز اختیار کیا اس کی وجہ سے ہم لوگ بغیر سکھلائے سیکھ گئے۔

حضرت مرحوم کی قناعت وخودداری

مالک ارض وسما کی طرف سے آپ کو جو فنی وعلمی وصوتی کمالات مرحمت ہوئے تھے اور جو شخصی وجاہت وطبعی شرافت آپ کی فطرت میں ودیعت کی گئی تھی۔ ان کی وجہ سے آپ کو ہمیشہ محبوبیت کا مقام حاصل رہا۔ آپ کے ارادت کیشوں میں تمام طبقات کے لوگ شامل تھے۔ انہی میں اغنیاء ورؤساء بھی تھے اور زعماء قوم ورؤسا ملت بھی۔ لیکن حضرت مرحوم نے کبھی اپنی خودداری کو سوال وطلب کی مذلت سے آلودہ نہ ہونے دیا۔ فرماتے تھے کہ عبدالمالک کچھ نہیں لیکن وہ مالک کون ومکان کے کلام کا حامل ضرور ہے۔ دنیا دار کے آگے عبدالمالک اگر جھکتا ہے تو یہ اس کی نہیں بلکہ اس عظیم وعزیز کلام کی توہین ہے۔ جس کا وہ حامل وامین ہے۔ اپنی صلبی ومعنوی اولاد کو بھی حضرت مرحوم نے ہمیشہ یہی سکھایا کہ خبردار کبھی تمہاری وجہ سے کلام اللہ کی توہین نہ ہونے پائے۔ ان کی فطرت وتربیت کا یہ پہلو ہم سب کے لئے لائق تقلید ہے اور ان کی زندگی کے بیشتر واقعات اس حقیقت مذکور پر شاہد عدل ہیں۔

قرآن کریم کے ساتھ ان کا شغف

کلام اللہ کے ساتھ ان کا تعلق ضرب المثل تھا۔ مثالی مسلمان کی مومنانہ صفات، مضبوط ناقابل شکست عقیدہ توحید۔ صبر وقناعت۔ پختگی کردار، راست بازی یہ ان کی فطرت کا بنیادی عنصر تھا۔ لیکن غش وخداع۔ افترا پردازی ودروغ گوئی۔ خوشامد۔ حب جاہ حب مال حسد غیبت۔ کینہ پروری وغیرہ جیسی صفات مذمومہ سے ان کو شدید نفرت تھی۔ اگر

Marfat.com

کبھی کسی کو مذکورہ صفات ذمیمہ سے آلودہ پاتے تو بے انتہا تعجب اور غم اندوہ میں مبتلا ہو جاتے اور بار بار حیرت سے پوچھتے کہ کیا کوئی مسلمان ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کیا کوئی اسلام کا دعویدار دروغ گو و افتراء پرداز بھی ہو سکتا ہے؟ ان کی فطری خوبیوں اور دینی تربیت کا یہ عکس جمیل لاشعوری طور پر ان کی اولاد و تلامذہ میں بھی منتقل ہوا۔

قرآن کریم کے ساتھ ان کے گہرے شغف کا ایک مظہر یہ بھی تھا کہ قرآن پاک کی تلاوت گویا ان کی غذا روح کا درجہ حاصل کر چکی تھی۔ اپنے تمام دینی دنیوی مشاغل و موانع کے ساتھ ساتھ روزانہ کم و بیش ایک منزل قرآن پڑھنا۔ چلتے پھرتے بھی اٹھتے بیٹھتے بھی یہ ان کی عادت ثانیہ بن چکا تھا۔ اور تہجد کی نماز میں جو معمول تھا۔ وہ ایک الگ موضوع ہے۔ ہم لوگوں کو نیز اپنے تلامیذ کو بھی ان کی یہی نصیحت و ترغیب تھی کہ زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھو حتیٰ کہ یہ تمہارا اوڑھنا بچھونا بن جائے۔ گہری نیند میں بھی اگر زبان سے کچھ کلام نکلے تو قرآن پاک ہی ہو۔ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص رمضان المبارک میں صلوۃ التراویح میں پورا قرآن پاک پڑھ لے اور پھر رمضان المبارک کے بعد روزانہ ایک قرآن پاک زبانی پڑھ لیا کرے ۳ ماہ تک ورنہ کم از کم ایک ماہ تک تو میں اس کو اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ انشاءاللہ وہ قرآن پاک کبھی بھی نہیں بھولے گا۔ آج ہم میں کتنے ایسے حامل قرآن ہیں جو ایک پارہ ہی روزانہ پابندی کے ساتھ پڑھنے کے عادی ہوں۔

حضرتؒ کے یہاں علم اور اہلِ علم کا مقام

حضرت مرحوم کا علماء کرام کے ساتھ محبت و احترام کا تعلق تھا۔ فرماتے تھے کہ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ ملت اسلامیہ کی دینی تربیت اور بصیرت رہنمائی انہی کا حق ہے۔ اپنے اپنے وقت میں حضرت ابوالحسن علی ندوی مدظلہ حضرت قاری طیب صاحبؒ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت العلامہ احمد علی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کیمبلپوری۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ۔ حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولینا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر ملت

Marfat.com

کے ساتھ حضرت ان کی عالمانہ شان کی وجہ سے مرحوم کے خصوصی مراسم تھے، اسی طرح اپنے تلامذہ میں جو حضرات اہلِ علم تھے۔ حضرت مرحوم ان کی خاص رعائت فرماتے تھے۔ حضرت قاری غلام النبی صاحب ایرانی۔ مولینا راز محمد صاحب قندھاری۔ مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی۔ مولینا قاری حسن شاہ صاحب مولانا حکیم عبدالحکیم صاحب فیض باغ والے رحمۃ اللہ علیہ قاری عبدالوہاب صاحب مکی قاری حضرت حامد میاں صاحب و دیگر تلامذہ پر جو اہل علم تھے حضرت مرحوم کی خصوصی توجہ تھی۔ اس عاجز و ناکارہ کو اکثر احساس دلاتے کہ حامل قرآن کو مکمل عالم بھی ہونا چاہیئے اگر صرف عالم ہو اور تجوید سے نابلد ہو تب بھی نقص موجود رہے گا۔ قرآن کی ادا صحیح نہ ہونے کی وجہ سے بہت ممکن ہے کہ اس کی نماز میں خلل واقع ہو جائے پھر امام ہونے کی حالت میں اس کے مقتدی حضرات کی نمازیں بھی معرض خطر بن گئیں۔ اور اگر صرف حافظ قاری ہو۔ عالم دین نہ ہو۔ تب بھی خطرہ باقی ہے۔ اس بڑے نقص کی وجہ سے ایسے قاری کے کردار میں وہ گہرائی اور گیرائی پیدا نہ ہو سکے گی۔ جو ایک حامل قرآن کا وصف ہونا چاہیئے۔ کاش آج کے اہل علم قرآن کریم کی ادا صحیح کرنے کی طرف متوجہ ہوں اسی طرح حفاظ و قراء کرام علم نافع کے حصول میں سرگرداں ہو جائیں۔ تاکہ ہر عالم دین، بہترین قاری بھی ہو اور ہر قاری و حافظ۔ زیورِ علم سے پوری طرح آراستہ ہو اور امتِ مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکے۔ آمین۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ مطالعہ کتب کے بیحد

رسیا تھے۔ ہر روز ان کو سونے سے پہلے علمی کتب کا مطالعہ ان کے معمولات میں داخل تھا گھر میں خاصا بڑا ذخیرہ کتب تھا، میں نے تقریباً ہر کتاب میں اندرونی صفحات پر کبھی بین السطور، کبھی حاشیہ پر ان کی لکھی ہوئی عبارات بچشم خود ملاحظہ کی ہیں۔ فن قرأت پر بیحد نادر کتب اور قلمی مخطوطات حضرتؒ کے ذاتی کتب خانہ میں موجود تھے جو حضرتؒ کے مطالعہ سے گذرے تھے آج ضرورت ہے اس امر کی کہ فن سے وابستہ اصحاب مطالعہ کتب کی عادت کو اپنے استاذ مرحوم کی طرح اپنائیں کہ اس کے بغیر فن پر مضبوط گرفت اور توسع علمی کا حصول امر محال ہے۔

Marfat.com

حضرت مرحوم ہند میں عربی لہجوں کے مؤسس کی حیثیت سے :

حجاز مقدس میں سالہا سال گذارنے اور وہاں کے علمی سرچشموں سے پوری طرح سیراب ہونے کے بعد حضرت مرحوم عربی طور طریقوں کو اپنائے ہوئے بے تکان فصیح عربی بولتے ہوئے اور اللہ کے کلام کو اقراء والفرقان بلحون العرب واصواتھم کی عملی تفسیر بنے ہوئے جب وارد ہند ہوئے تو بہت تھوڑے عرصہ میں اسلامیان ہند کے دل کو مسخر کر چکے تھے۔ تمام معروف عربی لہجے اور حجازی الحان گویا ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ حسینی۔ حجازی۔ مصری۔ مایہ۔ حرب۔ محطہ عشتاقی۔ دوکا سیکا وغیرہ لہجوں پر پورا عبور ہی نہیں۔ بلکہ ان لہجوں کی باریکیوں پر گہری استادانہ نظر تھی عام طور پر قرأت کی ابتداء حسینی لہجہ سے ہوتی۔ دھیمی آواز سے شروع کرنے کے بعد بتدریج لہجہ کے اتار چڑھاؤ۔ اس کے مختلف مراتب کی بندشیں۔ آہستہ آہستہ آواز میں جوش وخروش پیدا ہوتا جاتا حتیٰ کہ آواز اپنے نقطہ عروج تک جا پہنچتی۔ اس کے بعد اچانک حجازی لہجہ کو تلاوت میں اس ناقابل بیان خوبصورتی کے ساتھ پیوست کرتے کہ سننے والا وجد میں آجاتا اس کے فوراً بعد مرکزی لہجہ "حسینی" میں واپس آجاتے پھر جو آواز بلند ہوتی تو مصری لہجہ کی مست کن اٹھان کانوں میں رس گھولتی۔ سیدھی دل پر مار کرتی کہ سننے والوں کی بے ساختہ چیخیں نکل جاتیں اس عاجز وناکارہ نے مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے سالانہ جلسوں میں متعدد سامعین کو حضرت کی قرأت کے دوران وجد میں آتے اور اونچے چبوترہ سے وجدانی کیفیات میں نیچے گرتے دیکھا ہے لہجوں پر ماہرانہ گرفت کے علاوہ جو چیز حضرت کو ان کے ہم عصروں سے ممتاز کرتی تھی وہ آیات قرآنیہ کے معانی ومفاہیم کے مطابق آواز کے اتار چڑھاؤ کا کمال تھا۔ جس میں حضرت کا کوئی ثانی نہ تھا۔ نعمائے جنت والی آیات کی تلاوت کے دوران لہجہ وآواز سے اشتیاق وطلب کی کیفیات محسوس ہوتیں عذابہا جہنم والی آیات اسی طرح عتاب وغضب والی آیات کی ادا کا انداز عتاب وغضب کی کیفیات کا مظہر ہوتا۔ کفار ومشرکین واعداء الدین سے جہاں خطاب ہوتا۔ زجر وتوبیخ والی کیفیات سامنے آجاتیں۔ الغرض ان کی تلاوت کیا تھی۔ عطر بیز پھولوں کا گلدستہ تھی۔

Marfat.com

یہی وجہ تھی کہ آپ کو قبولِ عام حاصل تھا کسی بھی جلسہ میں آپ کا نام اس جلسہ کی کامیابی کی ضمانت سمجھا جاتا تھا، کتنا ہی بڑا مجمع ہوتا۔ جب آپ تلاوت کا آغاز فرماتے مجمع کو سانپ سونگھ جاتا تمام لوگ ہمہ تن گوش بن کر انصات و استغراق کا پیکر بن جاتے۔ آپ کی آواز کے نشیب و فراز کے ساتھ ساتھ محسوس کرتے کہ ان کی روح بھی فضاؤں میں محوِ پرواز ہے اور سارا مجمع گریہ کناں ہو جاتا۔ آپ کی تلاوت کے بعد کسی کو پڑھنے کی جرأت نہ ہوتی۔ خلاصہ یہ کہ غیر منقسم ہندوستان میں عربی لہجوں کو متعارف کروانا، اور مقبول بنانا اس کا سہرا آپؒ کے اور آپ کے برادر بزرگ حضرت قاری عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے۔

نصف صدی تک یہ دونوں عندلیب نغمہ زار رہے اور ان چراغوں سے بے شمار چراغ روشن ہوئے۔ آج شہر شہر قریہ قریہ میں ان کے شاگرد یہ قرآنی عندلیب اپنی دل موہ لینے والی قرأتوں سے قلوب کو مسحور کیے ہوئے ہیں۔

اسی طرح قرأت سبع و عشرہ کے میدان میں بھی ان دونوں بزرگوں کی خدمات قابلِ ناقابل فراموش ہیں۔ جن کے خوشہ چین اپنی اپنی جگہ شیخ القراء بنے ہوئے ہیں۔

حضرت قاری صاحبؒ نے حضرت تھانویؒ سے پوچھا۔ خلش رہتی تھی کہ جب کبھی طبیعت حاضر ہو اور اچھا پڑھا جائے تو سننے والوں کے کیف کو محسوس کر کے ان کی طبیعت میں حظ پیدا ہوتا ہے، کہیں یہ ریا میں تو داخل نہیں ہے اپنی اس خلش کو اپنے مرشد حضرت تھانویؒ کے سامنے خط لکھ کر ظاہر کیا اور ان سے رہنمائی چاہی حضرت نے اپنے معمول کے مطابق اسی خط پر چند سطروں میں جو جواب دیا "آپ کا خط ملا۔ آپ کی اس خلش سے خوشی ہوئی، پیش کردہ سوال کے جواب میں یہ ہے کہ پڑھنے سے پہلے یہ خیال باندھیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے پڑھ رہا ہوں، دورانِ تلاوت یہ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کو سنا رہا ہوں اور وہ متوجہ ہو کر سن رہے ہیں، اختتامِ تلاوت پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں کہ اے اللہ! اس تلاوت میں آپ کی رضا کے علاوہ جو اور جذبے پیدا ہو گئے ہوں ان کو معاف فرما کر قبول فرمائیں۔ امید ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے۔ اس خیال سے تلاوت کو ترک نہ کریں کہ اس میں ریا کا شائبہ داخل ہو گیا ہے کہ یہ وسوسہ شیطانی ہے۔ اور ترکِ عمل کا ایک لطیف حیلہ"۔

Marfat.com

از: قاری محمد شریف

استاذ مکرّم

امابعد۔ یوں تو غالباً بلکہ یقیناً حضرت کا ذکر خیر پہلے بھی سنا ہوگا اس لئے کہ میرے اس وقت تک کے دونوں اساتذہ حضرت حافظ قاری خدا بخش صاحب کانھوی مرادآبادی مدظلہ العالی اور حضرت حافظ قاری کریم بخش صاحب شاہجہانپوری مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو ہی کے سند یافتہ اور وہاں کے فضلا میں سے تھے۔ لیکن آپ سے کسب فیض واستفاضہ کا شوق اس وقت کچھ زیادہ ہی موجزن ہوگیا۔ جب حضرت مولینا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کے ایک مرید خاص بلکہ غالباً خلیفہ مجاز حضرت مولانا حکیم پیر عبدالخالق صاحب ساکن ٹانڈہ ضلع ہوشیارپور مشرقی پنجاب نے ایک روز دوران گفتگو میں فرمایا کہ یہاں اپنی تعلیم مکمل کرلو تو پھر تمہیں لکھنو میں قاری عبدالمالک صاحب سے مزید استفادہ کیلئے بھیج دیا جائے گا اور ان سے تمہاری سفارش کردی جائے گی۔ پھر جوں جوں سبعہ کا مروجہ نصاب قریب الاختتام آتا گیا توں توں اساتذہ کے مابین سوال ابھرنے لگا کہ امتحان کن کو دلوایا جائے اس لئے کہ یہ وہ زمانہ تھا کہ ہر عام وخاص تو درکنار اچھے اچھے اور شہر کے ممتاز قراء بھی اپنے آپ کو سند فراغت دینے اور بالخصوص ممتحن کی حیثیت سے کسی کو سند پر دستخط کرنے کی ہمت نہیں کرتے تھے اور ایک طرح کی بے ادبی سمجھتے تھے۔ اس لئے مسئلہ یہ زیر بحث تھا کہ آیا اس کو امتحان کے لئے سہارنپور میں حضرت قاری عبدالخالق صاحب کی یا دیوبند میں حضرت قاری محمد حفظ الرحمٰن صاحب کی یا لکھنو میں حضرت قاری عبدالمالک صاحب کی خدمت میں بھیجا جائے: تاآنکہ رجب ۱۳۶۲ھ شروع ہوگیا اور ادھر باہمی گفت و شنید میں بالآخر یہی طے پایا کہ میں امتحان لکھنو جاکر حضرت قاری عبدالمالک صاحب ہی کو دوں۔ اس لئے کہ حضرت قاری صاحب متحدہ ہندوستان کے سب سے بڑے مدرسہ

Marfat.com

کے سب سے بڑے اُستاذ ہونے کے علاوہ اس ادا اور عربیت میں بھی انفرادی مقام پر ہونے کی وجہ سے امتیازی شہرت کے مالک بھی ہیں۔ ان دو خصوصیتوں کے علاوہ ایک تیسری بڑی اور اہم خصوصیت آپ کی یہ بھی تھی کہ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے شیخ القرا حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحبؒ سے آپ کو براہ راست شرف تلمذ حاصل تھا اور اس وقت اس شرف میں آپ کے ساتھ غالباً پورے ہندوستان میں آپ کے بڑے بھائی قاری عبدالخالق صاحب کے علاوہ اور کوئی شریک نہیں تھا۔ الغرض مقررہ تاریخ میں تقریباً شام کے چھ بجے کلکتہ ایکسپریس میں لکھنو جانے کے لئے سوار ہوا۔ یاد پڑتا ہے کہ بھیڑ کی وجہ سے سہارنپور تک کھڑے کھڑے ہی جانا پڑا (جو تقریباً امرتسر سے آٹھ گھنٹے کا سفر ہے)

گرمی کا موسم تھا غالباً جون یا جولائی کا مہینہ تھا۔ قصہ مختصر اگلے روز دوپہر کو تقریباً ایک بجے انیس گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد لکھنو پہنچا اسٹیشن سے مدرسہ تقریباً چار میل کے فاصلے پر ہے۔ تانگے عام مل جاتے تھے۔ مدرسہ کی گلی میں جب داخل ہوا تو یاد پڑتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت قاری عبدالمعبود صاحبؒ کے تلمیذ خاص اور معین قاری محمد الطاف صاحب کی آواز کانوں میں پڑی۔ وہ کسی شاگرد کو سورہ غافر کے چھٹے رکوع (اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) کی مشق کرا رہے تھے میں تلاوت سنتے ہی مبہوت سا ہو گیا۔ اللہ اللہ کیسی اچھی آواز ہے اور پھر لہجہ بھی کتنا ہی پیارا ہے کہ دل کھنچا جا رہا ہے کیا عالیہ فرقانیہ کے اساتذہ اور طلبہ کی ایسی اچھی آوازیں ہیں۔ تجوید و قراءت کے درجے چونکہ مدرسہ کی بالائی منزل میں تھے اس لئے آواز پورے محلے میں گشت کر رہی تھی۔ ادھر مدرسہ کے سامنے حاجی اصطفا مرحوم کی حنا بلڈنگ میں سے قسم قسم کی عطر کی خوشبوئیں دماغوں کو معطر کر رہی تھیں اور ساری گلی میں معطر ہوائیں چل رہی تھیں۔ آگے بڑھا اور مدرسہ میں داخل ہو کر سب سے پہلے شعبہ جات حفظ کے صدر مدرس حضرت حافظ محمد شفیع صاحب سے ملا اور استاذ محترم حضرت قاری خدا بخش صاحب کا پرچہ جو میرے ہی بارے میں انکے نام آپ نے بھیجا تھا انکو دیا۔ پڑھکر

Marfat.com

خیریت دریافت کی۔ کھانا منگوایا۔ خمیری روٹی اور لکھنؤ کے چٹ پٹے کبابوں نے خوب
خوب مزہ دیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد جب مجھے یہ بتایا گیا کہ حضرت قاری عبدالمالک
صاحبؒ آج ہی پندرہ یوم کی رخصت لیکر علی گڑھ تشریف لے گئے ہیں تو سچ عرض کرتا
ہوں کہ جذبات پر اوس پڑھ گئی اور آرزوؤں کا خون ہوگیا۔ ہائے افسوس جن کی زیارت
اور قراء سننے اور امتحان دینے کے لئے اتنا لمبا سفر کرکے سخت گرمی کے موسم میں یہاں
آیا ہوں انہی کی حسن صحبت سے محروم ہوں حالات ایسے نہ تھے کہ میں پندرہ روز تک قیام
کرسکتا اس لئے یہ طے پایا کہ امتحان حضرت قاری عبدالمعبود صاحبؒ کو دیا جائے کیونکہ قاری
صاحب موصوف قاری عبدالمالک صاحب کے بعد مدرسہ کے سب سے بڑے استاذ
اور قاری صاحب کے معاصر ہیں شام ہوچکی تھی چھٹی کا وقت بالکل قریب تھا اس لئے امتحان اگلے
روز پر ملتوی ہوا اور میرے ٹھہرنے کے لئے مدرسہ کی مسجد میں انتظام کر دیا گیا ادھر یہ ہوا کہ مغرب
کی نماز پڑھانے کے لئے جب حضرت حافظ قاری مقری حضرت نذر صاحبؒ کے چھوٹے
صاحبزادے رجو آگے چل کر طیبہ میں میرے شریک درس بنے انہوں نے تکبیر کا اللہ اکبر کہا تو دل
اور بھی زیادہ مسرتوں سے معمور ہوگیا۔ قاری محمد شاہد صاحبؒ کا عین شباب کا زمانہ تھا اللہ
نے آواز نہایت سریلی عطا فرمارکھی تھی پڑھنے میں عربیت ایسی آواز اور لہجہ میرے سننے
میں اس سے پہلے غالباً نہ آیا تھا کیونکہ ریڈیو اس وقت خال خال ہی تھے ذرائع ابلاغ بہت
کم تھے اور تھے بھی مالداروں ہی کے گھر میں اور غریب طالب علم کی ریڈیو تک رسائی ہونے
کے امکانات بہت کم تھے اس لئے قراء مصر کی تلاوت سننے کا موقعہ ہی نہ آیا تھا۔ الغرض تکبیر
اور ثنا کے بعد قاری محمد شاہد صاحب نے جب آواز اٹھا کر اسی لہجہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنی
شروع کی۔ تو سفر کی صعوبت بھول گیا اور یہ سوچ کر خوش ہو رہا تھا کہ بہت اچھا ہوا جو میں یہاں
آگیا اللہ ان قاریوں کی آوازوں اور لہجوں میں یہ جادو کا اثر ہے حالانکہ لکھنؤ سے باہر ان
کی کوئی خاص شہرت بھی نہیں تو حضرت قاری عبدالمالک صاحب جن کی حسن ادا اور عربیت

Marfat.com

کا سارے ہندوستان میں ڈنکا بج رہا ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ حضرت قاری صاحب نے مہبط وحی مکہ مکرمہ میں دس سے بیس برس تک کی عمر میں یعنی پورے دس سال تک مشق کی تھی) وہ کس طرح کا پڑھتے ہوں گے۔ اور ان کے پڑھنے میں کس درجہ کا سوز ہوگا رہ رہ کر افسوس ہوتا کہ ہائے دو چار روز پہلے کیوں نہ پہنچ جاتا کہ قاری صاحب کی زیارت نصیب ہو جاتی اب پندرہ روز کیسے ٹھہروں۔ غربت اجازت نہیں دیتی اس کے علاوہ مسافرت اور اجنبیت بھی دو ہفتے کا قیام کرنے سے مانع ہیں۔ قصہ مختصر اگلے روز حسب طے شدہ پروگرام حضرت قاری عبدالمعبود صاحب کو روایت حفص اور قراءات سبعہ دونوں چیزوں کا ایک دم اور غالباً ایک ہی مجلس میں امتحان دیا۔ یاد پڑتا ہے۔ کہ روایت حفص کے امتحان کے سلسلہ میں ترتیل میں سورہ قیامہ اور حدر میں چھوٹی بنی اسرائیل یعنی سورہ بقرہ کا پانچواں رکوع سنایا۔ ممتحن گرامی نے تجوید کی کتاب کا امتحان اس طرح لیا کہ حدر میں سناتے ہوئے رکوع میں ہی مسائل کا اجرا کرایا اور بس۔ کسی کتاب کی عبارت کے بارے میں غالباً کچھ نہیں پوچھا۔ ادھر سبعہ کے امتحان کے سلسلہ میں اجراء کے سلسلہ میں سورۃ بقرہ کی پہلی آیتیں یا غالباً سورہ نساء کی پہلی آیت سنانے کی فرمائش کی۔ اجراء تو بحمد اللہ تعالیٰ صحیح صحیح سنا دیا لیکن کتاب میں بالکل فیل تھا باب الادغام الکبیر کے چند اشعار کا ترجمہ تو پھر بھی ٹوٹا پھوٹا بتا دیا مگر دیباچہ کے اشعار کا ترجمہ کرنے سے بالکل ہی قاصر رہا۔ بڑی ندامت ہوئی اور افسوس بھی ہوا اور اندیشہ بھی ہوا کہ کہیں فیل نہ کر دیا جاؤں کیا منہ لیکر جاؤں گا۔ مگر حضرت قاری صاحب نے حد درجہ کی شفقت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اگرچہ تم کتاب میں بہت کمزور ہو لیکن چونکہ اجراء ٹھیک سنایا ہے اور آئے بھی دور دراز کا سفر کر کے ہو اس لئے ہم تمہیں پاس کئے دیتے ہیں یہ سن کر دل باغ باغ ہو گیا اور خوشی کی لہر دل میں دوڑ گئی۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد پھر میں استاد محترم حضرت حافظ قاری خدا بخش صاحب کا پرچہ لیکر حنا بلڈنگ کے مالک اور اصغر علی، محمد علی کے عطر کے کارخانے اور حنا بلڈنگ کے مالک جناب حاجی اصطفا خان صاحب کے منجھلے

Marfat.com

صاحبزادے اور قرآن مجید کے سچے عاشق باوجود رئیسانہ ٹھاٹھ باٹھ رکھنے کے بڑائی اور عجب سے یکسر معرا حضرت حافظ قاری احمد علی صاحب کی خدمت میں پہنچا آپ نے پرچہ پڑھکر حضرت قاری صاحب کا حال دریافت کیا۔ درخواست کرنے پر بغیر کسی لیت ولعل اور عذر معذرت کے قرآن سنانا شروع کر دیا غالباً سورہ طٰہٰ کا پانچواں رکوع وقد قال لھم ھارون کی تلاوت فرمائی۔ اللہ اللہ ایں ہمہ خانہ آفتاب است لکھنو کے قرا سارے ہی ایک سے ایک بڑھ کر ہیں قاری احمد علی صاحب میرے چچا استاد ہوئے ہیں کیونکہ آپ بھی حضرت قاری خدابخش صاحب قاری کریم بخش صاحب قاری عبدالشکور صاحب ہی کی طرح قاری محمد صدیق صاحب کے ہی شاگرد تھے اس لئے بلا ہچکچاہٹ درخواست کی کہ جتنے دن میں یہاں ہوں مجھے مشق کرا دیا کریں جو آپ نے بخوشی منظور فرمالی جتنے روز لکھنو میں رہا مشق کرتا رہا۔

حسینی لہجہ میں۔ ادھر پندرہ روز گذرنے کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ نے مزید پندرہ روز کی رُخصت منگوا بھیجی ہے۔ اگرچہ امتحان تو میں دے چکا تھا لیکن قاری صاحب کی قرأت سننے کا شوق دل میں غایت درجہ کا موجزن تھا اور ادھر قاری احمد علی صاحب سے چونکہ مشق شروع ہو چکی تھی۔ اس لئے طبیعت کچھ لگ گئی لیکن جب قاری صاحب نے دوبارہ چھٹی منگوا بھیجی تو پھر ٹھہرنا بہت ہی گراں گزرنے لگ گیا یاد پڑتا ہے بیس بائیس روز کے بعد واپس امرتسر آگیا۔ اپنے اساتذہ کو یہ سارا ماجرا سنایا وہ خوش ہوئے کہ ہمارا طالب علم کامیاب ہوکر آیا ہے اور بات تھی بھی خوش ہونے کی۔

ان دنوں قرأت سبعہ کی تحصیل اور عالیہ فرقانیہ کے چوٹی کے استاد اور استاذالاساتذہ کی توثیق کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اس لئے یہ اعزاز جہاں میرے لئے مسرتوں کا باعث تھا۔ وہاں میرے اساتذہ کے لئے بھی یقیناً شادمانیوں کا سبب تھا۔ اثنائے گفتگو میں میں نے جب حضرت قاری خدابخش صاحب کے سامنے یہ بیان کیا کہ حضرت

Marfat.com

قاری عبدالمعبود صاحب نے فرمایا تھا کہ شاطبیہ تو تم پڑھ ہی چکے ہو اب اگر مجھ سے کچھ پڑھنا ہے تو طیبہ پڑھو مگر میں نے اس پر آمادگی ظاہر نہیں کی تھی تو استاد صاحب کو قدرے ملال ہوا اور فرمایا کہ تم نے غلطی کی ہے ہاں کر لینی چاہیئے تھی اور ضرور کرنی چاہیئے تھی ایسا موقعہ پھر کہاں ہاتھ آئے گا کہ اتنا بڑا استاد تمہیں خود طیبہ پڑھانے پر تیار ہو گیا ہے پھر طیبہ ہے بھی نصاب سے اوپر کی کتاب کیونکہ عالیہ فرقانیہ میں عشرہ والوں کو صرف درہ ہی پڑھایا جاتا تھا۔ ادھر یہ ہوا کہ قاری خدابخش صاحب نے میری رائے معلوم کیئے بغیر از خود ہی حضرت قاری عبدالمعبود صاحب کو خط لکھا کہ اگر آئندہ سال محمد شریف آپ کی خدمت میں طیبہ کے لئے حاضر ہو تو کیا آپ اس کو قبول فرمالیں گے چونکہ طیبہ عالیہ فرقانیہ کے نصاب میں نہیں تھی اس لئے اس کے پڑھانے کے لئے وقت بھی حضرت قاری صاحب کو علیحدہ دینا پڑتا تھا لیکن اس کے باوجود حضرت قاری عبدالمعبود صاحب نے فرمایا کہ بھیج دیں میں انشاء اللہ پڑھا دیا کروں گا ادھر میں ایک تو اپنے اعزہ اقارب اور اپنے احباب سے اور کچھ اپنے حالات اور غربت وغیرہ کی وجہ سے دوبارہ لکھنو جانے کے بارے میں تامل کر رہا تھا اور دوسری وجہ تامل کی یہ ہوئی کہ ادھر میں امتحان دے کر امرتسر پہنچا اور ادھر حضرت مولانا سید عطاءاللہ شاہ صاحب بخاری کی وساطت سے ملتان میں پڑھانے کے لیے ایک جگہ کی پیش کش ہو گئی ایک طرف استاد بن جانے کا اعزاز تنخواہ اور اچھا کھانا پینا اور دوسری طرف دور دراز کا سفر اعزہ اور دوسرے احباب سے دوری غربت اور مسافرت اور دوران تعلیم میں اخراجات کا فقدان کبھی ملتان کی طرف دل مائل ہوتا تو کبھی لکھنو کی یاد اپنی طرف کھینچتی، اگرچہ میرے بعض اساتذہ کی رائے بھی یہی تھی کہ اب میں سلسلہ تعلیم کو ختم کر دوں اور اسی کو اختیار کر لوں۔ لیکن حضرت قاری خدابخش صاحب جن سے میں نے الحمد سے لے کر والناس تک حفظ کرنے کے علاوہ تجوید کے بھی ابتدائی استاد میرے وہی تھے اور نہ صرف یہ قرآن مجید کا مطالعہ کرتے حضرت شاہ

Marfat.com

رفیع الدین صاحب کا ترجمہ حضرت اشرف علی صاحب تھانوی کا ترجمہ اور حضرت شیخ الہند کا ترجمہ یہ اور ان کے علاوہ بعض دوسرے تراجم بھی زیر مطالعہ رہتے۔ ان سب کو سن کر جس ترجمہ میں جو لفظ آسان سے آسان تر ہوتا مجھے وہی بتاتے۔ اس طرح بحمد اللہ تعالیٰ پورے کے پورے قرآن کا لفظی ترجمہ بھی مجھے ازبر ہوگیا اور ایسا ازبر ہوا کہ قرآن مجید کی عبارت پڑھے بغیر صرف ترجمہ ہی ترجمہ کئی کئی رکوعات کا کرتا جاتا (مگر افسوس کہ اب سب کچھ بھول چکا ہے) ترجمہ ختم کرانے کے بعد آپ نے مجھے شیخ بڈھے کی مسجد میں حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب ہزاروی کی خدمت میں عربی فارسی پڑھنے کے لئے چھوڑ دیا۔ تین چار سال تک حضرت مولانا سے استفادہ کرتا رہا۔ اس تفصیل کا بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ حضرت قاری خدابخش صاحب کو مجھ پر غایت درجہ کی شفقت تھی۔ اور وہ چاہتے تھے کہ میں کچھ بن جاؤں اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ میری خواہش یہ ہے کہ امرتسر کا کوئی لڑکا بن جائے۔ ان وجوہ کی بنا پر انکا نہ صرف مشورہ بلکہ اصرار تھا کہ میں آئندہ سال لکھنؤ ہی جاؤں اور مدرسی کا خیال فی الحال ترک کر دوں۔

ادھر حضرت قاری عبد الشکور سائیس پوری ایک روز کمپنی باغ کی سیر کے لئے مجھے ساتھ لے گئے اور سارا راستہ یہی سمجھاتے رہے کہ مدرسی اور تنخواہوں کے لئے ساری عمر پڑی ہے مگر علم کے حاصل کرنے کا موقعہ پھر نہیں ملے گا۔ اس لئے تمہیں مزید ایک سال کے لئے لکھنؤ ضرور جانا چاہیئے قصہ مختصر آئندہ سال ذی قعدہ کی کسی تاریخ میں لکھنؤ روانہ ہوگیا چونکہ چار ماہ پیشتر ایک دفعہ تقریباً تین ہفتے میں یہاں گذار گیا تھا اور اس عرصہ میں مدرسہ کے اکثر اساتذہ سے میں متعارف ہوگیا تھا۔ اس لئے اس مرتبہ میرے لئے لکھنؤ میں اجنبیت نسبتاً کم تھی۔ اس کے علاوہ چونکہ قاری محمد شاہد صاحب جو مدرسہ کے سامنے والی مسجد میں جہری نمازوں کے امام تھے اور وہ میرے ساتھ شریک درس ہوگئے اس لئے مجھے مسجد میں ٹھہرنے کی نہ صرف یہ کہ اجازت ہی مل گئی بلکہ میں ان لوگوں کے ساتھ کچھ اس طرح

Marfat.com

گھل مل گیا گویا کہ ان کے ساتھ میری پہلے ہی سے جان پہچان تھی۔ پورے کوائف لکھوں تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا اس لئے مقصد کی بات کی طرف آتا ہوں طیبہ کا سبق شروع ہو گیا۔ مگر چونکہ وہ کتاب مدرسہ کے نصاب میں داخل نہیں تھی۔ اس لئے حضرت قاری صاحبؒ عام طور پر مدرسہ کے خارج وقت میں ہی پڑھایا کرتے تھے۔ کبھی فجر کی نماز کے بعد کمپنی باغ میں اور کبھی دوپہر کی چھٹی کے بعد گھر پر ترتیب پوری طرح تو ذہن میں نہیں غالباً یہ ایسا ہوگا کہ گرمیوں میں تو فجر کی نماز کے بعد کمپنی باغ میں پڑھاتے ہوں گے اور سردیوں میں دوپہر کے وقت گھر پر واللہ علم۔ ادھر طیبہ کا سبق شروع کر دیا اور ادھر استاد محترم حضرت قاری احمد علی صاحب سے مشق شروع کر دی۔ صبح نو دس بجے کے قریب قاری صاحب کے مکان پر پہنچ جاتا آواز دینے پر نوکر بیٹھک کا دروازہ کھول دیتا اور میں اس میں بچھے ہوئے تخت پوش پر بیٹھ کر ترتیل میں تلاوت شروع کر دیتا جوانی کا زمانہ تھا بہت سے بہت بائیس ساڑھے بائیس سال کی عمر ہو گی۔ یاد پڑتا ہے کہ بعض دفعہ پورا پورا سپارہ بلند آواز کے ساتھ مشق کر جاتا پھر قاری صاحب نیچے اترتے اور وہ بھی تین تین چار چار بلکہ بعض دفعہ پانچ پانچ رکوع کہلا جاتے کبھی حسینی میں کبھی میں کبھی مصری میں کبھی حجازی میں کبھی محطہ میں کبھی پختہ حجازی (بنجفہ) میں کبھی مایہ میں اور کبھی عشاقی میں کبھی بہت سے لہجوں میں قاری احمد علی صاحب کو صرف یہی نہیں کہ لہجوں پر پوری طرح عبور حاصل تھا بلکہ لہجوں کی تاریخ سے بھی واقف تھے اور فرمایا کرتے کہ یہ لہجہ پہلے اس طرح پڑھا جایا کرتا تھا پھر اس طرح پڑھا جانے لگا اب اس طرح پڑھا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ یاد پڑتا ہے کہ آٹھ ماہ کے عرصہ میں سورہ بنی اسرائیل کے شروع سے ختم قرآن پاک تک سولہ پارے آٹھ لہجوں میں مشق کیے۔ سات لہجے تو ٹوٹے پھوٹے آ گئے البتہ عشاقی نہ آیا اچھی طرح یاد نہیں کہ میں نے کبھی کسی لہجے میں مشق کرانے کی درخواست کی ہو اور آپ نے ٹال مٹول کر دیا ہو۔ جب بھی لہجہ بدلنے کی درخواست کی فوراً اسی لہجہ میں مشق کرانی شروع کر دی حتیٰ کہ ایک روز محطہ میں مشق کرا رہے تھے کہ اسی اثنا میں ایک قاری

Marfat.com

صاحب تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اپنے لئے بھی کچھ رہنے دو گے یا نہیں مگر حضرت قاری احمد علی صاحب نے اس طرف توجہ نہ دی اور محظہ ہی میں مشق کراتے رہے ہیں جب نیا نیا لکھنؤ سے فارغ ہو کر آیا تو کئی سال تک میری یہ حالت رہی کہ تراویح کے سوا پارے میں تقریباً سارے ہی لہجوں میں تھوڑا تھوڑا پڑھ لیا کرتا۔ مگر اب تو وہ دن ہوا ہوئے اب تو کئی سال سے سنانے کا عمل سرے سے متروک ہی ہو گیا ہے چونکہ مجھے اپنے حالات بیان نہیں کرنے بلکہ حضرت شیخ القراء والمقاری حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحبؒ کے بارے میں کچھ لکھنا ہے اس لئے میں اب درمیانی کڑیوں کو چھوڑتا ہوا اصل مقصد کی طرف آتا ہوں میں نے قاری محمد شاہد صاحب کی معیت میں طیبہ کا درس لینا اور قاری احمد علی صاحب سے مشق کرنا تو شروع کر دی لیکن حضرت قاری صاحبؒ سے استفادہ کا شوق بدستور قلب میں موجزن تھا اور اس وقت دل کی سب سے بڑی تمنا یہی تھی کہ کاش جیسے بھی ہو قاری صاحب سے شرفِ تلمذ حاصل ہو جائے فھو المراد۔ لیکن حضرت قاری صاحب سے کچھ عرض کرنے کی مجھے تو کیا اچھے لوگوں کو ہمت اس وقت نہیں ہوتی تھی۔ اسی کشمکش میں دو ڈھائی ماہ گذر گئے بالآخر مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے بالواسطہ درخواست گذار ہی دی جس کی صورت یہ ہوئی کہ قاری صاحبؒ کے تلمیذ رشید اور سابق معین قاری محمد سابق صاحبؒ سے میں نے اپنے دل کی بات کہہ دی اور ان کو درخواست گذارنے کا ذریعہ بنایا۔ دوسرے یا شاید تیسرے روز قاری سابق صاحب نے جواب دیا کہ حضرت قاری صاحب نے فرمایا ہے کہ سالانہ امتحان کے بعد

اب چونکہ سالانہ امتحان ربیع الاول میں ہوا کرتے تھے خدا خدا کر کے امتحانات کے انعقاد کا وقت آیا۔ امتحانات ہوئے سالانہ جلسہ ہوا ان سب مراحل سے گذر جانے کے بعد میں پھر قاری محمد سابق صاحب سے ملا۔ اور اپنی آرزو دہرائی قاری سابق صاحب نے حضرت قاری صاحب سے گفتگو کر کے مجھے اطلاع دی کہ قاری صاحب نے تمہیں فلاں وقت بلایا ہے۔ غالباً دوپہر کی چھٹی کا وقت طے ہوا تھا میں

Marfat.com

ڈرتے ڈرتے اور یاس و آس کی درمیانی کیفیت میں حاضر ہوا. تو ایک آدھ بات جواب یاد نہیں) دریافت فرمانے کے بعد پڑھکر سنانے کے لئے فرمایا یاد پڑتا ہے کہ میں نے سورۃ رحمٰن کے دوسرے رکوع کل من علیھا فان کی چند ابتدائی آیات ڈرتے ڈرتے پڑھ کر سنائیں بات تو کوئی ایسی تھی نہیں. مگر نامعلوم سبب کون سی چیز بنی. مگر مجھے قرینے سے اندازہ ہوگیا کہ میری درخواست منظور ہوگئی ہے. چنانچہ فرمایا کہ تم تو قاری احمد علی سے مشق کرتے ہو اور میرے اور ان کے لہجوں میں فرق ہے. میرے لئے یہ سوال بھی ایک طرح کا امتحانی سوال تھا. مگر اللہ کے فضل سے میری زبان پر معاً یہ جواب آگیا کہ میں آپ کے پاس لہجے سیکھنے کے لئے حاضر نہیں ہونا چاہتا بلکہ میرا مقصد تجوید سیکھنا ہے جواب پسند آگیا۔ فرمایا ٹھیک ہے. کل سے فلاں وقت آجایا کرو. غالباً دوپہر کی چھٹی کا وقت طے ہوا میرے لئے یہ منظوری بڑی خوش آئند تھی اور کیوں نہ ہوتی کہ شروع میں کہیں آیا ہی یہی مقصد لیکر تھا اور میری یہ دیرینہ آرزو تھی. اگرچہ اس وقت تو مجھے یاد نہیں پڑ رہا کہ اس وقت میرے احساسات و جذبات کیا تھے مگر میرا خیال ہے کہ یہی خیالات دماغ کی فرحت و سرور کا سبب بن رہے ہوں گے. کہ اب ایک طرف ہندوستان کے سب سے بڑے قرأت کے مدرسہ کے چوٹی کے استاد سے عشرہ کی سند مل جائے گی اور دوسری طرف ملک کے سب سے بڑے مجود اور امامِ تجوید کے پاس مشق ہو جائے گی۔ اور تیسری طرف استاذ اللحون سے بہت سے لہجے سیکھ لوں گا اور پھر یہ کہ وقت کے سب سے بڑے مجود اور فن ادا کے امام سے اس فن کی نزاکتیں اور نفاستیں اور وہ لطائف حاصل ہو جائیں گے جو کسی دوسری جگہ شاید و باید۔ اور پھر بزعم خویش و خیالِ "بزعم خیش و موجب خیال شیخ چلی" پنجاب جاکر "ہم چو ما دیگر نیست" کا ڈنکا بجا دوں گا لیکن ہنوز کچھ زیادہ دیر نہ گذرنے پائی کہ میری یاس پر پھر آس کی اوس پڑگئی اور مجھے جلدی ہی یہ محسوس ہوگیا کہ میں دونوں کام یعنی طیبہ کا دراسہ اور حضرت قاری صاحبؒ سے استفادہ ایک ساتھ نہ کر سکوں گا جس

Marfat.com

کی ایک وجہ یہ بھی کہ طلبہ بالعموم خارج وقت میں پڑھاتے تھے اور غالباً مشق کا وقت بھی چھٹی کے بعد یا اس کے قریب ہی مقرر ہوا تھا۔ میں شش و پنج میں پڑ گیا۔ ایک طرف طلبہ کی تکمیل اور عشرہ کی سند کا حصول اپنی طرف مائل کر رہا تھا اور دوسری طرف حضرت قاری صاحبؒ سے استفادہ اور اپنی دیرینہ تمنا کا حصول اسے چھوڑ دینے اور اس کو اختیار کر لینے کی ترغیب دے رہا تھا۔ جب مجھے اس بات کا پوری طرح اندازہ ہو گیا کہ دونوں مقصد ایک دم حاصل نہ ہو سکیں گے لامحالہ ایک سے دستبردار ہونا ہی پڑے گا۔ تو اپنے ذہن نارسا نے بھی یہی مشورہ دیا کہ جو کام پہلے سے ہو رہا ہے اسی کی تکمیل کو مقدم رکھنا چاہیئے اور دوسرے مقصد کے حصول کے لئے کسی دوسرے موقع پر چھوڑ دینا چاہیئے ورنہ نہ صرف یہ کہ عشرہ کی سند اور طلبہ کی دراست سے محروم ہونا پڑے گا۔

حضرت قاری عبدالمعبود صاحب رحمٰن سے میں طلبہ پڑھ رہا تھا، کے دل کو بھی ٹھیس پہنچے گی۔ اور ادھر استاد حضرت حافظ قاری خدابخش صاحب نے بھی اپنے مکتوب گرامی میں ایسا ہی کرنے کا مشورہ دیا۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ واقعی الخیر فی ما ... اس وقت کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی۔ کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ جنسے استفاضہ کے لئے میں بے چین و مضطرب تھا۔ میرے گھر میں ہی تشریف لے آئیں گے اور لاہور میں اپنے فیوض کے دریا بہا کر بالآخر اسی شہر کے سب سے بڑے اور سب سے مشہور قبرستان میانی صاحب میں ان کی آخری آرام گاہ ہوگی۔ اگر اس وقت میں طلبہ کی دراست کو ترک کر کے قاری صاحبؒ سے استفادہ کو ترجیح دیتا تو پاکستان بن جانے اور حضرت صاحب کے لاہور تشریف لے آنے کے بعد مجھے کتنا صدمہ ہوتا۔ کیونکہ اس وقت تو صرف چار پانچ ماہ ہی میں استفادہ کر سکتا تھا اور اب کئی سال تک اس خوان سے خوشہ چینی کرتا رہا۔ یہ بات الگ ہے کہ یہی داستان قسمت را ہٗ درمیانی کڑیوں کو ایک طرف ہٹا کر اب میں حضرت قاری صاحب سے اپنے مستقل تعلق کی تاریخ بیان کرتا ہوں۔ اور یہی اصل حصہ ہے اس سارے مضمون کا

Marfat.com

غالباً تقسیم ملک سے دو یا شاید تین سال بعد لاہور میں یہ خبر میرے سننے میں آئی ہے کہ حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ ہندوستان کا قیام ترک کر کے کراچی تشریف لے آئے ہیں (یا شاید لانا چاہتے ہیں) اور انہوں نے شکار پور کی مسجد میں (جو اب طیب مسجد کے نام سے موسوم ہے) تلاوت بھی فرمائی ہے ان دنوں میرے اس پوزیشن میں ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا کہ میں قاری صاحب کے پاکستان میں قیام کے لئے کوئی صورت تجویز کر سکوں یا اس بارے میں کوئی معتد بہ تعاون کر سکوں سوائے تمنا اور آرزو اور خواہش کے۔ مگر اللہ تعالےٰ کو چونکہ قاری صاحب سے پاکستان میں کام لینا منظور تھا۔ اس لئے تھوڑے ہی دنوں کے بعد یہ خبر کان میں پڑی کہ مولانا احتشام الحق صاحب نے قاری صاحب کو اپنے مدرسہ دارالعلوم اشرف آباد (ٹنڈو الہ یار) میں بحیثیت شیخ القراء کے تقرر کر دیا ہے یہ مدرسہ ان دنوں عروج پر تھا اور اس میں وقت کے بڑے بڑے علماء تقریباً سب ہی جمع ہو گئے تھے۔ اور بظاہر یوں لگتا تھا کہ آگے چل کر یہ مدرسہ پاکستان میں دیوبند کی حیثیت اختیار کرے گا چنانچہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب آف بہنودی ضلع کیمبل پور سابق صدر مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور مشہور استاد الحدیث حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی سابق استاد الحدیث ڈابھیل اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری بانی و مہتمم مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن کراچی یہ سب حضرات قاری عبدالمالک صاحب کو اس مدرسہ کا شیخ القراء مقرر کر کے اپنے حسن انتخاب قرآن اور بالخصوص علم تجوید سے محبت اور قدر افزائی کا پورا پورا ثبوت بہم پہنچایا اور صرف یہی نہیں قاری صاحبؒ کی تنخواہ بھی وہی مقرر کی جو ان بڑے بڑے حضرات کی تھی۔ اگرچہ قاری صاحب کی پاکستان میں آمد کی خبر میرے لئے اور نہ صرف میرے لئے بلکہ نامعلوم کتنوں ہی کیلئے ایک انتہائی خوشی اور بڑی مسرت کی حامل خبر تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس کا افسوس بھی یقیناً تھا کہ قاری صاحب ٹنڈو الہ یار کے جنگل میں قیام پذیر ہو گئے ہیں۔ اے کاش کہ آپ کا قیام کراچی یا لاہور ان دو بڑے شہروں میں سے کسی میں ہوتا تو میں سب کچھ چھوڑ کر اپنی دیرینہ آرزو کی تکمیل کرتا۔ مگر

Marfat.com

ٹنڈوالہ یار میں رہنا میرے لئے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ وقت گذرتا گیا نہیں معلوم اس دوران میں کیا کیا خیال آتے رہے اواخر جولائی ۱۹۵۱ء میں میں نے جناب سیٹھی محمد یوسف صاحبؒ کو خط لکھا کہ میں لاہور چھوڑ کر کراچی آنا چاہتا ہوں کیا آپ کی وساطت سے مجھے وہاں کوئی جگہ مل جائے گی۔ سیٹھی صاحب نے مجھے اس طرح خیر مقدم کیا گویا وہ پہلے ہی سے میرے انتظار میں تھے چنانچہ چند ہی روز بعد مجھے خط کا جواب ملتا ہے کہ آپ جلدی کراچی پہنچ جائیں ہم یہاں ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں یہ جواب اور نہ صرف جواب بلکہ دعوت اور دعوت بھی اس انداز میں کہ بہت بڑے مدرسہ کا قیام زیر تجویز ہے اور اس کا نظام تعلیم بھی اس ناکارہ کے مشورہ سے ہی تجویز کیا جائے گا۔ یہ میرے لئے کتنی خوشی اور مسرتوں کی حامل خبر تھی اس کا اندازہ ناظرین شاید نہ کرسکیں۔ اولاً تو کراچی کی رہائش مجھے بہت مرغوب تھی۔ ثانیاً وہاں کے باشندے اکثر دہلی لکھنؤ اور آگرہ جیسے متمدن شہروں کے رہنے والے اور مجھے ان سے طبعی اُنس ثالثاً جناب سیٹھی محمد یوسف صاحب جیسے قرآن کے سچے اور مخلص خادم اور میرے خصوصی محسن و خیر خواہ کی معیت رابعاً ایک بہت بڑے مدرسہ کا قیام اور اس سب کے علاوہ خامساً یہ کہ قاری عبدالمالک صاحبؒ کی صحبت اور معیت کا امکان پھر بھلا میں اس دعوت کو لبیک کیوں نہ کہتا چنانچہ میں نے دو چار یوم میں تیاری مکمل کر لی۔ اور ۱۴ اگست کو کراچی پہنچ گیا ہفتہ عشرہ سیٹھی صاحب مرحوم کے مکان پر قیام کرنے کے بعد جیکب لائن کی مسجد میں حفظ کے لڑکوں کو مشق کرانے پر مقرر ہو گیا ایک ماہ بعد جب مولانا احتشام الحق صاحب سیٹھی محمد یوسف صاحب اور ان کے بڑے بھائی سیٹھی محمد عبداللہ صاحب کے ہمراہ حج پر تشریف لے گئے تو عید کی نماز پڑھانے کے لئے قاری صاحبؒ کو اپنا قائم مقام کر گئے چنانچہ عید سے دو ایک روز قبل قاری صاحب مرحوم جیکب لائن کی مسجد میں تشریف لے آئے اور کم و بیش ایک ہفتہ وہاں قیام کیا۔ آپ کے ساتھ قاری عبدالوہاب صاحب بھی تھے۔ بس اس ہفتہ میں خوب خوب مجلس رہی۔ کیونکہ

Marfat.com

قاری صاحبؒ مرحوم چونکہ مولانا کے مہمان تھے۔ اور میرا کھانا بھی مولانا کے ہاں سے آتا تھا اس لئے کھانے اور چائے پر بھی مجلس ہوتی۔ بس یہ قاری صاحب کے ساتھ مستقل تعلق کی ابتدا یہاں سے ہوئی۔ چنانچہ میں نے انہی دنوں قاری صاحب سے کچھ مشق بھی کی اور اس طرح دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔ ایک ہفتہ قیام کرنے کے بعد قاری صاحب تو واپس ٹنڈو الہ یار چلے گئے مگر میرے دل میں ان سے پڑھنے کا شوق اور بھی زیادہ موجزن ہو گیا۔ حج کا فریضہ ادا کرنے کے بعد یہ تینوں حضرات جب کراچی پہنچے تو اب پھر یہ مسئلہ زیر بحث آنے لگا کہ مدرسہ کہاں قائم کیا جائے۔ سیٹھی صاحب مرحوم کا خیال تھا کہ اس کے لئے ملیر کا علاقہ اچھا ہے کیونکہ وہاں دودھ مکھن بھی اچھا مل جاتا ہے۔ اور آب و ہوا بھی نسبتاً اچھی ہے۔ لیکن میں نے چونکہ شہر دل میں گنجان آبادیوں میں ہی گذاری تھی اس لئے ملیر تو درکنار مجھے جیکب لائن کی رہائش بھی اتنی پسند نہیں تھی۔ بہرحال مختلف اوقات میں یہ مسئلہ زیر بحث آتا رہا میں ملیر جانے پر تیار نہ تھا اور شہر میں کوئی موزوں جگہ ملتی نہیں تھی۔ اس لئے مدرسہ کا قیام عمل میں نہ آسکا۔ ادھر یہ ہوا کہ حضرت قاری صاحبؒ کا ٹنڈو الہ یار سے میرے پاس خط پہنچا کہ مجھے معین کی ضرورت ہے اور میں نے اس کے لئے تمہیں تجویز کیا ہے۔ تنخواہ وغیرہ کا معاملہ مولانا احتشام الحق صاحب سے خود ہی طے کر لو۔ یہ خط اگرچہ میرے لئے ایک طرف خوشی کا پیغام تھا لیکن دوسری طرف یہ بات بھی تھی کہ میں ٹنڈو الہ یار جانا نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ تو بالکل ہی جنگل لاہور اور کراچی کے مقابلہ میں بالکل ہی بیابان تھا اور پھر میں یہ بھی سن چکا تھا کہ حضرت قاری صاحب بھی وہاں مطمئن نہیں ہیں اس لئے میں نے جواباً لکھ بھیجا کہ میں آپ کو کراچی میں ہی بلوانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ کیونکہ یہاں بھی مدرسہ کا قیام زیر تجویز ہے۔ قاری صاحبؒ اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور مجھے لکھا کہ بہت اچھا تم مجھے کراچی میں ہی بلانے کی کوشش کرتے رہو۔ اور میں نے اس میں کوئی خدانخواستہ غلط بیانی یا مبالغہ آمیزی سے کام نہیں لیا تھا بلکہ یہ میری دلی آرزو اور قلبی تمنا تھی حتیٰ کہ

Marfat.com

میں نے سیٹھی صاحب مرحوم سے صاف صاف کہدیا تھا کہ میں سوائے قاری صاحبؒ کے اور کسی کا معین نہیں بنوں گا خواہ کوئی عرب ہی کیوں نہ ہو چنانچہ انہی دنوں موصل کے ایک عرب قاری سید حیدر الجوادی کا تقرر بھی عمل میں لایا گیا۔ اور میری طرح وہ بھی جیکب لائن کی مسجد میں مشق پر مامور ہوئے۔ موصل کے قاری صاحب انتہائی خوش اخلاق بلند کردار اور عرب کی تمام صفات اپنے اندر لئے ہوئے تھے۔ عربی اتنی فصیح بولتے تھے کہ میں نے تو شاذ ہی ایسا کوئی دوسرا آدمی نہیں سنا۔ ادب کی مشہور کتابوں کی عبارتیں انہیں زبانی کی زبانی یاد تھیں اگر سال دو سال میں ان کے ساتھ رہ جاتا تو مجھے عربی بہت اچھی بولنی آ جاتی چنانچہ میں جب ٹوٹے پھوٹے جملے ان کے سامنے بولا کرتا تو میری تصحیح کیا کرتے مگر جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ وہ اردو بالکل نہیں سکتے تھے اور پڑھنے والے عربی نہیں بول سکتے تھے اس لئے دو ماہ کے بعد سیٹھی صاحب مرحوم نے ان سے معذرت کر لی۔ اور بہت ممکن تھا کہ قراءت کا بہت بڑا مدرسہ کراچی میں قائم ہو ہی جاتا سیٹھی صاحب مرحوم روپیہ خرچ کرنے پر آمادہ بھی تھے اور چاہتے تھے لیکن چونکہ اللہ کو اس وقت مدرسہ کا قیام کراچی میں منظور نہیں تھا۔ اس لئے پانچ ماہ گذرنے کے بعد میں لاہور واپس چلا آیا اور مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار میں ۲۳ جنوری ۱۹۵۲ء کو شعبہ تجوید کی خدمت میرے سپرد کر دی گئی کچھ دنوں بعد یہ خبر کان میں پڑی کہ دار العلوم اسلامیہ پرانی انار کلی لاہور کے مہتمم جناب قاری سراج احمد صاحبؒ حضرت قاری صاحب کو اپنے مدرسہ میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہ خبر صحیح ثابت ہوئی اور محرم ۱۳۷۲ھ میں حضرت قاری صاحب دار العلوم اسلامیہ میں تشریف لے آئے اور اس طرح میری دیرینہ آرزو پوری ہونے کی امید بن گئی میں ان دنوں آسٹریلیا بلڈنگ میں رہائش پذیر تھا۔ صبح ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر پہلے دار العلوم جاتا اور استفادہ کرنے کے بعد پھر وہاں سے تجوید القرآن پہنچتا لیکن آگے چل کر جب دن بہت چھوٹے ہو گئے تو پھر نظام اوقات بدلنا پڑا

Marfat.com

چنانچہ اب میں آسٹریلیا بلڈنگ سے سیدھا تجوید القرآن جاتا اور وہاں عصر تک کام کرنے کے بعد حضرت قاری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ ان دنوں سینٹرل ہوٹل انارکلی کی بالائی منزل میں رہائش پذیر تھے اور پھر وہاں سے مغرب تک گھر پہنچتا مگر کچھ دنوں بعد قاری صاحب کی رہائش بدل گئی اور آپ دارالعلوم میں ہی قیام پذیر ہو گئے تو پھر میں استفادہ کے لئے دارالعلوم جانے لگ گیا۔ حالانکہ قاری صاحب کا دارالعلوم کی انتظامیہ سے معاملہ طے یہ ہوا تھا کہ صرف صبح کے چار گھنٹے میں کام کیا کریں گا۔ اور بس۔ لیکن مجھے آپ ظہر کے بعد یا شاید عصر کے بعد وقت دیتے اور باوجود بڑھاپے کے میرے ساتھ محنت فرماتے۔ یاد پڑتا ہے کہ بعض دفعہ بڑے بڑے دو دو رکوع مشق کرا دیتے۔ حالانکہ آپ کی عمر اس وقت ستر سے متجاوز ہو چکی تھی۔ بلکہ میرے علاوہ قاری خدا بخش صاحب مرحوم کو بھی اسی وقت پڑھایا کرتے پھر اس کے بعد جب آپ کی رہائش نواں کوٹ ہو گئی تو اب میں نے فجر کی نماز کے بعد جانا شروع کر دیا۔ یاد پڑتا ہے کہ میری خاطر آپ بعض دفعہ گھر سے ناشتہ کئے بغیر ہی چل پڑتے اور ناشتہ مدرسہ آکر ہی فرماتے مگر مجھے چونکہ کبھی سستی کی وجہ سے اور کبھی سواری نہ ملنے کی وجہ سے ناغے ہو جاتے لیکن اس پر بھی قاری صاحب خفگی کا اظہار نہ فرماتے بلکہ فرمایا کہ اگر فلاں وقت تک سواری نہ ملا کرے تو پھر واپس ہو جایا کرو۔ پوری ترتیب اور تفصیل تو پوری معلوم نہیں مختصراً اتنا یاد ہے کہ فوائد مکیہ کی سماعت کے علاوہ جزریہ، شاطبیہ رائیہ اور دُرّہ یہ چار کتابیں اور چند ابتدائی صفحات نہایت القول المفید کے پڑھے اور جمع الجمع میں سبعہ کا اجراء سنانے کے علاوہ روایت حفص میں بھی حدر سنایا اور مشق بھی بحمد اللہ تعالےٰ کافی کی۔ ناغوں اور غیر حاضریوں کے ایام سمیت کم و بیش پانچ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ لیکن جب قاری صاحب دارالعلوم کو چھوڑ کر تکیہ دھیان شاہ لٹن روڈ میں منتقل ہو گئے اور وہاں اپنا مدرسہ قائم کر لیا تو اب میرے لئے

Marfat.com

حاضری کا مسئلہ مشکل ہو گیا چونکہ یہ جگہ نسبتاً دور بھی تھی اور آمد و رفت کی سہولت بھی حاصل نہیں تھی مگر اللہ کا شکر ہے کہ میرا نصاب اس سے پہلے ہی مکمل ہو چکا تھا اور بہت پہلے سبعہ کی سند مل چکی تھی۔ ثلاثہ کی سند لینے کی میں نے اس لئے چنداں ضرورت نہ سمجھی کہ اس سے پہلے میں قیام لکھنو کے زمانہ میں حضرت مولانا قاری عبدالمعبودؒ سے عشرہ کی سند لے چکا تھا پھر یہ کہ حضرت قاری صاحب سے استفادے کا اصل مقصود تجوید اور ادا سیکھنا تھا۔ علوم کی تحصیل دوسرے درجے میں تھی۔ گو حضرت قاری صاحب مجھ پر بڑی شفقت فرماتے مشق کراتے اصلاح فرماتے اور ایسی ایسی باریک اصلاحیں فرماتے کہ دوسری جگہ ان کا تصور بھی موجود نہیں تھا اور نہ صرف تجوید اور ادا کے بارے میں بلکہ چہرے کی ظاہری اصلاح کو بھی بڑی اہمیت دی۔ پڑھتے وقت پیشانی پر بل پڑنا، ناک پھولنا اور اس قسم کی دوسری اصلاحات تو آپ ہی کی خصوصیت تھی۔ مگر میں یہ اعتراف کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ تہی دامنِ قسمت را الخ قاری صاحبؒ نے تو بڑی محنت فرمائی شفقت فرمائی گھر پر اور مدرسہ کے خارج ٹائم میں وقت دیتے رہے غیر حاضریوں اور ناغوں کو برداشت کرتے رہے۔ اگر کسی خاص لہجے میں پڑھانے کی درخواست کی تو وہ بھی پوری فرما دی لیکن اس سب کے باوجود میں ویسے کا ویسا ہی رہا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا قاری اظہار احمد تھانوی

بابائے تجوید و قرأت

اُستاذ القراء فضیلۃ الشیخ حضرت قاری عبدالمالک نور اللہ مرقدہ نے مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ میں حضرت اُستاذ العرب والعجم قاری عبداللہ بن شیخ بشیر خان الہ آبادی ثم المکی قدس سرّہ کی خدمت میں اپنے نشو و نما کے ابتدائی دور میں آنکھیں کھولیں۔ سب سے پہلے حفظ کلام اللہ میں مشغول رہے پھر تجوید کے میدان میں جو قدم رکھا تو سات آٹھ سال کے لگ بھگ فن کے تمام نشیب و فراز میں غواصی فرمائی۔ تحقیق، ترتیل، تدویر اور حدر ہر ہر انداز پر حضرت مشفق اُستاذ نے اپنے اس ہونہار شاگرد کو خوب دوڑایا۔ کبھی خود استاذ المکرم پڑھ رہے ہیں اور شاگرد سن رہا ہے۔ کبھی شاگرد کو جولانیوں کا موقع دیا گیا ہے اور وہ اسی راہوں کو بڑی دقیقہ سنجی اور ہونہار تربیت کے کمال کو لے کر پڑھتا جا رہا ہے۔ فنی کتابیں خوب ضبط کرائی گئیں۔ پھر مکۃ المکرمہ میں حرم شریف کی حاضری خوب شب و روز نصیب تھی۔ قرآن کی زمزمہ سنجیاں شب و روز ایک ایسے ہونہار طالب علم کے کانوں میں رس بس رہی تھیں جو قدرت کی فیاضیوں سے بہترین استعداد فطری سے پہلے ہی مالا مال تھا۔ اس پوری مدت مذکورہ میں فطری بلندیوں اور حضرت استاذ کی شب و روز کی تربیت نے اس قدر مضبوط قاری بنا دیا کہ جس کی ہم رکابی یا ہمسری کا دعویٰ کسی کے لئے بہت مشکل تھا۔ ہر کسے را بہر کارے ساختند، اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ ایک ایسا کامل اور ماہر فن استاذ تیار ہو کر ہندوستان واپس ہو جو اس سرزمین میں ایک دفعہ پھر عربی لب و لہجہ کے نشو و نما میں آئندہ نسلوں کے لئے مکمل راہنما ہو۔

حضرت الشیخ رحمہ اللہ کبھی کبھی اپنے اس دور کی کچھ باتیں سنایا کرتے تھے۔ فرمایا کہ صبح کے ناشتہ

Marfat.com

اور اس کے کھانے پینے کے لوازم از قسم چائے ڈبل روٹی، مکھن پراٹھے اور انڈوں کا تو اس وقت کوئی تصور بھی نہ تھا۔ صبح اٹھ کر گھر سے نہار منہ نکلتا۔ والدہ صاحبہ رحمہا اللہ ہم دونوں بھائیوں (حضرت الشیخ اور برادر بزرگ حضرت قاری عبد الخالق رحمۃ) کو ایک دو پیسہ عنایت فرما دیتی تھیں۔ ہم اسی میں کسی دُکان سے روٹی دال یا کچھ اور لیکر کھاتے اور مدرسہ میں حاضر ہو جاتے تھے۔

میں نے پوچھا حضرت آپ نے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ کی زیارت کی ہوگی۔ فرمایا ہاں۔ والدہ صاحبہ ہمیں لے کر کبھی کبھی حضرت حاجی صاحب کے یہاں تشریف لے جاتی تھیں وہیں حاجی صاحب کی خدمت میں حاضری ہوتی تھی۔

حضرت شیخ کیلئے اچھی اچھی مترنم آوازیں قلبی کشش کا باعث ہوتیں۔ مختلف انداز و آواز قاریوں یا حرم شریف کے موذنوں کو سنتے اور پھر وہی ہو بہو نقل بڑی کامیابی سے اتار دیتے تھے اس زمانے میں لاؤڈ سپیکر نہ تھا حرم شریف کے میناروں سے بیک وقت اذانیں ہوتی تھیں حجازی لہجوں کی مقررہ اتار چڑھاؤ میں ایسے عمدہ انداز پر ایک مینار سے دوسرے مینار پر جواب ہوتا تھا کہ فنی طور پر ذرا سا سقم بھی گوارا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ شیخ المؤذنین صاحب کی طرف سے ایسے ایسے مضبوط آواز کے مالک مؤذنین مقرر تھے کہ کبھی بھی صحیح راہوں سے انحراف بڑی بھاری غلطی تصور ہوتی۔ اس سارے حوصلہ آزما ماحول میں یہ اکثر ہوتا کہ حضرت الشیخ کسی بھی مؤذن صاحب سے خاموشی سے اجازت لے کر مینار میں پہنچتے اور اسی مقرر مؤذن کی آواز کی وہ عمدہ کاپی کرتے کہ معلوم نہ ہوتا کہ کسی اور کی آواز ہے۔ اس معمولی واقعہ سے صوتی قدرت اور اس کی نقل پر قابو ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی دور کا ایک واقعہ حضرت سے سنا کہ میں عربی قمیص ڈھیلی ڈھال پاؤں تک پہنے ہوتے تھا بچپن کی بے احتیاطی کی رفتار کے ساتھ مینار سے نیچے اتر رہا تھا کچھ عجلت میں تھا اس ڈھیلی ڈھال قمیص میں کچھ ایسا الجھا کہ سنبھل نہ سکا۔ گرا۔ اور لڑکھڑاتا ہوا سیڑھیوں سے نیچے آ رہا۔ چوٹ آئی، مگر اس سے بے پرواہ ہو کر کپڑے جھاڑتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا ایک دو روز کچھ درد جسمانی میں مبتلا رہا اور بس۔

Marfat.com

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ، جو بعد میں حضرت الشیخ کے مرشد بھی ہوئے، غالباً حضرت الشیخ سے پہلے حضرت قاری عبداللہ صاحب سے فن تجوید میں استفادہ کر چکے تھے۔ حکیم الامت رح فرمایا کرتے تھے کہ حضرت قاری عبداللہ صاحب سے استفادہ کرنے سے پیشتر میں اپنے متعلق یہ سمجھتا تھا کہ میں قرآن شریف صحیح پڑھتا ہوں۔ مگر جب استفادہ شروع کیا تو معلوم ہوا کہ مجھے کچھ بھی نہیں آتا اور دل میں بےحد پشیمانی تھی۔ بہرحال حضرت حکیم الامت میں قابلیت و استعداد ہر لحاظ سے بڑی اچھی تھی اور حضرت چونکہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب کی خدمت میں روحانی تربیت کے لئے مکہ تشریف لے گئے تھے۔ اپنی مصروفیات کی وجہ سے وقت پورا نہ تھا۔ صرف چھ ماہ تک تجوید میں استفادہ کر سکے لیکن چھ ماہ ہی میں بڑی اچھی استعداد بہم پہنچائی۔ حتی کہ آپ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ مدرسہ صولتیہ کی بالائی منزل میں جہاں حضرت الاستاذ سے حکیم الامت مشق کرتے تو ایسی عمدگی کے ساتھ استاذ کے ہم آواز ہوتے تھے کہ نیچے سننے والے امتیاز نہ کر سکتے تھے کہ استاذ پڑھ رہا ہے یا شاگرد؟

اس روایت سے ہمیں یہ بات ملتی ہے کہ حضرت مولانا تھانویؒ اور حضرت الشیخ اس قرآنی تعلیم کے وسیلہ سے استاذ بھائی ہوئے۔ بعد کے آنے والے دور میں ہمیشہ دونوں بزرگوں کو اس تعلق کا احترام رہا۔ کافی مدت بعد حضرت الشیخ رح کا جب علی گڑھ میں نکاح ہوا، تو اس سے پہلے حضرت الشیخ نے مولانا تھانوی صاحب کو اطلاع دی۔ اطلاع دینے کا مقصد استدعاء دعا تھا مگر دیکھا یہ گیا کہ حضرت مولانا تھانوی عین نکاح کے وقت علیگڑھ پہنچے اور چند طلائی چوڑیاں حضرت الشیخ کو ہدیہ فرمانے اور نکاح میں شرکت کے بعد فوراً مراجعت فرماتے وطن ہو گئے۔ مولانا تھانوی رح کے ذوق و مزاج میں اس قسم کے معمولات کی قطعاً گنجائش نہ تھی کہ وہ اس طرح دور دراز کا سفر چند منٹ کی شرکت کے لئے کریں۔ وہ تو اپنے عزیزوں کی شادیوں میں شریک نہ ہوتے تھے۔ شادیوں وغیرہ کی رسوم سے ویسے بھی متنفر اور اصلاحی ذہن رکھتے تھے۔ اسی لئے مشہور کتاب اصلاح الرسوم تصنیف فرمائی۔ مگر مذکورہ واقعہ غالباً مولانا تھانوی کی

Marfat.com

پوری زندگی کا ایک نہایت شاذ اور خلافِ معمول واقعہ ہے جس میں کہنا چاہیئے کہ کسی رسمی مظاہرہ کی بجائے پُرخلوص الفت کا جذبہ کارفرما ہے۔ وہ مولانا تھانوی جو بڑے نوابوں کے یہاں بھی کبھی ایسی پیش کش نہیں کرتے تھے یہاں تشریف آوری استاذ بھائی کے واسطہ سے فرمائی، جو انتہائی قلبی لگاؤ کی آئینہ دار ہے۔

بہرحال حضرت قاری عبداللہ صاحب سے ان دونوں کے استفادہ کا زمانہ ایک نہیں بلکہ زمانی تقدیم و تاخیر ہے جو بعد میں ملاقاتوں سے اس برادرانہ تعلق کے انکشاف پر منتج ہوئی۔ ہوا یوں کہ ۱۹۱۰ء میں دارالعلوم دیوبند کا شاندار جلسہ تقسیم اسناد ہوا۔ یہ جلسہ ایک عظیم اجتماعی شکل میں تھا۔ حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہندؒ کی سیادت و رہنمائی میں ہوا تھا۔ پورے ہندوستان سے دینی شغف والے عامۃ المسلمین اور علماء کرام جوق در جوق شریک ہوئے تھے۔ علماء کرام کی تقریروں سے پہلے حضرات قراء کی تلاوت ہوتی تھی۔ اس جلسہ میں حضرت الشیخ اور برادر بزرگ حضرت قاری عبدالخالق صاحب بھی مدعو تھے۔ جلسہ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ہندوستان کے چوٹی کے علماء تو مدعو ہیں ہی۔ بڑے بڑے قراء کرام بھی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ دونوں برادر اپنی نوخاستگی کی وجہ سے کچھ گھبرائے ہوئے تھے کہ ہم بڑے بڑے قراء کے سامنے کیا پڑھ سکیں گے ترتیب یوں تھی کہ پہلے قراء اکابر سے پڑھوایا گیا۔ ان کی تلاوت سن کر دونوں بھائیوں کا [illegible] جاتا رہا کیونکہ آوازوں کی تمکنت اور مرعوبیت کا اظہار مقصود تھا۔ لب و لہجہ میں کوئی سوز اور کشش نہ تھی۔ موقع جب دعوتِ قال کا ہوا [illegible] دونوں بھائی اب تو پڑھنے کے لیے اپنے اندر ایک نئی امنگ محسوس کرنے لگے۔ بعد میں ان نوجوان عرب قراءت پڑھنے کے لیے [illegible] سبحان اللہ ایسی پرسوز اور حجازی لہجوں کی پختہ گرفت کے ساتھ قرآن مجید [illegible] ہوئی کہ تمام مجمع حیرت و استعجاب سے آنکھیں نکال کر درد و سوز میں ڈوب گیا اور آنسوؤں کی لڑیاں بندھ گئیں۔ اسی مجمع میں حضرت مولانا تھانوی تشریف فرما تھے۔ تڑپ اٹھے۔ سمجھے پیارے استاذ کے تازہ نمونے مکہ مکرمہ سے وارد شدہ ہیں۔ تلاوت ختم ہوئی تو آکر لپٹ گئے۔

Marfat.com

اور حضرت الشیخ کو بہت دیر تک اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ تعارف حاصل کیا۔ کون ہو، کیا نام ہے کس سے پڑھا ہے۔ کب وارد ہندوستان ہوئے ہو۔ تمام واقعات معلوم ہوئے۔ حضرت مولانا سے درخواست کی کہ تم میرے ہمراہ چلو۔ حضرت قاری عبدالخالق صاحب تو غالباً سہارنپور میں کسی مدرسے منسلک ہو چکے تھے نہ جا سکے۔ حضرت الشیخ تیار ہو گئے۔ غالباً تنخواہ یہ تجویز ہوئی تھی کہ دس روپیہ ماہوار مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کی طرف سے پیش کئے جائیں گے اور پانچ روپیہ حضرت تھانوی اپنی جیب سے دیا کریں گے۔ وہ وقت بڑا خیر و برکت اور رزق کی فراوانی کا تھا۔ معاشرت بھی سادہ تھی۔ تھانہ بھون تشریف لائے۔ حضرت تھانوی کی نشست گاہ والی سہ دری میں جنوب مشرق دو دروازہ والا ایک کشادہ کمرہ رہائش کے لئے خالی کیا گیا۔ بعد میں یہ کمرہ دارالفتاوی اور کتب خانہ کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔

حضرت الشیخ کی تلاوت کے حضرت تھانوی عاشق زار تھے۔ پس دیوار بیٹھ کر گھنٹوں سنا کرتے۔ حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی (خواہرزادۂ مولانا تھانوی) محمد مظہر علی (برادر خورد مولانا تھانوی، افسر اعلیٰ انٹیلیجنس انڈیا) قاری محمد یامینؒ وغیرہ وغیرہ ترتیل و حدر میں مشق کرتے تھے۔

قصبہ تھانہ بھون کے امراء بھی قرآن سننے آتے۔ انہیں میں تھانہ بھون کے رئیس قاضی امیر احمد صاحب بھی تشریف لاتے۔ انہوں نے بڑی عقیدت و ادب سے درخواست کی کہ قاری صاحب کے لئے دونوں وقت کا کھانا اور صبح کا ناشتہ خادم کے گھر سے آئے گا۔ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے قاضی صاحب کے اخلاص کے پیش نظر حضرت الشیخ سے سفارش کی کہ ان کی درخواست قبول کرلیں، اس طرح بڑے اہتمام سے قاضی صاحب کے یہاں پرتکلف کھانا اور صبح کا ناشتہ حضرت الشیخ کے لئے نوکر کے ذریعہ سے پیش خدمت ہونے لگا۔

حضرت الشیخ نے یہ وقت تھانہ بھون میں ایک سال کے لگ بھگ گزارا۔ اس وقت کو جب یاد کرتے تو بڑی گہری تاثری کیفیت اور ناقابل فراموش لمحوں کے انداز میں گفتگو فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت کے وہ پندرہ روپیہ اتنی بڑی رقم معلوم ہوتی کہ والدہ صاحبہ

Marfat.com

کو بھیجنے کے بعد بھی جو بچ جاتی وہ کسی طرح صرف میں نہ آتی کیونکہ ضرورت ہی کوئی نہ تھی۔ کبھی دودھ پینے کی خواہش ہوتی تو صرف تین پیسہ میں نہایت عمدہ اعلیٰ درجہ کا دودھ ملتا جو تمام پی نہ سکتا تھا۔

حضرت قاری عبداللہ صاحب کے زمانۂ قیام مکہ مکرمہ میں ایک نابینا قاریہ عورت فاطمہ مصریہ حج کے زمانہ میں مصر سے آتی۔ حرم شریف کے دروازہ کے قریب بیٹھ کر سورۂ یوسف کی تلاوت مصری لہجہ میں ایسے اعلیٰ اور عمدہ انداز میں کرتی کہ گزرنے والے ٹھہر جاتے۔ وہ بھی پڑھنے میں ایسی محو ہوتی کہ اپنی پوری توانائی کے ساتھ اول سے آخر تک سورۂ یوسف پڑھتی رہتی۔ نہ تھکتی اور نہ رکتی، داد و تحسین تو خیر اس پر سامعین کی طرف سے ہونی ہی تھی۔ بات کہنے والی یہ ہے کہ ہمارے حضرت الشیخ اس کی تلاوت سننے میں پوری محویت و توجہ کو کام میں لاتے اور اس کی تلاوت پوری ختم تک سنتے اور پھر اپنی قیام گاہ پر آکر اس کی تمام آواز کے خانات کو بار بار دہراتے۔ یہی سلسلہ مشق روزانہ کا معمول ہوا تو فاطمہ کے لہجہ پر بڑی پختگی کے ساتھ قابو ہوگیا حتیٰ کہ اگر قاری صاحب پس پردہ تلاوت فرماتے تو سامعین تمیز نہ کرپاتے کہ فاطمہ پڑھ رہی ہیں یا خود قاری صاحب۔

زمانہ قیام تھانہ بھون میں ایک مرتبہ حضرت مولانا تھانوی نے حضرت الشیخ سے فرمائش کی کہ فاطمہ کے انداز میں تو سنائیے۔ حضرت الشیخ نے فرمایا کہ حکم ہے تو اب ہی سنا دوں۔ مگر اپنے شوق میں خود میری طبیعت جب پڑھنے پر آمادہ ہو تو اس وقت لطف دوبالا ہوسکتا ہے فرمایا کہ ٹھیک ہے جب آپ کی طبیعت موزوں ہو۔ کچھ دنوں بعد آسمان ابر آلود ہوا ہلکی ہلکی بارش شروع ہوئی اور حضرت شیخ میں ذوق وجذبے نے کروٹ لی۔ مولانا تھانوی کو کہلا بھیجا کہ اب میں تلاوت کر رہا ہوں سماعت فرمائیے مگر یہاں تشریف نہ لائیں، آواز وہیں پہنچے گی۔ تلاوت ہوئی۔ گویا نغموں کی بارش ہوئی۔ بس ادھر پڑھنے والا اور ادھر سننے والے سب ہی بے خود تھے۔

فاطمہ کا کمال ملاحظہ ہو کہ پوری سورۂ یوسف اول سے آخر تک جس تمکنت اور طنطنہ سے

Marfat.com

پڑھتی تھی۔ کہیں بھی تکان کا اثر یا آواز میں اضمحلال کا قطعاً کوئی جھول نہ آتا تھا۔ یہ بڑی مشاقی کی علامت تھی۔ اس قاریہ نے مسلسل کئی سال حجاج سے خراج تحسین وصول کیا اور اپنے دور میں بڑی نامور ہوئی۔ صرف حج کے زمانہ میں مصر سے آتی اور حج کے بعد واپس چلی جاتی۔ معلوم نہیں کب انتقال ہوا۔

حضرت الشیخ کے قیام تھانہ بھون کا زمانہ بڑی سادگی سے خانقاہی در و بام میں محدود تھا۔ حضرت تھانوی بہت خیال رکھتے کہ یہاں کے قیام میں ان کو افسردگی نہ پیدا ہو۔ ایک مرتبہ بعد عصر حضرت الشیخ کے کمرہ میں دروازہ کھول کر بے تکلف اندر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اگر آپ کی طبیعت چاہے تو اس وقت ذرا جنگل میں سیر کے لئے چلے جایا کریں۔ میرے پاس بندوق موجود ہے۔ شکار کھیلا کریں۔ قاضی ابرار احمد صاحب کے یہاں گھوڑا موجود ہے۔ اس پر سواری کیا کریں۔ حضرت الشیخ نے فرمایا نہیں مجھے تو آپ وہ چیز عنایت فرمائیں جو آپ کے سینہ میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اور حضرت حاجی صاحب سے حاصل ہوئی ہے۔ حضرت تھانوی یہ سن کر واپس مڑے اور فرمایا وہ تو میرے پاس بھی موجود نہیں لیکن حضرت الشیخ کا دوبارہ اصرار ہوا تو فرمایا ابھی آپ کے پاس سلطان الاذکار و قرآن مجید موجود ہے۔ پھر بھی اصرار ہوا تو حبس دم کا کوئی ورد تجویز فرمایا جس سے کچھ دنوں بعد حضرت الشیخ فرماتے تھے کہ تمام جسم میں آگ کی سی شورش ہونے لگی اور گھبرا کر میں نے وہ ورد ترک کر دیا۔ پھر کچھ اور بتبادل اذکار تجویز ہوئے اور سلسلہ سلوک قائم ہوا۔ مگر حضرت الشیخ نے ایک خاص بات اس زمانہ کی یہ فرمائی کہ اس روحانی تربیتی دور میں مولانا تھانوی کے تعلق کا رنگ بدل گیا تھا۔ یا تو پہلے برادرانہ تعلق سی تھی یا اب ایک شیخ روحانی کے تربیتی انداز کے موافق کچھ لگی بندھی سی توجہ تھی۔ پہلے بے تکلفی کی جگہ سے اب مرشدانہ انداز نے لے لی تھی اور یہ ہوتا ہی ہے۔

قیام تھانہ بھون ہی کے زمانہ کا ایک واقعہ سنایا کہ تھانہ بھون میں جو صمصام والا محل ہے۔ اس وسیع عمارت میں تنہا ایک بہت بوڑھی عورت رہتی تھیں۔ سب ان کو دادی محل والی کہا کرتے تھے۔ حضرت الشیخ کبھی کبھی ادھر سے گزرتے اور دادی محل والی کو معلوم ہوتا تو محبت سے بلاتیں اور پان وغیرہ سے تواضع کرتیں۔ ایک ایسی ہی نشست میں دیکھا کہ وہ بزرگ بی بی اوپر گئیں اور خالی برتن اور اس

Marfat.com

میں پیسے ایک طاق میں رکھ کر بولیں. صمصام! دودھ لادو، تھوڑی دیر بعد گئیں اور برتن میں دودھ رکھا ہوا اٹھا لائیں. معمہ حل نہ ہوا تو پوچھا یہ صمصام کون ہے. اس کو آتے جاتے تو دیکھا نہیں دودھ آگیا. بولیں یہ ایک بوڑھا جن ہے. مدت سے ہمارے ہاں مقیم ہے. بس یہی ہمارے کام بھی کرتا ہے.

تھانہ بھون میں اس نام کا محل ہمارے گھر کے قریب اب بھی ہے. اس محل کے مالک مولانا ممتاز احمد ہوئے ہیں جو ریاست جوناگڑھ سے وابستہ تھے. ہمارے خاندانی بزرگ ہوئے اس محل کے صمصام والے واقعات متواتر ہم نے بھی سنے. مگر چشم دید کوئی واقعہ نہیں ہے. یہ بی بی انہیں مولانا ممتاز کی بیوہ تھیں.

حضرت الشیخ کو تھانہ بھون سے وطن کی سی محبت تھی. جب ذکر چھڑ جاتا تو بہت سے واقعات میں ربط پیدا ہونے لگتا.

یہ بات اب ہم چھوڑ کر آگے بڑھتے ہیں. حکیم الامت حضرت تھانوی کے حقیقی چھوٹے بھائی منشی اکبر علی صاحب جو بریلی میں کسی سرکاری منصب پر ممتاز تھے. تھانہ بھون تشریف لائے. خانقاہ اشرفیہ میں حضرت الشیخ کو مشق کراتے ہوئے سنا تو بہت محظوظ ہوئے. مولانا تھانوی سے عرض کی کہ میں ان کو بریلی ہمراہ لیجانا چاہتا ہوں، وہاں ہم ایک مدرسہ میں ان کے ذریعہ کچھ نمایاں حیثیت میں کام کریں گے. کافی ردّ و قدح کے بعد منشی صاحب کا اصرار غالب رہا اور حضرت الشیخ بریلی جانے کے لئے آمادہ ہو گئے. بریلی میں حضرت الشیخ کو تجوید و مشق کے کام میں کچھ زیادہ وسعت سے کام کا موقع ملا اور شہر میں بڑے مبارک فوائد و تشہیرات حاصل ہوئیں. بریلی سے سیر کرنے کے لئے حضرت الشیخ کانپور آگرہ وغیرہ بھی تشریف لے جاتے. اس طرح کام اور نام میں بڑی جلدی شہرت حاصل ہو گئی. مجالس تلاوت جابجا منعقد ہونے لگیں. سننے والوں کا ہجوم رہنے لگا. آگرہ میں کسی جلسہ سے پہلے حضرت الشیخ کی تلاوت تھی. کانگریس کا اجلاس تھا. جس سے مولانا ابوالکلام آزاد نے خطاب کرنا تھا. سورۂ قصص کا رکوع ولما توجہ کی تلاوت کی. ہندو مسلم سب پر ایک عجیب کیفیت تھی. سڑک پر ٹریفک رک گیا جتنی دیر

Marfat.com

تلاوت رہی جو جہاں تھا دم بخود کھڑا رہ گیا۔ لطف یہ کہ پھر مولانا ابوالکلام آزاد نے اسی رکوع کے مضمون پر اسلامی معاشرت اور حیا اور پردہ کے مضمون کو بڑی دقیق نکتہ سنجیوں کے ساتھ بیان کیا۔

یہ تلاوت حضرت الشیخ کی شہر آگرہ میں زبردست شہرت کا باعث ہو گئی۔ آگرہ کی جامع مسجد کی تنظیم نے حضرت الشیخ سے رابطہ پیدا کیا اور بہر شرط و قیود جو ان پر ڈالی گئیں منظور کرتے ہوئے وہ آگرہ میں لے آئے۔ آگرہ میں آپ کا فیض بہت ہوا، کانپور کے مشہور قاری احتشام الحسن نے حضرت الشیخ سے آگرہ ہی میں استفادہ کیا۔ جو حضرت الشیخ کے بیحد عاشق تھے اور بہت عمدہ قرآن شریف پڑھتے تھے۔ تراویح رمضان میں ان کی تلاوت کانپور کے پورے شہر میں مسلمانوں کے لئے ایک زبردست ذوق کی چیز تھی۔ حضرت الشیخ نے بھی ایک مرتبہ رمضان میں ان کا سنا تو پھولوں کی پتیاں قاری احتشام الحسن پر نچھاور کیں۔ واللہ در ہ۔

ماہ و سنین کی قیود تو مجھے یاد نہیں البتہ یہ معلوم ہے کہ حضرت الشیخ آگرہ سے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں تشریف لے گئے اور پھر کچھ مدت کے لئے بعض علماء لکھنؤ کے اصرار پر ریاست ٹونک تشریف لے گئے۔ جہاں ایک بہت بڑا تعلیمی مرکز بنانے کا پروگرام علماء لکھنؤ کے پیش نظر تھا۔ چنانچہ اس کی تفصیل "پرانے چراغ" میں مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہم نے تحریر فرمائی ہے۔ حضرت الشیخ کو قدرت نے ملکہ عطا فرمایا تھا، کہ ایسے خوبصورت انداز میں استفادہ کراتے تھے۔ کہ منجھے ہوئے مشاق قراء کا گروپ تیار ہوتا تھا۔ یہ انداز تعلیم بہت کم دیکھنے میں آیا ہے چنانچہ تلامذہ کی ایک بہت بڑی تعداد جس طرح تھانہ بھون، بریلی، آگرہ، کانپور اور لکھنؤ میں وجود میں آئی۔ ٹونک میں بھی یہ رونق روز افزوں ہوئی۔ ایک بڑی حویلی پرانی وضع کی آپ کے لئے خالی کرائی گئی۔ جس میں رہائش بھی تھی۔ طلبہ کی رہائش بھی اور درس گاہ بھی۔ مگر نہ معلوم وہ کب سے بند تھی۔ خانۂ ویراں دیواں گیرند کے مصداق اس کے تہ خانوں اور متعدد کمروں پر جنات کا قبضہ تھا۔ یہ رہائشی اور تدریسی انتظامات ابھی ابتدائی مرحلے میں ہی تھے کہ حضرت الشیخ حسب معمول

Marfat.com

تہجد کے لیۓ اٹھتے تو کچھ اجنبی سائے حرکت کرتے دوڑتے نظر آتے۔ سمجھ گئے کہ جنات ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے روحانی قوت سے نوازا تھا بالکل نہیں گھبرائے، صبح طلبہ سے فرمایا کہ تم لوگ تلاوت مشق تمام وقت انہیں تہ خانوں اور کمروں میں کرو، تلاوت کی برکت سے سب جنات بھاگ گئے۔ شروانیوں نے یہ حضرت الشیخ کی کرامت سمجھی، ورنہ اس سے پہلے نہ معلوم کتنے عاملین کی محنتیں ناکام ہو چکی تھیں۔

زمانہ ٹونک کے قیام میں نواب صاحب ٹونک سے تعلقات تھے۔ نواب صاحب کے یہاں حضرت الشیخ کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا مگر شروع سے ہی ہمیشہ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے استغناء سے نوازا، کبھی تقرب حاصل کرنے یا انعامات پانے کا جذبہ دامنگیر نہیں ہوا۔ فرمایا کرتے تھے کہ نواب صاحب کے اردگرد پھیلے ہوئے ہر طرح کے انسان اس قدر بہروپیے اور مصنوعی قول و عمل کے لوگ تھے کہ سب نے نواب صاحب کو بیوقوف بنایا ہوا تھا اور اکثر دربار میں انہیں فضولیات کے ذریعہ انعامات حاصل کرتے تھے۔ کوئی نواب صاحب کی خوشخلقی کی تعریف کر رہا ہے۔ کوئی شاعری پر جھوم رہا ہے۔ کوئی ان کے جسم و شباب پر صدقے ہو رہا ہے اور نواب صاحب بھی ایسے سادہ عقل کے تھے کہ ان خوشامدیوں کی لن ترانیاں بڑے شوق سے سنتے۔ اور انعامات سے نوازتے۔ حضرت الشیخ کا تعلق نواب صاحب سے صرف بکارِ مدرسہ تھا۔ مدرسہ کے مصارف میں صرف ریاست کی طرف سے بڑا حوصلہ افزا تعاون تھا۔ جس کی وجہ سے تعلیمی کام میں بہت فروغ ہوا۔ شیخ کے لیۓ مناسب تھا کہ ضروری مشورہ کے لیۓ نواب صاحب کے پاس حسب ضرورت تشریف لے جائیں مگر دربار میں ان خوشامدیوں کے کردار سے سخت تکدر کے ساتھ ہی واپس تشریف لاتے اور ان کی رنگین باتوں پر بڑا طنز تبصرہ فرماتے جس سے سامعین کو بڑا حظ حاصل ہوتا۔

مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ اپنے بانی حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب قدس سرہ کی توجہات عالیہ اور نیک خواہشات و حسن مساعی کی وجہ سے ایک عالیشان مشہور درسگاہ کے طور پر برصغیر میں ابھر رہا تھا۔ عالیشان عمارت، درس گاہیں، ہوسٹل، دفاتر، کشادہ

Marfat.com

دالان، غرض ایک عالیشان مکمل درس گاہ تھی۔ جس میں قرآن شریف کی ابتدائی تعلیم، اردو نوشت و خواند، حفظ قرآن، فارسی، عربی، نحو، منطق، طب کے علاوہ مرکزی اور بنیادی علت غائیہ کے طور پر تجوید و قرأت کی تعلیم کو مقام دیا گیا تھا۔

حضرت مولانا عین القضاۃ مادر زاد ولی تھے۔ سلسلہ ازدواج سے اپنی زاہدانہ افتاد طبع کی وجہ سے آزاد رہے۔ ان کا زہد تقشف کی حدوں تک پہنچا تھا۔ صائم الدہر، تہجد، اوابین، اشراق، چاشت اور بہت لمبے وظائف میں مشغول اکثر اوقات خلوت میں رہتے۔ گاڑھے کا تمام سفید دھلا ہوا عمامہ اور لباس زیب تن کرتے۔ دنیا والوں کے ملنے سے اجتناب فرماتے۔ گفتگو مختصر فرماتے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کے امام تھے۔ چنانچہ فلسفہ کی مشہور کتاب میبذی پر ان کا حاشیہ اب بھی ان کی شان علمی کا بڑا مظہر سمجھا جاتا ہے۔

سلسلہ مجددیہ قادریہ کے بڑے شیخ دوراں تھے۔ ان کی زاہدانہ ریاضتیں حیرت انگیز تھیں کھانا بڑا سادہ اور معمولی تناول فرماتے۔ عبادت و ریاضت کی وجہ سے منحنی، دھان پان اور زرد رو تھے۔ بڑے امراء اور رؤسا وقت ان کی نگاہ التفات اور دعا کو انتہائی قیمتی سرمایہ تصور کرتے تھے۔

مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے وسیع اخراجات پورے کرنے کے لئے ظاہری آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ نہ مدرسہ کا کوئی سفیر تھا نہ کسی سے مالی اعانت کی اپیل۔ نہ اشتہار اور نہ روئیداد لیکن حیرت انگیز پہلو یہ تھا کہ مدرسہ کے اس قدر اعلیٰ اور گراں اخراجات بڑی آسودگی سے پورے ہو رہے تھے۔ کسی مد سے اور کہاں سے یہ کثیر رقم آ رہی تھی۔ کس کے ہاتھوں پہنچ رہی تھی۔ یہ بات ہمیشہ راز ہی رہی۔ مگر راز ہی کیوں نہ کہا جائے یہ تو اللہ تعالے کا اعلان عام ہے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً و یرزقہ من حیث لا یحتسب، ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شیء قدراً۔

Marfat.com

شان بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ والیۂ ریاست بھوپال نواب شاہجہاں بیگم نے حاضری چاہی اور مدرسہ کے لئے اعانت کی خواہش مند ہوئیں تو مولانا رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ یہاں ضرورت نہیں۔ دیوبند یا سہارنپور کے مدرسوں کو بھجوا دیجئے۔ ہم آپ کے لئے دعاگو ہیں۔ یہاں تشریف نہ لائیں۔

عمدہ قرآن شریف پڑھنے والوں کے عاشق تھے۔ ان پر سونے کی اشرفیاں لٹاتے۔ فرماتے جی چاہتا ہے جواہرات اور موتیوں سے ان کا منہ بھر دوں۔ اپنے حجرے میں تشریف لے جاتے۔ اندر سے مٹھی میں بند اشرفیاں لے کر عطا فرما دیتے۔ فرماتے کسی سے نہ بتانا۔ بڑے بڑے قاری عرب وعجم کے آتے تلاوت سناتے اور اپنے اپنے مقام وفن کے مطابق عطیات سے مالامال ہو کر جاتے، پرسوز عربی تلاوت کی حلاوت سے کبھی آسودہ نہ ہوتے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ پورے برصغیر میں تجوید و قراءت کی سب سے بڑی معیاری درسگاہ ہونے کا سہرا مدرسہ عالیہ فرقانیہ کو حاصل ہوا۔ اس درس گاہ سے مایہ ناز ہستیاں وابستہ رہیں۔ چمنستان تلاوت کے خوش آہنگ قراء اس پر رونق بازار سے کسی نہ کسی عنوان سے وابستہ تھے۔ حضرت شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی الٰہ آبادی، قاری ضیاء الدین، قاری محمد صدیق بنگالی، قاری محمد نظر صاحب قاری عبدالمعبود وغیرہ وغیرہ اکابرین مایہ ناز مقام کے مالک تھے۔

لکھنؤ سے حضرت الشیخ ٹونک تشریف تو لے آئے مگر حضرت مولانا عین القضاۃ رحمہ اللہ نے حضرت الشیخ کے بغیر مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں ایک ایسا خلا محسوس کیا کہ جس کی تلافی ان کے حال خیال میں بغیر حضرت الشیخ کے پوری ہونی ناممکن تھی۔ بے تابانہ خطوط روانہ فرمائے گئے۔ مدرسہ کے تعلیمی اصولوں اور طریقہ کار میں پیشکش کی گئی کہ اپنی مرضی کے مطابق جو طریقہ موزوں خیال کیا جائے گا ہم اس سے پوری طرح متفق ہوں گے۔ تشریف لائیے، اور مدرسہ کو سنبھالئے۔ اگرچہ حضرت الشیخ کی اپنی کوئی خواہش واپس لکھنؤ جانے کی نہ تھی۔ مگر اکابر بالخصوص اہل اللہ کے لئے حضرت الشیخ کے قلب میں انتہائی فرمانبردارانہ احترام

Marfat.com

کا جذبہ ہمیشہ موجزن رہتا تھا۔ چنانچہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں پہلے سے زیادہ اعزاز و تکریم کے ساتھ تشریف لائے، صدر المدرسین مقرر فرمائے گئے اور پوری بالغ نظری کے ساتھ تعلیمی ڈھانچہ، طلبہ کی جماعتی و تعلیمی تقسیم، اساتذہ کرام کے اپنے اپنے دائرہ کار تعین ایسے عمدہ نظم سے قائم کیا کہ یہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے پچیس سال، تعلیمی ارتقاء و انتہا میں زریں دور شمار ہوتا ہے۔

ظاہری اسباب میں تو قطعاً کوئی بھی امید کی کرن نہیں دکھائی دیتی کہ لکھنؤ ہی نہیں پورے برصغیر پاکستان و ہند کی کسی بھی درسگاہ کو تجوید و قراءت کی اس قدر اعلیٰ، پختہ اور عالیشان علمی و عملی تدریس کا دور نصیب ہو سکے۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ کی ترقی کے دو معمار تھے۔ ایک حضرت ولی اللہ مولانا عین القضاۃ صاحب کی شاندار اور حوصلہ افزاء مالی سرپرستی، اور دوسرے حضرت الشیخ کی انتھک محنتیں جو انہوں نے بہترین قاری تیار کرنے میں خود بھی کیں اور دیگر اساتذہ کے لئے ایک معیار مقرر فرمایا۔

مدرسہ عالیہ فرقانیہ کی اخراجاتی مدیں اتنی پھیلی ہوئی تھیں کہ ان کو پورا کرنے کے لئے ایک پوری ریاست کی ضرورت تھی مگر فضل الٰہی شامل حال تھا۔ حضرت مولانا عین القضاۃ کے بابرکت سایہ میں ان کی حیات تک مالی کمی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا رحمہ اللہ کو بھی نواب ہی بنایا تھا۔ ہر سال مدرسہ عالیہ فرقانیہ کا سالانہ جلسۂ فراغت ہوتا۔ اس میں بریانی، قورمہ اور زردہ انتہائی عمدہ تیار رہتا۔ گوشت کے لئے لکھنؤ کے اطراف سے عمدہ قسم کے بکرے منگوائے جا رہے ہیں جو ٹرکوں میں لائے جا رہے ہیں۔ زردہ کے لئے زعفران خالص اس طرح پس رہا ہے جیسے مصالحے پستے ہیں۔ تمام رات بے شمار دیگیں ماہر پکانے والوں سے پکوائی جا رہی ہیں۔ تمام لکھنؤ شہر کی دعوت ہے۔ اس عام دعوت کو کھانے میں شہر کے تمام امیر، غریب مسلمان ذوق شوق سے شرکت کر رہے ہیں۔ زردہ اس قدر عمدہ کہ ہفتوں خراب نہیں ہوتا، تحفہ کے طور پر بنگال تک جا رہا ہے۔

ایک اور دوسرا اجتماعی پروگرام اس وقت ہوتا جب حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد

Marfat.com

الف ثانی قدس سرہٗ کے سالانہ عرس کا موقعہ ہوتا۔ حضرت مولانا عین القضاۃ مدرسہ کے اکابر اساتذہ اور طلبہ کو لکھنؤ سے سرہند کے لئے گاڑی کا ایک مکمل درجہ ریزرو کرا کر روانہ فرماتے تاکہ مزار پر حاضری اور تلاوت کلام کی سعادت نصیب ہو۔ یہ وفد بڑے اہتمام سے روانہ ہوتا۔ ہزاروں روپیہ خرچ ہوتا۔ اس موقع پر حضرت الشیخ بھی اکثر سرہند تشریف لے جاتے تھے۔

اس دور کے منتخب اور شیریں صوت طلبہ و فضلاء مدرسہ عالیہ فرقانیہ کی تلاوتوں کو سننے والے اب بھی کہیں بوڑھے لوگ بیان کرتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مجالس قراءت بڑی پُر کشش اور جاذب قلب و گوش ہوتی تھیں لوگ اس عرس میں ان تلاوتوں کو سننے کے لئے پنجاب، سندھ، سرحد، افغانستان تک سے آتے تھے۔

یہ عرس خالص روحانی قسم کا ہوتا تھا۔ قوالیاں، گانے، عورتوں کی حاضری، راگ رنگ بالکل ممنوع تھے، اور اب بھی ہیں۔ خاموشی کے ساتھ فاتحہ پڑھ کر آدمی چلے آتے ہیں۔ مروّجہ بدعات بالکل نہیں۔

خود حضرت مولانا عین القضاۃ لکھنؤ سے باہر کہیں تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ جوق جوق اہل کمال بالخصوص قراء ان کے یہاں آتے اور حضرت مولانا ان سے تلاوت کی فرمائش کرتے۔

ایک مرتبہ بڑا عمدہ کوئی عرب قاری بعد از عصر حضرت مولانا عین القضاۃ کے یہاں حاضر ہوا۔ حضرت مولانا نے گھر آدمی بھیج کر حضرت الشیخ کو یاد فرمایا۔ حضرت الشیخ اس وقت گھر میں بے تکلف تیل میں پکے ہوئے پکوان سے بچوں کے ہمراہ بیٹھ کر لطف اٹھا رہے تھے۔ پیغام پہنچا کہ حضرت مولانا نے یاد فرمایا ہے۔ کوئی عرب قاری صاحب آئے ہیں۔ حضرت الشیخ مدرسہ میں تشریف لائے۔ عرب قاری صاحب سے ملاقات ہوئی حضرت مولانا نے بڑے زوردار لفظوں میں حضرت الشیخ کا تعارف کرایا تو عرب صاحب نے

Marfat.com

حضرت الشیخ سے تلاوت سننے کی فرمائش کر ڈالی۔ حضرت الشیخ پہلے خود اس عرب سے سننا چاہتے تھے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ پڑھنے میں کس معیار کا آدمی ہے۔ عذر کے طور پر فرمایا کہ پہلے آپ پڑھیں۔ میں چل کر آیا ہوں، ذرا سانس لے لوں۔ عرب صاحب نے پڑھا اور عمدہ پڑھا۔ حضرت الشیخ باوجودیکہ تیل کا پکوان کھا کر تشریف لا رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ تیل سے آواز پر ناگوار اثر پیدا ہوتا ہے۔ مگر شیخ میں ان کا اپنا مد وجزر جاگ چکا تھا۔ نفاست، اور قوت سے اسی لہجے میں پڑھا کہ جس میں عرب صاحب پڑھ چکے تھے۔ اور پڑھنے میں عرب صاحب کو لطیف اشارات دیتے گئے کہ اس خانہ کو اتنا اونچا لے جانا تھا جو تم نہیں لے جا سکے۔ سن کر عرب صاحب لسبل ہو گئے۔ تاثرات دیکھ کر حضرت مولانا نے عرب سے دریافت کیا۔ کیف وجدتہ ؟ کہنے لگا واللہ وجدتہٗ تفاحاً حلوا۔ اس مختصر جواب میں اس نے اچھی تعریف کی۔ مطلب یہ تھا کہ یہ مکمل ہیں، پختہ ہیں، خامی کا نام نہیں۔

اس جواب سے حضرت مولانا کو بیحد خوشی ہوئی اور حضرت الشیخ کی صدر مدرسی پر فخر محسوس کیا۔ غرض یہ دور مدرسہ عالیہ فرقانیہ اور حضرت الشیخ دونوں کا شبابی دور تھا۔ تمام ہندوستان کے مایۂ ناز اور منتخب طلبہ استفادہ کے لئے آتے اور سالہا سال مشق و محنت سے پڑھ کر فراغت حاصل کر کے واپس ہوتے۔

پاکستان بننے سے کافی پہلے حضرت مولانا عین القضاۃ رحمہ اللہ نے وفات پائی۔ تمام لکھنؤ تڑپ اٹھا۔ جنازہ پر تمام شہر امڈ آیا اور آنسوؤں اور آہوں کی بارش میں حضرت مولانا مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے صحن میں ابدی آرام فرما ہو گئے ؎ موسم گل رفت وآں ساقی نماند

عالیشان درسگاہ کی تاریخ میں یہ جانکاہ حادثہ تھا۔ سب سے بڑا خلا جو سامنے آیا وہ مالی مشکلات تھیں۔ جناب الحاج اصطفیٰ خانصاحب مالک کارخانہ تمباکو وعطریات لکھنؤ نے اگرچہ مالی سرپرستی قبول کی لیکن وہ بہرحال محدود تھی۔ طلبہ کا داخلہ محدود کرنا پڑا۔ اور کئی قسم کے اخراجات میں تخفیف عمل میں آئی۔ رونق گھٹی اور عروس نوبہار کے ساتھ

Marfat.com

کا ٹھیکہ میلا ہونے لگا۔

تقسیم ملک کے بعد تو حالات بہت ہی ابتر ہوئے۔ جناب اصطفا خانصاحب کا کام کمزور ہوا۔ دوسرے انہوں نے پاکستان میں نقل مکانی فرمائی اور اسی دور میں حضرت الشیخ بھی لکھنؤ کو خیر باد کہہ کر دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ میں تشریف لے آئے۔ یہاں تشریف آوری کے لئے مولانا احتشام الحق تھانوی مہتمم دارالعلوم ٹنڈو الہ یار حضرت مولانا مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور اور مختلف اکابر بے حد مصر ہوئے۔ چنانچہ حضرت الشیخ ۱۹۵۰ء میں واردِ پاکستان ہوئے۔

دارالعلوم ٹنڈو الہ یار آرزوؤں کا سبز باغ تھا جس میں وقت کے انتہائی بالغ الفن علماء و اکابر کی راہنمائی میں علوم اسلامیہ کی تدریس کا آغاز ہوا۔ شروع میں ہی اتنا بڑا کام بڑی مالی وسعتوں کا متقاضی تھا۔ مالی وسعتوں سے بھی صرف نظر کیا جائے تو اہتمام و انتظام کی نہایت عمدہ اور قابو یافتہ جو شکل ہونی چاہیئے اس کا عشر عشیر بھی نہ تھا۔ فراہمی زر میں بے قاعدگیاں، تنخواہوں اور دیگر اخراجات میں بے حسی اور غفلت کے آئے دن مظاہرے ہوئے نتیجہ یہ کہ جس تیزی سے یہ بہار آئی اسی تیزی سے اس پہ خزاں کا موسم بھی آگیا۔ تمام بڑے بڑے تعلیم و تدریس کے ماہر اساتذہ ایک ایک کر کے دارالعلوم سے رخصت ہونے لگے۔ انہیں اکابر میں حضرت الشیخ نے بھی رختِ سفر باندھا۔

لاہور میں ایک درسگاہ دارالعلوم عثمانیہ اور پھر دارالعلوم اسلامیہ کے نام سے پرانی انارکلی میں قائم ہوئی۔ اس کی ابتداء ایک متروکہ سکول میں اس جذبہ سے کی گئی کہ اس میں درس نظامی کی ایک جاندار درسگاہ قائم کی جائے گی۔ اس کے بانیوں میں حافظ سعادت علی مرحوم لیپ سوڈا واٹر فیکٹری، ان کے داماد قاری آل احمد، دیوبند کے ایک عالم دین مولانا محمد مسلم وغیرہ تھے۔ بعد میں ایک اور شخصیت قاری سراج احمد صاحب شامل انتظام تصور کئے گئے۔

Marfat.com

اس مدرسہ میں کسی بھی شخصیت کو انتظامی یا تدریسی لحاظ سے استقلال یا ٹھہراؤ نصیب نہیں ہوا۔ پہلے حافظ سخاوت علی صاحب پھر مولانا مسلم صاحب یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے۔ جو باقی رہ گئے وہ مدرسہ پر زیادہ وقت نہ لگا سکے۔ میدان قاری سراج احمد صاحب کے ہاتھ میں رہا۔ بتدریج وہ اس مدرسہ پر ہمہ مقتدر شخصیت ثابت ہوئے۔ جس مدرس یا طالب علم کو چاہا رکھا اور جسے چاہا نکال باہر کیا۔ علمی قابلیت سے وہ خالی تھے۔ انتظامی ذہن سے ناآشنا تھے۔ آندھی کی رفتار سے ان کا ذہن فیصلے کرتا تھا۔ مدرسہ میں جب مالی وسعت ہوئی۔ مدرسین بھرلئے جب تنگی ہوئی نکال باہر کیے۔ کانوں سے اونچا سنتے۔ اپنی ہی کہتے۔ دوسرے کی بات سے ان کو کوئی غرض نہ تھی۔ ان کو قدرت نے ایک ہی حوصلہ بخشا تھا کہ مالدار جو بھی ملے اس سے ٹکر جاؤ، اور اس کو اتنا زچ کر ڈالو کہ کچھ دے ڈالنے میں ہی اس کو اپنی عافیت نظر آئے۔ قاری سراج مرحوم نے لاکھوں روپیہ چندہ کیا۔ دارالعلوم اسلامیہ کی اپنی عالیشان عمارت بھی لاہور سے باہر بنا گئے مگر علمی وراثت اپنے پیچھے کچھ نہ چھوڑ سکے۔ وجہ یہ تھی کہ ان کا ذہن مدرسہ کے لئے مالی فراہمی میں تو بیحد مخلص تھا اور وہ بڑی حوصلہ افزا سکیمیں مرتب کر لیتے تھے مگر مستقل مزاجی سے ان کو پایۂ تکمیل تک لے جانا ان کے بس کی بات نہ تھی۔

قاری سراج احمد صاحب نے بڑی تیزی سے فیصلہ کیا کہ دارالعلوم اسلامیہ لاہور کو تجوید قراءت کی مرکزی درس گاہ بنانا چاہیئے اور اس کے لئے جس طرح بھی ہو حضرت الشیخ قبلہ قاری عبدالمالک صاحب کی تدریسی خدمات حاصل کر لینی چاہئیں۔ بہت عجلت اور سرعت کے ساتھ انہوں نے حضرت الشیخ سے رابطہ قائم کیا۔ تمام آرام و آسائش فراہم کر ڈالنے کے وعدے کئے۔ احتیاطاً حضرت الشیخ نے لاہور تشریف لا کر غور و فکر کے بعد فیصلہ کرنے کا وعدہ فرمایا۔ ایک گرمی کی دوپہر کو قاری سراج احمد صاحب مجھے ہمراہ لے کر موچی دروازہ پہنچے۔ جہاں حضرت قیام پذیر تھے۔ بڑے بڑے وعدوں میں لپٹے ہوئے پروگرام سجا کر پیش کرتے رہے۔ حضرت قاری صاحب نے لاہور میں تشریف فرما ہو جانے اور دارالعلوم اسلامیہ سے وابستگی کا وعدہ فرمایا۔

Marfat.com

اور کچھ روز بعد مع متعلقین لاہور تشریف لے آئے۔ دارالعلوم اسلامیہ لاہور جو اب تک گوشۂ گمنامی میں تھا اچانک واردین و مستفیدین کی کثرت سے نہایت پُر رونق درس گاہ میں تبدیل ہوگیا، سامعین کے علاوہ مساجد کے آئمہ، حفاظ، عربی درسگاہوں کے اساتذہ و طلبہ سے حضرت الشیخ کی درسگاہ اس قدر تنگ داماں ثابت ہوئی کہ بار بار دائے تمام تعلیمی درجے بھی سامعین قرات کے لئے خالی کرنے پڑے، جو جارہا تھا وہ اگلے روز اپنے دو چار احباب کو ہمراہ لے کر پھر لوٹ رہا تھا۔ واردین میں مولانا مفتی محمد حسن صاحب بانی جامعہ اشرفیہ، شیخ القرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب، حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری صاحب مولانا ابوالحسن ندوی، قاری فضل کریم صاحب. بانی مدرسہ تجوید القرآن۔ مولانا داؤد غزنوی، پروفیسر ظفر اقبال وغیرہم کے علاوہ ممتاز شہریانِ لاہور کا تانتا بندھا ہوا تھا۔

حضرت الشیخ نے بڑے خلوص، محنت اور لگن سے تجوید و قرات کا نصابِ فن روایتی کمال مہارت سے پڑھانا شروع کیا پہلے سال میں روایت حفص میں چھ، دوسرے سال میں آٹھ تیسرے تجوید و قرات دونوں میں نہایت عمدہ فارغین سے معمور جلسہ تقسیم اسناد ہوا۔ تقسیم کے بعد پہلی بار حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، قاری سراج احمد صاحب کی انتہائی مساعی سے لاہور تشریف لائے اور دارالعلوم اسلامیہ لاہور کے جلسہ تقسیم اسناد سے خطاب فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ جلسہ ہر لحاظ سے بڑا کامیاب رہا اور آئندہ ہونے والے جلسوں میں تو یہ رونق بڑی ارتقائی اور روز افزوں شکل اختیار کر گئی۔

خوش درخشید و لے شعلۂ مستعجل بود۔ حضرت الشیخ ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم اسلامیہ لاہور میں تشریف لائے اور ۱۹۵۸ء میں مستعفی ہوئے۔ تدریس کی دنیا میں پانچ سال کوئی بڑی مدت شمار نہیں ہوتی۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ کام میں بعید برکت اور نصرت الٰہی شامل ہوئی۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ میں تو الہامی ہی سمجھتا ہوں کہ حضرت قاری صاحب کا واردِ پاکستان ہونا عامۃ المسلمین کے لئے عموماً اور مسلمانانِ لاہور کے لئے

Marfat.com

خصوصاً رحمتِ خداوندی کا ابر محیط ہے جو پُرجوش ہوکر برسے گا" یہ ابر محیط برسا اور اس شان سے جھوم جھوم کر برسا کہ یا تو ایک وہ وقت تھا کہ اسی لاہور میں کوئی صحیح پڑھنے والا نہ ملتا تھا یا ایک عظیم انقلاب رونما ہوا کہ ہر مسجد، ہر مدرسہ، ہر سکول، ہر کالج میں قاری کا وجود لازمی قرار دیا جا رہا ہے۔ کوئی جلسہ قاری کی تلاوت کے بغیر شروع نہیں ہوتا۔ کوئی مقرر صحیح تلفظ سے قرآن نہ پڑھے تو معیاری مقرر شمار نہیں ہوتا، غرض قاری کے بغیر تمام منبر و محراب بے رونق ٹھہرے۔ اور بتدریج اب تو ہر طبقۂ فکر خواہ اپنی طبقاتی فکر میں وہ مسلّم ہو یا نہ ہو، مگر قرآن کی خوشنما آواز کا اہتمام ہر جگہ ہے۔ مرزائی، شیعہ، اہلِ حدیث، بریلوی، دیوبندی، منکرین حدیث، اسلامی، غیر اسلامی سب کے سب جس اکائی پر متفق الرائے ہیں۔ وہ خوشنما قرآنی آواز ہے ریڈیو، ٹی۔وی، پر بڑے اہتمام سے خوبصورت تلاوتوں کے پروگرام ترتیب دیے جا رہے ہیں۔ غرض داستان پھیلی ہوئی ہے مگر نوجوانوں میں ایک ذہنی خلا بھی ہم جیسے غفلت شعاروں کی گوشہ نشینیوں اور خاموشیوں سے پیدا ہو چکا ہے کہ یہ نسل تو اس بابائے قرات کے نام اور کام سے آشنا نہیں جس کے لیے کسی نے کہا تھا۔

؎ بلبلیں سن کر میرے نغمے غزل خواں ہوگئیں

ہمارے خیال میں ان سوانحی سطروں میں ان اسباب سے بحث کرنا اور تفصیلات میں جانا بیکار اضاعت وقت ہے۔ جن کی وجہ سے حضرت الشیخ نے دارالعلوم اسلامیہ لاہور سے استعفیٰ دے دیا۔ بعض ناگزیر حالات کے سبب مستعفی ہو گئے استعفٰے کے ایک سال چند ماہ بعد حضرت الشیخ نے داعیِ حق کو لبیک کہی اور اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اس درمیانی وقفہ میں لٹن روڈ لاہور میں مرکزی دارالتجوید والقراءت کے نام ایک درسگاہ کی بنیاد بھی ڈالی اور کام بھی خوب جم گیا تھا۔ حضرت کو عرصہ دو سال سے قلبی اختلاج اور سانس میں گھٹن محسوس ہونے لگی تھی تاہم تعلیمی مشاغل اور مدرسہ کی مصروفیات میں قطعاً کوئی فرق پیدا نہیں ہونے دیا۔ مشق بڑے بڑے شاندار انداز میں اس روز بھی ایک بجے دوپہر تک کراتے رہے جو زندگی کا

Marfat.com

آخری دن تھا۔ رات کو کھانے اور نماز سے فارغ ہو کر حسب معمول شرح شاطبی ملا علی قاری ملاحظہ فرماتے ہوئے سو گئے اور تہجد کے وقت جو بڑی پختگی کے ساتھ بیدار ہو جانے اور نفل و تلاوت کا باقاعدگی سے وقت چلا آتا تھا۔ آج بجائے بیداری کے آسمان اول پہ نزول فرمانے والے مالک عرش سے جا ملے ؎

وَمَا كَانَ قَيْسٌ هُلْكُهُ هُلْكَ وَاحِدٍ
وَلٰكِنَّهُ بُنْيَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

Marfat.com

مولانا قاری اظہار احمد تھانوی

علمی نکات

راقم الحروف کی عادت تھی کہ زمانۂ طالب علمی میں حضرت شیخ القراء صاحب الفضیلۃ قاری عبدالمالک صاحب نور اللہ مرقدہم سے جو باتیں علمی اور نوادر کی قسم سے ہوتیں اور مجھے اس میں حضرت الشیخ رحمۃ اللہ کی ان کی اپنی تحقیق کی جھلک محسوس ہوتی۔ میں ان کو فوراً ایک کاپی میں جو اسی مقصد کے لیے بنائی ہوئی تھی اور اس نوادراتی مجموعہ کا نام "فوائد مالکیہ" رکھا ہوا تھا۔ لکھ لیتا تھا۔ میری اسی علمی تشنگی کو دیکھ کر حضرت بھی اکثر علمی نوادرات بیان کرنے کے وقت بطور خاص اس خاکسار کو مخاطب فرماتے۔

اس موقعہ پر مناسب ہے کہ ان علمی فوائد سے ناظرین کو بھی مستفید ہونے کا موقعہ فراہم کیا جائے۔ وباللہ التوفیق۔

۱۔ فرمایا۔ ادغام و اظہار میں اظہار اصل ہے اور فن تجوید کی تعریف اخراج حرف کما تقتضی ذاتہٗ وصفاتہٗ[۱] کا مفہوم بھی یہی چاہتا ہے کہ اظہار ہی اصل ہو۔ اسی لئے اظہار کے مقابلہ میں ادغام قلیل الوقوع ہے، ادغام زیادہ تر امام ابو عمرو بصری، امام ابن عامر شامی کے پہلے راوی ہشام امام حمزہ اور امام کسائی رحمہم اللہ کے یہاں پایا جاتا ہے لغت قریش میں اظہار بہت ہے اسی لئے ابن کثیر مکی رحمۃ اللہ کے یہاں ادغام بالکل برائے نام ہے، کیونکہ ان کی قرآءت لغتِ قریش پر ہے۔ بہرحال ادغام کی وجہ ثقل

---

[۱] حرف کو اسکی ذات و صفات کے تقاضا کے مطابق ادا کرنا۔

Marfat.com

تلفظ سے بچ کر سہولت کو حاصل کرنا ہے۔

۲۔ فرمایا۔ لفظ ترتیل کا مادہ رَتَلٌ ہے جس کے معنی ہیں دانتوں کا کشادہ ہونا جس عورت کے دانت علیحدہ علیحدہ ہوں اس کو رَتَلَاءُ کہتے ہیں تو ترتیل کے معنی ہیں ایسا کھلا کھلا پڑھنا کہ ایک ایک حرف مخارج وصفات کے ساتھ واضح پڑھا جائے۔ اسی لئے قاضی بیضاوی صاحبؒ نے وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا کی تفسیر میں بیان فرمایا کہ حرفوں کو مخارج وصفات کے ساتھ ادا کیجیے[1] اسی تفسیر کی بنا پر قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کا وجوب نکلتا ہے اور یہ تفسیر تقریباً متعین ہے۔ ترتیل کے معنی اسجگہ اور کچھ لینا صحیح نہیں۔ اب سمجھنا چاہیے کہ۔

ترتیل دو معنی میں بولا جاتا ہے ایک تو یہی معنی تجوید اور اس صورت میں یہ لفظ خوب ٹھیرا ٹھیرا کر پڑھنے یا متوسط رفتار سے پڑھنے (یعنی تدویر) اور جلدی جلدی پڑھنے (یعنی حدر) تینوں پر بولا جائے گا، یعنی تجوید کے ساتھ پڑھا جائے۔ خواہ وہ کتنی رفتار سے بھی ہو۔ اور ایک معنی اس کے ٹھیرا کر اطمینان سے پڑھنے کے ہیں۔ اس صورت میں یہ لفظ باقی دو قسموں یعنی تدویر اور حدر کا مقابل ہوتا ہے

۳۔ فرمایا: پڑھنے کی رفتار کے تین طریقے مشہور ہیں۔ ترتیل۔ تدویر۔ حدر۔ لیکن محققین نے پانچ قسمیں کی ہیں۔ ایک تحقیق یعنی پڑھنے میں بہت ہی ٹھیراؤ اور صفائی ہو دوسرا اس سے ذرا رواں وہ ترتیل ہے تیسرا اس سے ذرا رواں جیسا کہ جہری نمازوں میں پڑھا جاتا ہے یہ تدویر ہے۔ چوتھا اس سے بھی رواں جس کو حدر کہتے ہیں جیسے بالعموم تراویح میں پڑھتے ہیں اور پانچواں اس سے بھی تیز جیسے کوئی منزل یاد کرتے ہوتے یا چلتے پھرتے آہستہ آواز میں پڑھ رہا ہو۔ اس کو زمزمہ کہتے ہیں۔ لیکن تجوید کا پایا جانا سب قسموں

---

[1] بیضاوی نے فرمایا ای جَوِّدْهُ تجویدًا۔

Marfat.com

ہیں ضروری ہے۔ اس لئے علامہ سخاوی نے ان پانچوں قسموں کے بیان کے بعد فرمایا ہے۔ وَلَا بُدَّ فِی ھٰذِہِ الْاَنْوَاعِ کُلِّھَا مِنَ التَّجْوِیْدِ[1]

۴۔ فرمایا۔ وقف کی اقسام میں ایک قسم وقف معانقہ ہے ایسے موقع پر عموماً حاشیہ میں مع لکھا ہوتا ہے۔

جیسے فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ۛ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لفظ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ کا تعلق، ماقبل فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ سے بھی ہو سکتا ہے اور مابعد كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ سے بھی ہو سکتا ہے، اس قسم کے وقف کے متعلق ملا علی قاری نے المنح الفکریۃ میں فرمایا ہے کہ فصل کل اور وصل کل دونوں ناجائز ہیں وصل اول فصل ثانی یا فصل اول وصل ثانی پڑھنا چاہیے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ فصل کل کو تو بیشک ناجائز کہنا ٹھیک ہے مگر وصل کل کو ناجائز کہنا ٹھیک نہیں، اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی لہٰذا صرف فصل کل ناجائز ہوا باقی تینوں قسمیں جائز ہیں۔

۵۔ فرمایا: امام غزالی رحمہ اللہ نے نماز میں قراءت قرآن کے وقت خشوع کے کمال میں یہ فرمایا ہے کہ مخارج وصفات کی طرف دھیان لگانا اور صحت تلفظ کی طرف متوجہ رہنا خشوع کے منافی ہے، گویا اس دھیان سے نماز کے ثواب میں کمی واقع ہوتی ہے۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نماز میں قرأت نماز کا رکن ہے اور قراءت کا مامور بہ درجہ یہ ہے کہ تلفظ صحیح ہو مخارج وصفات کے ساتھ حروف کو صحیح ادا کیا جائے۔ اور مامور بہ کا اہتمام یہ عین خشوع ہے۔ اس کو خشوع کے منافی نہیں کہا جا سکتا۔ اور میں کہتا ہوں کہ تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے والے ماہر قاری کو قراءت کے دوران، مخارج وصفات کا خیال ہو ۔ یہ صحیح پڑھنا اس کی عادت ثانیہ بن جاتا ہے وہ بغیر کسی وسوسہ کے اور مخرج وصفات کی طرف دھیان

---

[1] تمام قسموں میں تجوید کا ہونا ضروری ہے۔

Marfat.com

دیتے بغیر تمام قرآن صحیح پڑھتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر وہ سوتے ہوئے بھی قرآن کی تلاوت کرے تو وہ بھی صحت تلفظ ہی کے ساتھ ہوگی۔ غرض صحیح پڑھنے میں مخارج وصفات کی طرف دھیان کا جانا غیر ماہر کے لئے تو ضروری ہے مگر ماہر کے لئے یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ لہٰذا اس کی تلاوت میں صحت ادا کا وسوسہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔

۶ - فرمایا، منح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریہ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ سورہ مومنون کی ابتدائی آیات اور سورہ معارج کے پہلے رکوع کے نصف آخر کی آیات الفاظ معنی میں تقریباً ایک جیسی ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ علامہ سجاوندی رحمۃ اللہ نے سورہ مومنون کی آیت وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝ پر وقف لازم کی رمز بنائی ہے، اور وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝ معارج میں وقف لازم کی رمز نہیں بنائی ہے۔ حالانکہ مضمون دونوں جگہ آیتوں کا یکساں ہے۔ قاری فرماتے ہیں کہ میں نے خود کافی غور کیا، مسئلہ حل نہیں ہوا تو میں نے یہ سوال علماء حرم شریف پر پیش کیا۔ مگر وہ بھی حیران رہ گئے اور کوئی توجیہ پیش نہیں کر سکے۔

اسکی توجیہ میری سمجھ میں یہ آتی ہے کہ مومنون میں آگے ہے أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ ط اور معارج میں ہے أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ۝ فرق یہ ہے کہ مومنون میں اولٰئک کے بعد ضمیر مرفوع منفصل هُمْ آتی ہے اور معارج میں نہیں ہے۔ هُمْ سے کلام میں حصر پیدا ہوا۔ اب اگر وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ کو اولٰئک هُمُ الْوَارِثُونَ سے وصل کر کے پڑھا جائے گا تو یہ وہم ہو سکتا ہے کہ جو لوگ نمازوں پر پابندی کرتے ہیں بس وہی وارثین جنت الفردوس ہوں گے اور اس سے اوپر جو دیگر اوصاف مومنین بیان ہوئے قَدْ أَفْلَحَ سے وہ مومنین، وارثین جنت الفردوس نہیں ہوں گے، کلام کو اس وہم سے

Marfat.com

بچانے کے لئے لحافظوں پر وقف لازم بنایا کہ ہم ضمیر کا مرجع صرف نمازوں کی پابندی کرنے والے مسلمان ہی نہیں ہے بلکہ مجموعی طور پر تمام اوصاف مذکورۂ بالا والے مومنین ہیں۔ بخلاف معارج کے کہ یہاں وصل میں یہ وہم پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ یہاں هُمْ ضمیر نہیں ہے صرف اُولٰئِکَ ہے جس کا مشار الیہ تمام مومنین مذکورۂ بالا خود بخود ہو رہے ہیں۔

۷۔ فرمایا وقف کے معنی انقطاع نفس کے ساتھ ٹھہرنے کے ہیں تو وقف بوجہ مجبوری کے یعنی سانس لینے کے لئے ہوتا ہے اگر بالفرض کسی کا سانس اس قدر لمبا ہو کہ تمام قرآن شریف ایک سانس میں پڑھ سکے تو وصل ہی بہتر ہوگا۔

یہ مذہب امام حمزہؒ کا ہے۔ اور امام عاصم وغیرہ رحمہم اللہ کے یہاں وقف کا مقصد معنی کی افہام و تفہیم بھی ہے، لہٰذا معانی اور مضامین کے ربط کے مواقع میں وصل بہتر ہے اور مضمون کے انقطاع کے مواقع میں وقف بہتر ہے۔

۸۔ فرمایا: وقف کے مواقع میں اکثر اجتماع ساکنین ہوتا ہے جیسے عَلِیْمٌ o خَبِیْر o یہ اجتماع ساکنین اگرچہ جائز کی قسم سے ہے مگر ثقالت سے خالی نہیں۔ اس ثقالت کو دور کرنے کے لئے مدّ صوت سے کام لیا گیا۔ تاکہ ثقالت دور ہو جائے۔ اسی طرح حرف مد کے بعد جب ہمزہ ہو تو حرف مدّہ ضعیف اور ہمزہ قوی کا اجتماع ہوتا ہے، اجتماع ضعیف و قوی ثقیل تھا اس ثقالت کو دور کرنے کے لئے مدّ متصل و منفصل پر مدّ صوت سے اس کا تدارک کیا گیا۔

۹۔ فرمایا۔ قُطْبُ جَدٍ حروف قلقلہ ہیں، شدت و جہر کی وجہ سے قلقلہ ہوا مگر ہمزہ میں قلقلہ نہیں ہوتا۔ اگرچہ وہ بھی شدیدہ مجہورہ ہے، کیونکہ اس کا مخرج حلق ہے اور حلق بھی اقصیٰ، ہمزہ میں خود ثقالت تھی، قلقلہ سے یہ ثقالت زیادہ ہو جاتی لہٰذا ہمزہ میں قلقلہ نہیں، قلقلہ کے معنی ہیں، مخرج میں آواز کا ٹکرا کر دوبارہ ظاہر ہونا۔

Marfat.com

قلقلہ کا مفہوم جو کتابوں میں لکھا ہے کہ مخرج میں آواز کو ہلانا، اس کا مقصد رجعِ صوت ہے یعنی حرف ساکن ہونے کے بعد اس کی آواز دوبارہ پلٹ کر آئے۔

۱۰۔ مد کی تین قسمیں کی گئی ہیں لازم واجب جائز۔ یہاں ایک بحث یہ بھی ہے کہ یہ اصطلاح مجودین کی ٹھیرائی ہوئی ہے یا یہ حکم شرعی ہے؟

واجب کے متعلق علماء نے کہا ہے کہ واجب سے شرعی حکم مراد ہے۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ میں لفظ للفقرآء پر مد کرنے کا حکم فرمایا والامر للوجوب لہٰذا مد متصل پر اگر کوئی مد نہ کرے تو وہ تارک واجب ہوگا۔ اور باقی دو اصطلاحیں لازم اور جائز، مجودین کی ٹھیرائی ہوئی ہیں شرعی حکم نہیں ہے۔

۱۱۔ فرمایا سورہ یُوسُف میں لَاتَأْمَنَّا پڑھنے کا قاعدہ یہ ہے کہ میم مفتوحہ کو نون میں میں ملاتے ہوئے جب نون کو ساکن پڑھا جاتے "یہ اشمام کیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ بھی منقول ہے کہ نون اول پر ضمہ پڑھا جائے۔ لیکن اس ضمہ کا اظہار بکمال نہ ہو بلکہ ناقص ہو، اس کو اس طرح پڑھنے کی اصل وجہ تو یہ ہے کہ مروی یہی دو طریقے ہیں، لیکن نکتہ بعد الوقوع کے طور پر وجہ یہ بیان کی جاسکتی ہے کہ اصل میں لَاتَأْمَنُنَا تھا۔ یعنی آئے نفی ہے لاتے نہی نہیں دو حرف ایک جنس کے یعنی نونین جمع ہوئے اول کو ساکن کر کے دوسرے میں ادغام کردیا ادغام کی وجہ سے نون ساکن ہوجانے سے بظاہر لا سے نہی کا اشتباہ ہونے لگا تھا۔ لہٰذا اسی اشتباہ کو دور کرنے کے لئے اور لائے نفی پر تنبیہ کرنے کے لئے قرات کے یہ دو طریقے ایجاد ہوئے۔

۱۲۔ فرمایا۔ نون ساکن کے بعد اگر کوئی حرف حلقی ہو تو غنہ آنی ہوتا ہے۔ ورنہ غنہ زمانی ہوتا ہے۔

۱۳۔ فرمایا۔ مد فرعی کے اقسام میں مد لازم سب سے قوی ہے، پھر متصل پھر مد عارض

Marfat.com

پھر منفصل اور روش کا مد بدل سب قسموں میں اضعف ہے، چنانچہ اسی کو حسب ذیل شعروں میں کہا گیا ہے ؎

أَقْوَاهُ السُّكُوْنُ يَلِيْهِ الْمُتَّصِلُ
نَعَارِضُ السُّكُوْنُ ثُمَّ الْمُنْفَصِلُ
ثُمَّ كَآمَنُوْا وَذَا اَضْعَفُهَا
قَاعِدَةٌ يَفُوْزُ بِهَا مُتْقِنُهَا،

ترجمہ۔ سب سے زیادہ قوی سکون اصلی والا ہے، اور اس کے قریب ہی مد متصل ہے پھر عارضی سکون والا مد عارض ہے پھر مد منفصل ہے۔ پھر آمنوا کے مانند اور یہ سب سے زیادہ ضعیف قسم ہے۔ یہ ایک قاعدہ ہے کہ مدوں کی قسموں میں ماہر ہی اس کو یاد کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔

۱۴۔ فرمایا۔ سکتہ کے معنی لغۃً وقف ہی کے ہیں گو یا لغوی اعتبار سے سکتہ اور وقف میں کوئی فرق نہیں ہے، قرآن شریف میں سکتہ کل آٹھ جگہ لکھا ہوا ہے سکتہ کے اصطلاحی معنی ہیں۔ انقطاع الصوت دون النفس اور وقف کے معنی ہیں انْقِطَاعُ النَّفَسِ وَالصَّوْتِ، قرآن شریف میں چار جگہ سکتہ اصطلاحی ہے یعنی کہف یاسین، قیامہ اور مطففین میں اصطلاحی ہے، جو صاحب روایت امام حفص سے منقول ہے اور باقی چار جگہ بمعنی وقف جوازی ہے جو حفص کے بعد والوں نے کہا ہے۔ ان چار جگہوں میں یا تو بالکل وقف کیا جائے اور یا بالکل وصل کیا جائے جیسے یُوْسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا سکتہ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ۔

۱۵۔ حضرت الاستاذ نے والعصر تلاوت فرمائی تو اِلَّا پر وقف فرمایا۔ پوچھنے پر فرمایا کہ خُسْرٍ ۙ پر راس آیت ہے مگر وہاں میں نے وقف نہیں کیا۔ کیونکہ مجودین میں دو قسم کے مذاق ہیں، ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ جہاں راس آیت ہو، وہیں وقف

Marfat.com

کرنا بہتر ہے، کیونکہ وہ قرآن کی طرح منزل ہے اور اس میں اتباع اثر ہے جو بہر حال بہتر ہے

اس آیت پر وقف کی وجہ سے اگر کوئی معنوی ایہام پیدا ہوتو ہوا کرے، اہل عربیت کلام کے سیاق وسباق سے خود تعین کلام کر کے مراد معنی کو پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن دوسری جماعت قراء کا مذاق یہ ہے کہ قاری کو رعایت معنی ملحوظ رہنی چاہیئے اور سامعین کو ایہام معنی سے بچانا چاہیئے۔ جیساکہ اسی آیت میں اگر اِلّا پر وقف کر لیا جائے تو پہلی آیت سے تمام انسانوں کا خسارت میں ہونا موہوم نہیں ہوتا لفظ اِلّا پہ وقف سے مستثنا سب اور خاجین عن الخسارت کے وجود پر اشارہ ہوجاتا ہے۔ فرمایا میرا مذاق اسی کو ترجیح دیتا ہے اگرچہ دوسرا خیال بھی بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۶- وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ تلاوت فرماتے ہوئے فرمایا کہ بعض اساتذہ پانی پت[۱] اور دہلی سے لوگ ان کی اتباع میں ایسی جگہ الفِ تثنیہ کو باقی رکھتے ہوئے ذرا اشباع کے ساتھ پڑھ کے آگے ملاتے ہیں۔

لیکن یہ صحیح نہیں الف کا گرانا ضروری ہے کیونکہ التقاء ساکنین علیٰ غیر حدہٖ جائز نہیں ہے اور قواعد نحویہ کا لحاظ رکھتے ہوئے الف کو گرانا ضروری ہے۔

اساتذہٗ پانی پت اسکی علت یہ بیان کرتے ہیں کہ الف گرنے کی شکل میں صیغۂ تثنیہ کا صیغۂ واحد کے ساتھ التباس ہوتا ہے۔ اور التباس وایہام سے کلام اللہ کو بچانا ضروری ہے۔ مگر محققین نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ ایک تحقیقی اور ایک الزامی۔ الزامی تو یہ کہ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ وغیرہ میں واؤ کو تم گرا کر ہی پڑھتے ہو حالانکہ اس صورت میں بھی صیغۂ جمع کا صیغۂ واحد کے ساتھ التباس لازم آتا ہے۔ اس التباس سے بچنے کی فکر کیوں نہیں کرتے ہو۔ صرف الفِ تثنیہ پر ہی کیوں توجہ ہے؟ تحقیقی جواب

---

[۱] رسالہ فیوض رحمانی بزبان فارسی تصنیف قاری عبدالسلام انصاری پانی پتی میں یہ بحث بتفصیل موجود ہے

Marfat.com

یہ ہے کہ صیغوں کا التباس صرف عالم عربیت ہی کو ہو سکتا ہے، جاہل کو ہرگز نہیں ہو سکتا ہے اور عالم عربیت کے لئے سیاق و سباق سے معنی و مراد کی تعیین مشکل نہیں ہوتی ہے وہ قرآن سے خود ہی صیغوں کی تعیین بھی بآسانی کر سکتا ہے جیسے **فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ** الآیہ۔ اس آیت کے سیاق میں آنے والے صیغے اور ضمیریں خود ہی ذاقا کے تثنیہ ہونے پر دلالت کر رہے ہیں۔

۱۷۔ فرمایا قصبہ جلال آباد ضلع مظفر نگر (یو پی) کے رہنے والے قاری محمد علی صاحب بن بہادر علی خان کوئی پرانے اساتذہ میں سے ہوئے ہیں انہوں نے ایک رسالہ حُجّۃُ القاری تصنیف کیا ہے جو فنی حیثیت سے بہترین رسالہ ہے، مگر اب وہ نایاب ہے اس میں انہوں نے اور تو سب باتیں بہترین ترتیب اور تامل و تفکر سے لکھی ہیں، مگر ایک تحقیق میں ان سے تسامح ہو گیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ اللّٰہُ اسم جلالہ میں لام مفخم ہے لیکن پہلے لام کو بھی مفخم پڑھنا غلط ہے کیونکہ یہ اصل میں الْاِلٰہُ تھا، لام تعریف کو لام اسم الجلالہ میں ادغام کیا گیا۔ اللّٰہُ ہو گیا تو تفخیم اس طرح پر ہونی چاہیئے کہ پہلے لام کے پڑھنے کے وقت اس کی ترقیق باقی رہے اور صرف دوسرا لام مفخم ہو۔ فرمایا اس میں غلطی یہ ہے کہ لام مدغم اور مدغم فیہ کو الگ سمجھا ہے لیکن یہ ادغام کی تعریف سے ناواقفیت کی دلیل ہے ادغام کی تعریف یہ ہے ضَمُّ المتجانس الاول فی المتجانس الآخر، اور ضم کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے متجانس کو پہلے متجانس کا ہم مخرج و ہم صفت بنا دیا جائے ورنہ ادغام نہیں ہو گا۔ لہٰذا قاعدہ مذکورہ کا تقاضا یہ ہوا کہ دونوں لام مفخم پڑھے جائیں۔

۱۸۔ ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس لہجہ میں (یعنی حسینی میں) میں پڑھ رہا ہوں، میں دعویٰ کر سکتا ہوں کہ یہ وہی لہجہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا کیونکہ یہ

Marfat.com

لہجہ لبسلسلہ اساتذہ بتواتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا ہے اور زَیِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ وغیرہ احادیث میں تحسین صوت سے غالباً یہی لہجہ مراد ہے۔ باقی اس کے علاوہ جو دُوسرے لہجے ہیں جیسے مصری، عشاقی وغیرہ وغیرہ اُن کے متعلق تواتر کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا، ہو سکتا ہے کہ وہ بعد میں پیدا ہوئے ہوں اور ہمارا یہ لہجہ کا تواتر یا فی ہی حضرات پر حجت ہے کہ وہ خوش آوازی کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ اور گا کر پڑھنے والے تبلاتے ہیں۔

۱۹۔ فرمایا۔ خوش آوازی کے لئے ایک ہندی دوہا مشہور ہے، جو کسی سادھو نے کہا ہے ؎

مِرچ کُلیجن باچی بچ پیپل اور بان
شہد ملا کر چاٹ لے کنٹھ کو کو کلا مان

یعنی سیاہ مرچ، خولنجان فلفل دراز، با بچی، بچ اور بان ہموزن لے کر کوٹ چھان کر شہد میں ملا کر چاٹ لے اور سمجھ لے کہ گلا کو کلا پرندہ کی سی آواز والا ہو جائے

۲۰ فرمایا تمام وہ ذواتُ الیاء کلمات کہ جن میں امام حمزہ وکسائیؒ یا صرف کسائیؒ نے امالہ کیا ہے ورش کے لئے اُن تمام کلمات میں فتح وتقلیل دو وجہ ہیں، جیسا کہ مشہور قاعدہ ہے۔ مگر علامہ دانی وغیرہ نے تبلایا ہے کہ اس اصول سے بتین کلمات مرضات مشکوٰۃ اور کلاہما مستثنیٰ ہیں۔ لیکن علی نوری سفاقسی صاحب غیثُ النفع نے ایک چوتھے کلمہ میں اضافہ کیا ہے۔ لہٰذا کل چار کلمے مذکورہ اصول سے مستثنیٰ ہیں۔ یعنی ورش کے لئے ان چاروں میں صرف فتح ہے۔ چنانچہ ان چاروں کلمات کو علی نوری سفاقسی نے شاطبیہ کی بحر میں وزن بھی کیا ہے فرماتے ہیں ؎

ھُمَالُ عَلِیٍّ وَحْدَہٗ کَاَوْ وَحَمْزَۃٍ
اَمِلْہُ بِوَرْشٍ لَا نِزَاعَ مُنَزَّلَا

Marfat.com

سِوَى أَرْبَعٍ وَهِيَ الرِّبَا وَكِلَاهُمَا
وَمَرْضَاتِ مِشْكٰوةٍ وَذَاحِيثُ أُنْزِلَا

یعنی جس کلمہ میں صرف علی کسائی نے یا حمزہ وکسائی دونوں نے امالہ کیا ہو، اس میں ورش کے لئے (بطور جواز) امالۂ صغری کرو، اس مسئلہ میں کوئی اختلاف بھی باعث لغزش نہیں ہے۔ البتہ چار کلمات اس اصول سے مستثنیٰ ہیں اور وہ ہیں رِبَا کِلَاهُمَا مَرْضَاتِ۔ مِشْکٰوة۔ یہ الفاظ قرآن میں جہاں بھی ہوں یہی حکم ہے۔

۲۱۔ فرمایا مراتب مدّ متصل میں علی وجہ التفصیل یہ کہا گیا ہے کہ ورش وحمزہ کے لئے بقدر پانچ الف عاصم کے لئے بقدر چار الف شامی وکسائی کے لئے بقدر تین الف اور قالون، مکی اور بصری کے لئے بقدر دو الف ہے۔ مگر اتنی احتیاط و تدقیق مشکل ہے لہٰذا دو ہی درجوں پر اکتفا کیا جانے لگا یعنی یوں کہدیتے ہیں کہ ورش وحمزہ کے لئے طول اور باقین کے لئے توسط ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں ؎

وَقَدْ قَرَأَ الشَّيْخَانِ طُولَى لِوَرْشِهِمْ
وَحَمْزَةَ وَالْوُسْطَى لِبَاقِيهِمُ الْمَلَا

ترجمہ:- اور تحقیق شیخین (علامہ شاطبی وجزری) نے ورش وحمزہ کے لئے طول اور باقین، معزز قراء کے لئے توسط کیا ہے۔

۲۲۔ فرمایا اقصائے لسان کے اوپر جو نرم گوشت حلق کی طرف مائل ہے اس کو غَلْصَمَہ کہا گیا ہے جو قاف کا مخرج ہے اور تالو کا ہڈی والا وہ حصہ جو غلصمہ سے ملا ہوا ہے وہ عکدہ ہے لہٰذا مخرج قاف وکاف اس طرح ہوا کہ اقصائے زبان وغلصمہ قاف کا مخرج، اور اقصائے زبان وعکدہ کاف کا مخرج ہے۔

۲۳۔ فرمایا اکثر مجوّدین نے صفات لازمہ غیر متضادہ کے اضداد ذکر نہیں فرمائے اسی لئے ان کو صفات لازمہ منفردہ کہا جاتا ہے مگر بعض محققین نے ان کے اضداد بھی ذکر کئے

Marfat.com

ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ تجوید ریسبب ضدِ صغیر ہے۔ استقراء ضدِ قلقلہ، ثابتہ ضدِ منحرفہ، قصیرہ ضدِ استطالت، صحیحہ ضدِ حروفِ علت ہیں

۲۴۔ فرمایا کہ قاری محمد علی جلال آبادی وغیرہ بعض قراءِ عجم نے ہمزہ کو تحقیق ادا کرنے پر زور دیا اور یہ بات کہی کہ اس کی ادائیگی میں پڑھنے والے کی ناف ہلتی ہوئی محسوس ہو، خصوصاً اجتماع ہمزتین میں مثلاً ءَ اَنۡذَرۡتَھُمۡ مگر استاذ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی الٰہ آبادی نے اس کا رد کیا ہے کہ ہمزہ کی ادا میں تحقیق ہونی چاہیے مگر نہ اس قدر کہ ناف ہل جائے، ہمزہ کا ناف سے کوئی تعلق نہیں۔

۲۵۔ فرمایا کہ قاری محمد علی صاحب جلال آبادی نے تحفۃ القاری صلا پر یہ بات بڑی عمدہ کہی ہے کہ سورۂ زمر میں یَرۡضَہُ لَکُمۡ کی ہائے ضمیر کو حفص وغیرہ نے باوجود حرکتِ طرفین صلہ سے نہیں پڑھا ہے۔ کیونکہ یہ اصل یَرۡضَاہُ تھا۔ ہائے ضمیر کا ماقبل الف بسبب حرفِ شرط گر گیا۔ پس مِنۡہُ کی قسم سے ہوا لیکن اشکال ہوتا ہے کہ سورۂ بلد میں اَنۡ لَمۡ یَرَہٗۤ اَحَدٌ میں بھی تقریباً یہی صورت تھی پھر وہاں کیونکر صلہ باقی رہنے دیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بیشک یَرَہٗ اصل میں یَرَاہُ تھا اور الف حالتِ جزمی کی وجہ سے گر گیا۔ لیکن ہا کے صلہ کو اس لئے باقی رکھا گیا کہ یہاں ھا کے بعد ہمزہ ہے لہٰذا ہا میں صلہ کو باقی رکھا گیا تاکہ یہ صلہ ہمزہ کے محقق ادا ہونے میں مددگار ثابت ہو یعنی ہمزہ اپنے مخرج و صفت سے بوجہ احسن ادا ہو۔

۲۶۔ فرمایا کہ قاری محمد علی صاحب نے تحفۃ القاری میں فرمایا ہے کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ مدفرعی کی حقیقت مفہومی میں مدطبیعی داخل ہے یا نہیں؟ یعنی مدفرعی علاوہ مدطبیعی کے ہے یا مدطبیعی کے ساتھ ہے۔ بعض مشائخ کہتے ہیں کہ مدفرعی سے مراد مدطبیعی کے علاوہ مقدار مراد ہوتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مدفرعی مدطبیعی کے سمیت ہوتا ہے اور مدطبیعی اس میں داخل ہے۔ غور کرنے سے یہی

Marfat.com

بات بہتر معلوم ہوتی ہے اور طبیعی، مد فرعی میں داخل ہے اس لئے کہ قصر کی حد باتفاق ایک الف قرار دی گئی ہے، چنانچہ مد منفصل کو قصر کے وقت بقدر یک الف کھینچتے ہیں اور اس قصر کے اوپر جو زیادتی ہوتی ہے وہ مد فرعی کہلاتی ہے اور قصر اُسی زیادتی کے ترک کا نام ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ قصر میں مد ایک الفی ہوتا ہے۔ لہٰذا دو الفی قصر کا دو چند ہوا اور تین الفی مد قصر کا تین گنا ہوا، اور چار الفی قصر کا چار گنا ہوا، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قصر سے مراد ایک الفی، توسط سے دو الفی اور طول سے مراد تین الفی مع المد الطبیعی ہے۔

۲۷۔ فرمایا کہ روایت حفص کے دو طریق ہیں ایک من طریق الاُشنانی عن عبید اللہ بن صباح عن حفص دوسرا من طریق الفیل عن عَمْرو عن حفص۔ پہلے طریق میں حفص کے لئے ساکن غیر مدہ قبل از ہمزہ پر سکتہ ہے۔ مثلاً قرآن، مَن آمَنَ۔ اَلْاَرْض۔ وَ اسْئَلْهُ، يَسْئَلُوْنَكَ۔ شَيْئًا۔ شَيْءٌ وغیرہ یہ سکتہ لفظی کہلاتی ہے جو برائے تحقیق ہمزہ ہوتا ہے۔ اس طریق پر حفص کے لئے۔ مد منفصل میں چار الفی مد ہے، قصر نہیں ہے۔ اور طریق الفیل میں حفص کے لئے مد منفصل میں قصر ہے، لیکن سکتہ لفظی نہیں۔ لہٰذا روایت حفص پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے۔ کہ سکتات پڑھتے وقت قصر نہ کرے، اور قصر کر رہا ہو تو سکتات نہ کرے۔ ورنہ خلط فی الطریق ہوگا جو مشائخ کے یہاں جائز نہیں۔

چنانچہ تحبنۃ القاری میں ہے کہ سکتہ لفظی اور عدم سکتہ لفظی کی مد منفصل کی مقدار کے ساتھ چار صورتیں ہیں ان چار میں سے تین جائز اور ایک وجہ ناجائز ہے۔

۱۔ سکتاتِ لفظی مع مد منفصل چار الفی (منقول از نشر و اتحاف)

۲۔ سکتاتِ لفظی مع مد منفصل چار الفی (منقول از شاطبیہ)

۳۔ عدم سکتات لفظی مع قصر مدِ منفصل (منقول از نشر و اتحاف)

۴۔ قصرِ مد منفصل مع سکتات (یہ ناجائز ہے)

۲۸۔ فرمایا کہ شیخ ابو جعفر محمد بن طیفور سجاوندی صاحب نے جو اوقاف کے رموز

Marfat.com

مثلاً لازم، مطلق، جائز، مجوز وغیرہ مقرر کئے ہیں، ہمارے بلادِ ہند و پاکستان کے مصاحف میں وہی رائج ہیں۔ ماوراء النہر کے مشائخ نے انہیں کو ترجیح دی ہے، اگو اور طرح بھی اصطلاحات وارد ہیں، اور ابن الانباری ابن الجزری اور اشمونی وغیرہ حضرات نے بھی اس موضوع پہ تصانیف فرمائی ہیں اور مواقع وقف میں ہی اختلاف ہوا ہے۔ مگر یہ اختلاف، اختلافِ تفسیری پر متفرع ہے اور کہیں ترکیب نحوی کے اختلاف کے نتیجہ میں ہے۔ مطلب یہ کہ کوئی بڑا اختلاف نہیں یا یوں کہیئے کہ صرف اختلاف لفظی ہے حقیقی نہیں۔

۲۹۔ فرمایا جس آیت میں لفظ کلّا ہوگا وہ آیت لازماً مکی ہوگی، مدنی نہیں علماء نے استقراء کیا ہے، دیگر یہ کہ کلّا صرف قرآن کے نصفِ آخر میں ہے نصف اوّل میں نہیں، تیسرے یہ کہ یہ لفظ قرآن میں چھتیس جگہ واقع ہے۔

کسی شاعر نے کہا ہے ؎

وَمَا نَزَلَتْ کَلَّا بِیَثْرِبَ فَاعْلَمَنْ
وَلَا جَاءَ فِی الْقُرْاٰنِ فِیْ نِصْفِہِ الْاَعْلٰی

یعنی کلّا کا لفظ یثرب والی آیات میں نازل نہیں ہوا اور نہ نصف اول میں آیا ہے، اس لفظ پہ مزید بحث دیکھنی ہو تو نہایۃ القول المفید کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

۳۰۔ فرمایا اس میں اختلاف ہے کہ حروفِ مدّہ اصل اور حرکات اُن کی فرع ہیں یا حرکات اصل اور حروفِ مدّہ ان کی فرع ہیں، یہ بحث ایسی ہی ہے کہ پہلے انڈا تھا یا مرغی؟ یعنی انڈا مرغی سے پہلے پیدا ہوا یا مرغی انڈے میں سے پہلے نکلی؟

بہرحال ایک جماعت کہتی ہے کہ حروفِ مدّہ اصل اور حرکات فرع ہیں، کیونکہ اگر حقیقت اس کے برعکس ہوگی تو یقیناً حرکات، حروفِ مدّہ سے پہلے ہوں گی

Marfat.com

لیکن حرکات تو قائم بنفسہا ہو ہی نہیں سکتیں۔ لہٰذا وہ شی کس طرح لازم ہو سکتی ہے جو قائم بنفسہ ہی نہ ہو۔

اور دوسری جماعت کی رائے ہے کہ حروفِ مدّہ حرکاتِ ثلٰثہ سے ماخوذ ہیں۔ اور حرکات اصل ہیں۔ کیونکہ حرکات کو کھینچنے سے ہی یہ تینوں حروف مدّہ پیدا ہوتے ہیں۔ نیز یہ بھی دلیل لاتے ہیں کہ اہل عرب بعض کلاموں میں واو کی جگہ ضمّہ پر اور یاء مدہ کی جگہ کسرہ اور الف کی جگہ فتحہ پر اکتفا کرتے ہیں اور اکتفا اصل پر ہی کیا جاتا ہے معلوم ہوا کہ حرکاتِ ثلٰثہ اصل اور حروفِ مدہ فرع ہیں۔ یہ بحث مفصل کتاب الرعایہ لابی محمد مکی بن ابی طالب قیلسی میں دیکھی جا سکتی ہے۔ جس میں مصنف نے فرمایا ہے کہ کوئی بھی کسی کی اصل نہیں دونوں مستقل الوجود ہیں۔ وہو قول صحیح ان شاء اللہ تعالیٰ

۴۱۔ فرمایا۔ ضاد اور ظاء میں مخرج اور صفت استطالت سے فرق کیا گیا ہے جو مشہور ہے۔ لیکن ایک فرق اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ ضاد میں اطباق اور تفخیم ظاء معجمہ کے اطباق و تفخیم سے زیادہ ہے۔ لیکن چونکہ یہ فرق دقیق ہے اور ماہرین اس کا ادراک کر سکتے ہیں۔ اس لئے اس فرق کو علامہ جزری وغیرہ نہیں لائے، یہ بات ساچقلی زادہ محقق ترکی نے جہد المقل میں کہی ہے۔

۴۲ فرمایا زمانہ حال کے مصری قراء کا امالہ کبریٰ میں تلفظ صحیح نہیں، وہ بجائے امالہ ابدال کرتے ہیں۔ امالہ یہ ہے کہ الف کو بجائے انفتاح کامل کے صرف یاء کی طرف جھکا کر پڑھا جائے۔ نہ یہ کہ خالص یاءِ مدہ سے تبدیل کیا جائے۔ وَمَا اَدْرٰیکَ پڑھا جائے، یہ فاش غلطی ہے۔

۴۳ مدرسہ تجویدُ القرآن لاہور کا سالانہ جلسہ تھا۔ ایک نوجوان خوش گلو قاری نے آیا عمران میں وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ قَالَ کَذٰلِکَ اللّٰہ پڑھتے ہوئے لفظ اللّٰہ پر وقف کیا۔ تلاوت ختم ہوئی تو حضرت قاری صاحب نے ناراضگی تنبیہ کی اور فرمایا تمہارے اس بے موقعہ وقف سے تلاوت کا سارا لطف جاتا رہا۔ کیونکہ وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ کے جواب میں قَالَ کَذٰلِکَ اللّٰہ کا مطلب ہوا کہ

Marfat.com

اگر یہ سوئی عاقر ہے تو کوئی بات نہیں نعوذ باللہ اللہ بھی ایسا ہی ہے۔ اس وقت اسٹیج پر اکابر کا مجمع تھا۔ علماء میں سے حضرت مفتی محمد حسن صاحب جامعہ اشرفیہ والے اور مولانا داود غزنوی صاحب اور حضرت مولانا احمد علی صاحب تھے قراء میں سے قاری کریم بخش صاحب اور قاری فضل کریم صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تھے، مگر فاش غلط وقف کی طرف کسی کا بھی ذہن نہیں گیا، حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی تنبیہ کے بعد سب ہی حضرات بے ساختہ طور پر حضرت قاری صاحب کی قرآن فہمی پر داد وتحسین دینے لگے۔ بلکہ مفتی محمد حسین صاحب نے تو فرمایا کہ حضرت ہمارا تو اس طرف ذہن ہی نہیں گیا۔ قرآن سننے کا بھی صحیح ذوق اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہی بخشا ہے۔

غرض اسی طرح حضرت رحمہ اللہ وقف و ابتدا میں حسنِ معنی کا بیحد خیال رکھتے تھے اور کسی قاری کے اچھی جگہ وقف کرنے پر خوش ہو کر داد وتحسین فرماتے تھے۔

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی تحریری علمی یادگاروں میں ان کا "فوائد مکیہ" کا حاشیہ تعلیقات مالکیہ ہے۔ یہ کتاب استاذ الاساتذہ حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب مکی الہ بادی کی بہترین تصنیف ہے اور مہارتِ فنی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس کتاب پر حواشی بہت سے مشائخ نے لکھے۔ مگر حق یہ ہے کہ تعلیقات مالکیہ کا مقام منفرد ہے، بہترین معلومات اور حواشی سے کتاب کو ایسا مزین کیا کہ اصل کتاب کی قدر وقیمت میں بہت بڑا اضافہ ہو گیا ہے مثلاً صفات ممیزہ، استعاذہ، ابتدائے سورۃ توبہ میں بسملہ پڑھنا حروف قلقلہ کی تعداد اور اس صفت کا انطباق، ادغام، اخفاء، اجتماع ساکنین [illegible] کی بحثیں قابل دید ہیں، نیز کتاب کے آخر میں باب التکبیر کے ضروری مسائل بڑی جامعیت اور اختصار سے لائے گئے جو کسی اردو کتاب میں ایسی جامعیت کے ساتھ بیان نہیں ہوئے، اسی طرح اَلْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ تکرار سورۂ اخلاص فی التراویح۔ مدایۃ العباد الی تحقیق النطق الضاد اور تائید مزید بیں علماء حرمین شریفین کے فتاوی ایک قول فیصل کی حیثیت

Marfat.com

رکھتے ہیں۔ تجوید کی اس کتاب میں قراء کے لئے سجدۂ تلاوت کے عنوان کے تحت فقہی مسائل کا بیان بڑی ضرورت کی تکمیل ہے۔

دوسری علمی یادگار حضرتؒ کے وہ عربی حواشی ہیں جو موصوف نے حرز الامانی المعروف شاطبیہ پر لکھے ہیں، اختصار، جامعیت اور آسان وسادہ عربی زبان میں اشعار کی تشریح ایسا علمی کارنامہ ہے کہ بڑی بڑی شروح وحواشی سے بے نیاز کرتا ہے۔ الحمد اللہ کتاب شاطبیہ اور یہ حواشی لاہور میں مطبوع ہو چکے ہیں۔ اور وقت کی بڑی ضرورت پوری ہوئی ہے۔ اسی طرح فوائد مکیہ مع حاشیہ تعلیقات مالکیہ ہند وپاک میں بیحد مقبول ہے، چھ سات ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ تقسیم ملک سے پہلے یہ دونوں کتابیں لکھنؤ میں چھپی تھیں، تقسیم کے بعد ملک میں ان کی بڑی ضرورت تھی۔ ان کے چھپنے سے بڑا علمی خلا دور ہوا ہے۔ فللہ الحمد علی ذلک۔

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ فن ادا کے امام تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے اس فن کا وہ اعلیٰ مقام عطا فرمایا تھا کہ غالباً حضرت قاری عبد اللہ صاحبؒ اپنے اس ہونہار شاگرد کو دیکھتے اور سنتے تو نہ معلوم کس قدر کس قدر داد وتحسین سے نوازتے، شاگرد نے حضرت الاستاذ کے آگے دس سال ترتیل وحدر میں مشق کی، آج کون ہے جو روایت حفص پر دس سال لگائے۔ علاوہ ازیں حفظ قرآن بھی حضرت قاری عبد اللہ صاحب زعیم وصدر مدرس مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ کی خدمت میں رہ کر ہی کیا، ترتیل میں حضرت لہجہ حسینی کے امام تھے اس لہجہ میں ایسی عمدہ تنوعات پیدا کی تھیں کہ اس کی جھلک، قاری رفعت صاحب مرحوم کی تلاوت میں ہی سنی جا سکتی ہیں، اس کے علاوہ دیگر حجازی لہجوں (یعنی مایہ عشاقی، حسینی۔ تیلکا حرب، رکب) اور مصری لہجہ پر بڑی فنی مہارت تھی۔ قرآن شریف کا بہت عمدہ ضبط تھا، تراویح میں کہیں بھولنے اور اٹکنے کا نام نہ تھا۔

مجال ہے کہ کہیں مد منفصل یا متصل کی مقداروں میں تفاوت ہو جائے، غنہ کی مقدار

Marfat.com

میں کمی زیادتی ہرگز نہ ہو سکتی۔ غرض تلاوت، لہجہ یکسانیت اور مترنم آواز میں علامہ جزری رح کے قول ع۔ وَاللَّفْظُ فِیْ نَظِیْرِہٖ کَمِثْلِہٖ کا مصداق تھی۔ اور یہ وہ وصف ہے کہ لفظوں میں اس کا بیان جس قدر آسان ہے، عمل میں اس کا وجود اتنا ہی مشکل و نایاب ہے۔ اور خود اس کمال کو سمجھنے کے لئے بھی صاحب کمال ہونا ضروری ہے ہر شخص اس کو ہرگز نہیں سمجھ سکتا۔

ایک دفعہ فرمایا کہ اکثر رمضان المبارک میں ہمیں حضرت الاستاذ قاری عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کا قدر سننے کا موقعہ میسر آتا۔ تلامذہ کو یہ موقعہ بہت ہی محسوس ہوتا۔ بڑے بڑے ماہر قاری تلاوت سننے کے لئے موجود ہوتے تھے یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب اللہ تعالےٰ نے استاذ کی یہ وراثت، اور کمال ادا، حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ کو منتقل فرمائی بلاشبہ آپ اس وراثت کے حامل اور اپنے استاذ مرحوم کے جانشین ہیں۔ تلاوت کیا تھی گویا موتی پرو رہے ہیں

Marfat.com

قاری سرفراز احمد تھانوی

ھٰذا ذِکرٌ مُبارکٌ

غالباً ستمبر ۱۹۵۲ء میں فجر سے قبل ایک سراپا قرآن کی آمد کی خوشخبری سچے خواب کی شکل میں مجھے ملی تھی۔ اللہ والوں کی آمد کی خبر اللہ کے فرشتے منادی کی طرح دیتے ہیں۔ بڑے بھائی صاحب قاری اظہار احمد صاحب اوّلیت کے ساتھ قاری صاحبؒ سے درس تجوید میں شامل ہو گئے۔ اُن کی زبان سے حضرتؒ کے کمالاتِ علمی و روحانی کئی ماہ تک سنتا رہا۔ ایک روز میری زبان سے بھی آخر نکلا بھائی مجھے بھی قاری صاحب کے پاس داخل کرادو میں بھی قرأت سیکھ لوں گا" بھائی صاحب نے اگلے ہفتے قاری صاحبؒ سے مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور کی پہلی منزل میں مجھے لے جاکر داخلہ دلادیا۔ میں اُن دنوں میٹرک سے فارغ ہوکر اسلامیہ کالج لاہور ریلوے روڈ میں انٹر آرٹس کلاس میں پڑھتا تھا۔ قاری صاحبؒ نے مجھے کالج جاتے ہوئے صبح کو پڑھکر جانے کی تاکید فرمائی۔ لہٰذا میں روزانہ صبح سویرے دارالعلوم کالج کے لباس میں ہی قاری صاحبؒ کی خدمت میں پہنچ جاتا۔ قاری صاحبؒ مجھے کالج کے وقت سے پندرہ منٹ قبل یعنی آٹھ بجے صبح رخصت کردیتے تھے۔ کالج میں میرا پہلا پیریڈ رفیعہ مسعود صاحب کے پاس اکنامکس کا ہوتا تھا۔ شیخؒ نے مجھے کرٹ پتلون پہنے

Marfat.com

سے منع نہیں فرمایا۔ بلکہ مزاحاً کبھی کبھی فرماتے "بمبئی میں بھی تم سے انگریزی سیکھوں گا" میں خاموش ہو جاتا۔

روزانہ ترتیل میں رکوع کی مشق ہو جاتی تھی بعد میں میرا خود ہی حضرت رح کی مجلس سے جلدی اٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا اور کافی وقت روزانہ اور چھٹی کے دن بھی سماعت میں گذارتا تھا۔ حضرت رح کی تلاوت سننے سے مجھے بہت علمی و عملی بصیرت ہوتی۔ بقول

"ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی"

حضرت رح عرب و عجم کے مانے ہوئے ماہر و کامل استاد القراء میں شمار کیے جاتے تھے۔ ایک روز فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے میرے تلامذہ شاگرد نہیں بلکہ اساتذہ بنکر فارغ ہوتے ہیں۔ بلادِ عرب کے علاوہ کل ہند و پاک اور یورپین ممالک اور روس و امریکہ میں بھی قاری صاحب رح کے شاگرد موجود ہیں اور مصروفِ خدمتِ قرآن ہیں۔ جو لوگ اللہ کیلئے اللہ کے کلام کی خدمت میں اپنی زندگی وقف کر چکے ہوں۔ اُن کو دنیا کی شہرت و جاہ و حشم کی تمنا نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ ہر لمحہ و ہر سانس اللہ سے ہی اجر و ثواب دارین پاتے ہیں۔ اور اس طرح سے اللہ کے حضور مقبول و محمود ہوتے ہیں کہ جب وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو اللہ ان کی آواز پر متوجہ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقربین فرشتوں میں ان کا ذکر ہوتا ہے اللہ کے فرشتے ان کی تلاوت کی آواز پر اس قدر نازل ہوتے ہیں قدر نازل ہوتے ہیں کہ ان کو پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں پڑھنے اور سننے والا اللہ کی رحمت سے سکینہ یعنی فرحت و سکون کی بارش ہونے لگتی ہے۔

بس یہی درجہ حضرت رح کی تلاوت میں اپنی اشکبار آنکھوں سے دیکھا اور سنا ہے اسی درجہ سے راقم الحروف زندگی کی آخری ساعت یعنی ۳۱ دسمبر [illegible] ۹۵۹ء تک شیخ کی خدمت میں اللہ کے لئے محبت کے اصول پر ساتھ رہا ہے۔ آخری ایام میں

Marfat.com

یوں یوں قاری صاحبؒ کو ضیق النفس کا غلبہ ہوتا گیا میری بھی صحت اُن کے ہمراہ خراب ہوتی چلی گئی۔ ان کے دل کی کمزوری کا مجھ پہ بار بار اثر ہوتا رہا۔ انتقال سے قبل ڈاکٹر عبدالمتین صاحب نسبت روڈ لاہور میں ڈاکٹر ضیاء اللہ مرحوم کی کوٹھی کے سامنے رہتے تھے۔ اُن کو بلا کر لایا وہ گاڑی میں آئے قاری صاحبؒ اس وقت نواں کوٹ ملتان روڈ بالمقابل قصرِ سخاوت میں قیام پذیر تھے۔ ایک روز مجھے کمر اور سر کو مالش کراتے ہوئے فرمایا تھا کہ بھائی میری عمر ۷۰ سال سے تجاوز کر چکی ہے۔ اب تو جو زمانہ گذرے گا وہ اللہ کی طرف سے بطور انعام و نفع ہی نفع ہے۔ ایک اور دن گرمیوں کی شام صحن میں غسل کر رہے تھے۔ میں اپنی قیام گاہ پرانی انارکلی سے اچانک قاری صاحبؒ کے پاس پہنچا۔ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اندر سے قاری صاحب کی اہلیہ محترمہ نے فرمایا کہ ابھی تمہیں یاد کر رہے تھے! لنگی سمیت غسل کیا کرتے۔ میں نے کمر ملی سر پہ پانی ڈالا تو فرمایا کہ میرے سینے میں ایسے ہیرے اور جواہرات علمی ہیں۔ جو اس وقت دنیا میں نہیں مل سکتے!"

وہ قرآن مجید ہی کے کمالات و محاسن ہوں گے! اللہ کے کلام سے اعلیٰ کلام تو کسی انسان و جن کے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔

بقول ڈاکٹر اقبالؒ

آں کتابے زندہ قرآن حکیم

حکمت اُو لایزال است و قدیم

۱۹۵۶ء و ۵۷ء میں مدینہ مسجد لاہور میں مولانا قاری محمد طیب صاحب کی صدارت میں جلسۂ تقسیم اسناد ہوا۔ دارالعلوم اسلامیہ

Marfat.com

لاہور پرانی انارکلی کے فارغین کے ساتھ میری بھی دستار بندی و سند کی رسم عمل میں آئی طلباء کو حضرت رحؒ کی تحریراً اور تقریراً یہی تاکید تھی کہ اللہ کے کلام کو اعلےٰ و ارفع مقام پر عملاً و علماً رکھیں۔ ذریعہ معاش کے لئے اور بہت سے مواقع ہیں۔

"وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا" پر سختی سے عمل کریں۔

قاری صاحبؒ تلاوت کلام اللہ سے ہر وقت سرشار رہتے تھے۔ بعض اوقات سلسلۂ گفتگو میں اشارۃً طلبہ کو ترغیب دلانے کے لئے فرماتے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ ایک دن رات میں ایک قرآن مجید ختم کر لیتے تھے ایسے ہی حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ قاری صاحبؒ کا بھی یہی عمل تھا۔ اس کی طرف بعض اوقات مولانا احمد علیؒ مولانا محمد ادریس صاحب جو قاری صاحبؒ کے قریبی ساتھیوں میں تھے اپنی گفتگو میں اظہار فرمایا کرتے تھے۔ ان حضرات سے ملاقات کے وقت ا میں ساتھ ہوتا تھا۔ تو قاری صاحبؒ فرماتے جواب میں کہ حضرت یہ تو سب آپ کا حسن ظن ہے۔ ایسے ہی تھوڑا بہت پڑھ لیتا ہوں۔"

جمعہ کی چھٹی کا دن میں قاری صاحبؒ کے پاس آٹھ سال تک مسلسل کسب فیض میں گھر پر خدمت میں گذارتا رہا ہوں۔ مجھے بعض اوقات قاری صاحبؒ اپنی اولاد پر ترجیح دیتے تھے میں موسم گرما کی اسکول و کالج کی تعطیلات میں گھر جا کر قاری صاحبؒ کے فرمانے پر صاحبزادے عزیزان منظور المنان، مرغوب الانام اور عامر و ناصر کو اسکول کی انگریزی حساب کی تیاری کراتا تھا۔ سب بچے شیخ کا فیض نظر کر انتہائی ذہین و نیک سیرت تھے آج کل سب مع متعلقین قاری ڈاکٹر عبدالماجد صاحب کی سرپرستی میں ریاض (سعودی عرب) میں برسر روزگار خوش و خرم ہیں ان کی والدہ صاحبہ کا ریاض ہی میں انتقال ہوا

Marfat.com

وہیں مدفون ہیں۔ نور اللہ مرقدھما۔

قاری صاحب کی خدمت میں رہتے ہوئے عرب مزاج وطبائع اور علوم قرآنیہ کے جو اللہ نے مجھ پر دروازے کھولے وہ بیان سے باہر سمجھتا ہوں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ بیشتر بزرگوں سے مجھے زندگی میں فیضیاب ہونے کا موقع ملا ہے ہزاروں رنگ دیکھنے میں آئے۔ لیکن جو شان ماہر قرآن کامل واکمل بزرگ قاری صاحب میں پائی وہ یقیناً فیض نبوت کا سرچشمہ ہے۔ حضرت کے متعلق مجھے بھی کچھ اندازہ ہے اور کچھ لوگوں نے میری رہنمائی کے طور پر بتایا کہ قاری صاحب ہمہ وقت یا بیشتر وقت اور بالخصوص تدریس وتعلیم قرآن کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضوری بزرگوں میں سے تھے۔ بعض مضامین قرآن کی تلاوت پر آنکھوں میں اُن کے آنسو جھلکتے تھے۔ بعض اوقات سامع کی آنکھوں سے بھی آنسو ٹپکنے لگتے تھے۔ علوم قرآن لاریب ہیں۔ قرآن مجید اللہ کی ذات کی طرح بے مثل ہے۔ اس کے محاسن واسرار عربی دان پر جو کھلتے ہیں وہ ہم عجمیوں کے علماء ومشائخ کو بھی واللہ العظیم میسر نہیں! قاری صاحب نے آٹھ سال تک خانہ کعبہ مکہ میں پڑھا ہے۔ فرماتے تھے کعبۃ اللہ المشرفہ میں منیار پر چڑھکر تہجد وفجر کی اذان بھی میں دیتا تھا۔ عادات واخلاق عمل وعلم بالکل عرب تھا۔ سنت نبوی اور قرآن پر عربوں کی طرح سے پورا پورا عمل تھا۔ اللہ تعالےٰ ہمیں بھی توفیق عمل عطا فرمائے۔

قاری صاحب کے شاگرد روایت حفص قراءت سبعہ اور قرآت ثلاثہ یعنی قرآت عشرہ کے اساتذہ کی حیثیت سے آج بھی مسندِ علوم قرآن پر مدارس قرآن وتجوید میں مدرس ومصنف قاری ومقری ظاہر وباطن سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

Marfat.com

قاری صاحب کی سند کا سلسلہ حضورؐ سے انتہائی اقرب شمار ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ہر دور کے بزرگوں میں عرب وعجم میں مقبول ہیں جو تیس یا بتیس واسطوں سے سلسلہ میں حضورؐ سے جا ملتے ہیں جو آج کی دنیا میں بڑوں سے بڑوں کو بھی نصیب نہیں ہے

قاری صاحبؒ کی قبر لاہور میں میانی صاحب کی سیڑھیوں کے بائیں جانب احاطہ مہر بکھو مرنگ میں راقم الحروف کے نشان لگانے پر تیار کرائی گئی تھی ورنہ بعض حضرات نواں کوٹ لاہور کے قبرستان میں دفن کرنا چاہتے تھے خاص جگہ اس جگہ کو قاری صاحب کے لیے اس لئے پسند کیا تھا کہ وہ نشیب میں واقع تھی بارش کا اور گندہ پانی وہاں جمع ہونے کا امکان تھا۔ ثانیاً قرب وجوار میں بدعتی حضرات کے کچھ مزارات تھے۔ جن پر عرس وغیرہ ہوتے تھے۔ قاری صاحبؒ اعلیٰ درجے کے موحد اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے عقیدت مندوں اور مولانا تھانویؒ کے ہم خیال لوگوں میں سے تھے اس کا لحاظ رکھا گیا۔

اصحاب قرآن اپنے فیض قرآن کی وجہ سے مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ چنانچہ قاری صاحب کی قبر پر مولانا القاری سعید احمد صاحب نے جو گوجرانوالہ کے بڑے بافیض بزرگ ہوتے ہیں ایک دن صبح کو مراقبہ کیا تو معلوم ہوا کہ قاری صاحبؒ مصروف تعلیم قرآن ہیں اور آسمان سے کچھ عرب حضرات ملبے کرتے پھرتے قبر پر حلقہ وار اترتے ہیں واللہ اعلم

وابشروا بالجنۃ کنتم توعدون

مجھے قاری صاحبؒ کے وفات پر زندگی میں سب سے بڑا صدمہ ہوا۔ اس سے قبل اپنے وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یوپی انڈیا میں مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے

Marfat.com

انتقال کا منظر بھی اپنی کم سنی میں دیکھ چکا تھا۔

قاری صاحب کی طرح مولانا تھانوی کی بھی مجھ پر خصوصی نظر عنایت رہی تھی اور مولانا تھانوی سے میری اور مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم مدرسہ دارالعلوم کی صرف آخری شب ملاقات ہوئی تھی زندگی میں، باقی سب حضرات وفات کے بعد یہاں بھی اور وہاں بھی پہنچے ہیں

قاری صاحب رح کی نماز جنازہ پہلے نواں کوٹ لاہور میں مولانا احمد علی رح نے پڑھائی اور پھر قبل از تدفین میانی صاحب میں ان کے بزرگ اور صحیح جانشین صاحبزادے

قاری محمد عبدالماجد ذاکر نے جو اس وقت کراچی سے اخبار میں قاری صاحب کے انتقال کی خبر پڑھ کر پہنچے تھے۔ پڑھائی۔ اللہ تعالےٰ اُن کے مذکورہ جانشین کو عرب و عجم میں فیض قرآتِ قرآن کا لازوال سرچشمہ بنائے اور ان کی زندگی طویل فرمائے آمین

قاری صاحب رح تعلیمی سال کے ختم پر شعبان و رمضان میں اکثر کراچی اپنے بڑے صاحبزادوں الشیخ القاری الحافظ عبدالرشید غافر لکھنوی جو کراچی کے سب سے اعلےٰ طبیب حاذق اور بہترین نباض اور شاعر شعلہ بیاں ہیں، اور گارڈن کراچی میں رہتے ہیں کے پاس چلے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ قاری صاحب رح کے اور بھی لڑکے الشیخ عبدالقادر مرحوم اور الشیخ قاری محمد شاکر الشیخ قاری محمد طاہر بھی کراچی میں ہوتے تھے وہاں پر رمضان المبارک میں شبینہ اور مجالس حسن قرأت ہوتی تھیں۔ راقم کو جملہ حالات و قیام مذکورہ کی بذریعہ خط اطلاع دیتے اور خط میں گوناگوں نصائح فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ خط میں قاری صاحب رح نے مجھے لاہور لکھا کہ قرآن مجید تراویح میں ضرور سناؤ اور

Marfat.com

اہل مسجد اگر بخوشی کوئی مالی خدمت کریں تو قبول کر لینا ایک اور خط میں لکھا کہ ؎

ذکر مادر کار ما آنناءِ ما

ایک مرتبہ لکھا کہ میں کراچی میں حکیم عبدالرشید غافر مذکورہ بالا کے پاس زیادہ ٹھہرتا ہوں۔ یہ بہت خوش طبع اور بہت ہی میرا مزاج شناس ہے۔ حکیم صاحب اس زمانے میں رامسوامی کراچی میں مطب کرتے تھے بس جب بھی کراچی گیا حکیم صاحب کے پاس کافی وقت گذارا۔ دیگر صاحبزادوں سے بھی ملاکرتا تھا۔ جس روز کراچی سے قاری صاحب تشریف لاتے تو میں لاہور اسٹیشن پر ان کو لینے کے لئے پہلے پہنچ جاتا تھا۔ قاری صاحبؒ فرماتے تھے کہ سفر کا قطعاً تکان نہیں ہوا وجہ یہ تھی کہ تمام راستے ریل میں کراچی سے لاہور تک تقریباً ایک قرآن ختم ہو جاتا تھا۔ ذکر اللہ اور خصوصاً قرآن مجید تو خود ہی قلب کے لئے غذا اور شفا ہے تکان کیسے ہو سکتا تھا ۱۹۵۸ء اور ۱۹۵۹ء میں قاری صاحبؒ نے مدرسہ دار العلوم سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور کوچہ نواب صاحب جامع مسجد دھیان شاہ مزنگ لاہور میں اپنے مدرسہ مرکزی دار الترتیل کی بنیاد ڈالی جو آج بھی موجود ہے۔ اس کے تمام ذرائع آمد و خرچ کا حساب راقم ماہانہ یا سالانہ ایک عرصہ تک قاری صاحب کی خواہش پر اللہ کے لئے انجام دیتا رہا۔

غرضیکہ آٹھ سالہ طویل زمانہ قاری صاحبؒ کی علمی دینی روحانی، مجلسی خانگی زندگی میں طلب علم صادق میں گذرا۔ شاید کوئی ایسا جلسہ یا محفل قرآت ہو گی لاہور کی جس میں راقم ساتھ نہ ہو۔ ہر شنبہ ہر مدرسہ ہر جلسہ میں مجھے قاری صاحبؒ اپنا پروگرام پہلے ہی سے بتا دیتے اور میں ہر تلاوت کو سننے کے شوق میں پہنچ جاتا۔ کبھی عید میلاد النبیؐ کے لاہور کے جلسے تھے اور کبھی رمضان المبارک کی لیلۃ القدر کے شبینے ہوتے تھے۔ ترتیب قاری

Marfat.com

صاحبؒ پروگرام میں خود دیتے تھے جو ادنیٰ سے اعلیٰ کی جانب بلحاظ آواز و علم ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ قاری صاحبؒ نے شبینہ میں اوّل خود مدینہ مسجد میں پڑھا اور ثانیاً میرا نمبر تھا۔ ایک اور جگہ ایک شب پہلے قاری عبدالماجد ذاکر صاحب نے پڑھا اور ثانیاً میں نے پڑھا کبھی پہلے باری میری ہوئی اور ثانیاً قاری عبدالماجد ذاکر صاحب کی ہوئی ان حضرات کی موجودگی میں کمال احتیاط قرآت ملحوظ رکھنا پڑھتا تھا۔ لاہور کے بڑے بڑے پرانے اساتذہ قراء ایک پارہ قاری صاحبؒ کی موجودگی میں پڑھنا بڑا مشکل سمجھتے تھے اور بعض تو پڑھ ہی نہ سکتے تھے۔ مولانا ادریس صاحب شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور مسجد نیلا گنبد میں خطبہ دیا کرتے اکثر رمضان المبارک کے جمعہ کی نماز قاری صاحبؒ وہاں پڑھتے تھے۔ مولانا مذکور نے قاری صاحب کے انتقال کے بعد ایک روز نیلا گنبد میں نہایت صدمہ کے ساتھ فرمایا قاری صاحب کا مقام حضورؐ کے اقرا صحابی اُبیؓ ابن کعبؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ جیسا تھا۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

آخر میں میں ناظرین کو قاری صاحب کی آخری غزل جو مارچ ۱۹۵۹ء میں قاری صاحبؒ نے بتخلص خلش کہی تھی تحریر کرتا ہوں اور قاری صاحبؒ کا شجرۂ نسب جو مجھے نقل کرنے کے لئے قاری صاحب نے عنایت فرمایا تھا نقل کرتا ہوں۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن:

نمونۂ کلام قاری عبدالمالک خلش لکھنویؒ

Marfat.com

غزل

جبر پہ اختیار پا نہ سکے
لاکھ چاہا نہیں بھلا نہ سکے
مسکرائے بھی اشک بھی روکے
تیرے غم کو مگر چھپا نہ سکے

پھول بھی ہیں چمن میں کانٹے بھی
اک ہمیں آشیانہ بنا نہ سکے
ہائے مجبوریاں محبت کی
حالِ دل بھی انہیں سنا نہ سکے

عظمتِ زندگی وہ کیا جانے
لطف طوفاں کا جو اٹھا نہ سکے
اللہ اللہ یہ سخنوری اپنی
اُن کو پا کر بھی، ان کو پا نہ سکے

عظمتِ زندگی وہ کیا جانے
لطف طوفاں کا جو اٹھا نہ سکے
اللہ اللہ یہ سخنوری اپنی
ان کو پا کر بھی، ان کو پا نہ سکے

Marfat.com

چشمِ گریاں خلش نہ کام آئیں
اشک دل کی لگی بجھا نہ سکے
کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی،
بات بگڑی ہوئی بنا نہ سکے

آخری ایامِ حیات میں مجھے اشارتاً ایک دن یہ شعر سنایا ؎

میرا جذبِ دل کام آنے لگا ہے
کوئی اب سرِ بام آنے لگا ہے

شجرۂ نسب حضرت الشیخ قاری عبد المالک رح

قاری عبد المالک رح بن جیون علی بن محمد شمعون بن حاجی محمد ہارون بن محمد شعیب بن حبیب اللہ بن نعیم الدین بن فرید الدین۔ خلیل الدین بن سراج الحسن بن نظیر احمد بن حیدر حسین بن حسین بخش بن عبد الرحمٰن بن محمد اشرف بن حبیب اللہ بن خلیل احمد بن مولوی مشتاق احمد بن طیب علی بن مظہر علی بن رفیق احمد بن کمال الدین بن ضیاء الدین بن زین الدین بن شرف الدین بن محمد صادق بن نور الحسن بن احمد حسن بن عبد المجید بن عبد اللطیف بن محمد الیاس بن محمد طاہر بن عبد اللہ بن سعد بن حسین بن قاسم سوئم بن نظر سوئم بن قاسم دوم بن نظر اوّل بن حضرت ابو محمد بن عبد الرحمٰن بن حضرت قاسم فقیہ اوّل بن حضرت محمد بن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

ماخوذ از بیاض حضرت رح

مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۵۹ء

Marfat.com

احوال و آثار

حضرۃ مولانا قاری غلام نبی صاحب، کوئٹہ

حضرت قاری صاحبؒ قیام پاکستان کے بعد دار العلوم ٹنڈو الہ یار سندھ میں استاذ القرائت والتجوید تھے۔ حلقہ درس میں تمام طلبہ ہوتے تھے جیسے قاری عبدالوہاب مکی اور قاری فرید الدین اور صاحبزادہ عبدالرحمٰن و صاحبزادہ سعید الرحمٰن ابنا شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن کیمبلپوری اور یہ حقیر بھی۔ بنگال کے تقریباً ۲۸ طلبہ مرقات میں شریک تھے۔ تبدیلی اوقات کی وجہ سے سبق تجوید سے تعارض ہو گیا۔ فرمانے لگے کہ افسوس مرقات اور قرآن کا تعارض بھی ہوتا ہے کسی نے سنا ہے۔ جاؤ آئندہ میرے پاس مت آؤ۔

اسی طرح دورہ حدیث کے ۴۰ طلبہ ہوتے تھے ۲۰ نفر ایک دن ۲۰ نفر دوسرے دن آکر تجوید پڑھتے تھے۔ بوجہ مذکور نسائی کے سبق کا تعارض ہو گیا۔ حضرت نے اپنے قلم سے اعلان تحریر فرما کر دار الحدیث کے سامنے چسپاں کرا دیا۔ کہ آئندہ دورہ حدیث کے طلبہ میرے پاس تجوید کے لئے نہ آئیں۔

فرمانے لگے کہ جب تک اس فن کے لئے مستقل ادارہ قائم نہ ہو تبعاً اس کی اشاعت مشکل ہے۔ اسی طرح میرے ابن عقیل کے سبق کا آخر سال میں تعارض آیا۔ حضرت فرماتے تھے کہ تجوید کے لئے تمہیں ضرور میرے پاس آنا ہونا ہوگا۔ حضرت نوریؒ فرماتے تھے کہ ابن عقیل کا سبق تم پر فرض ہے اگر ناغہ کرو گے تو مدرسہ سے نکال دوں گا اس وقت حضرت مولانا

لہ اب وصال فرما چکے ہیں۔

Marfat.com

مدرعالم ناظم مدرسہ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے اور حضرت بنوریؒ ناظم مقرر ہوئے تھے یہ غریب طالب علم درمیان میں پریشان تھا۔ کسی دوست نے مشورہ دیا کہ صدر صاحب کو درخواست دیدو۔ چنانچہ میں نے درخواست صدر صاحب کو پیش کی۔ حضرت صدر نے فرمایا کہ کل دفتر مدرسہ میں آکر فیصلہ کردوں گا۔ دوسرے دن چپڑاسی آیا کہ حضرت صدر مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ) دفتر میں بلاتے ہیں۔ میں حاضر ہوا تو حضرت بنوریؒ بھی موجود تھے۔ باوجودیکہ وہ حضرت صدر کی قدر استاد شاگرد جیسے کرتے تھے۔ لیکن چونکہ جلالی تھے تو بلا اختیار غصہ میں آگئے کہ ابن عقیل ضرور پڑھو گے یا مدرسہ سے چلے جاؤ گے۔ حضرت صدر محترم نے فرمایا کہ درخواست لکھ دو جس سبق کو اپنے مرضی سے ترجیح دیتے ہو تو وہ بھی لکھ دو میں نے لکھدیا کہ میں قرآن کو ابن عقیل پر ترجیح دیتا ہوں۔

حضرت صدر صاحب نے فیصلہ تحریر فرمایا کہ یہ طالب العلم ابن عقیل کے سبق سے معاف ہے اس کی جگہ تجوید پڑھے۔ حضرت بنوریؒ مجھ سے تو ناراض ہوگئے بلکہ مزید برآں وہ حضرت شیخ القراءؒ سے بھی اسی بنا پہ ناراض ہوگئے۔ رمضان کے مبارک مہینہ میں میری مسجد کے نمازیوں نے اصرار کیا کہ حضرت قاری صاحب ہماری مسجد میں تراویح پڑھائیں۔ حضرت نے انکار فرمادیا معلوم ہوا کہ اگر صدر محترم سفارش فرمادیں گے تو حضرت قاری صاحب مان جاویں گے۔ کیونکہ وہ دونوں آپس میں بڑے دوست ہیں اور ان کے آپس میں بے حساب تعلقات ہیں۔ چنانچہ مقتدی لوگ حضرت صدر کے پاس گئے اور ان میں مسجد کے بانی اور مدرسہ کی زمین کے وقف کرنے والے حاجی سومار خان مرحوم بھی تھے تو حضرت صدر محترم خود بنفس نفیس حضرت قاری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے اور سفارش فرمائی۔ چنانچہ

Marfat.com

حضرت قاری صاحب نے مندرجہ ذیل شرائط لگا دیں۔

۱۔ روزانہ ایک آدمی مجھے لینے آجاوے

۲۔ وقت نماز میرے اختیار میں ہو۔

۳۔ رفتار تلاوت میرے اختیار میں ہو۔

۴۔ تاریخ ختم قرآن میرے اختیار میں ہو۔

۵۔ بموقع ختم قرآن کوئی رسم وغیرہ نہ ہو۔

۶۔ راستہ میں روشنی کے لئے لال ٹین بھی ساتھ ہو۔

۷۔ مقدار تلاوت بھی میرے اختیار میں ہو۔

چنانچہ تمام شرائط منظور ہو گئیں۔ حضرت تیار ہوئے۔ حسن اتفاق کہ حضرت بنوری بھی اسی محلہ میں مکان کرایہ پر لے کر سکونت پذیر تھے۔ شب اول سے وہ بھی مقتدیوں میں شامل ہو گئے انداز تلاوت۔ طریق ادا۔ لہجہ اتنے دلکش ہوتے تھے کہ ہر انسان فریفتہ نظر آتا تھا۔ ایک سکون اور خاموشی کا منظر تھا۔ چنانچہ ۱۵ رمضان کو ختم فرما کر فرمایا کہ بھائی قاری عبدالخالق صاحب کی استدعا پر مجھے سہارنپور جا کر وہاں تراویح میں شریک ہوتا ہے۔ سادگی کیساتھ دعا ہوئی۔ بعدہ فوراً حضرت بنوریؒ کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ میں نے نو سال مصر لبنان میں گذارا ہے۔ عربیت کے ذوق سے میں خوب واقف ہوں۔ حضرت قاری عبدالمالک صاحب نے قرآن کو قرآن کے مزاج کے مطابق ہی ہمیں سنایا ہے۔ اگر بنوری کا علم آپ لوگوں کے دماغ میں ہوتا تو پھر آپ لوگوں کو پتہ چلتا کہ قاری صاحب نے کس طرح قرآن پڑھ کر سنایا ہے کہ ان کے لہجہ اور آواز قرآن کے مضامین کے مطابق ہوتے تھے یعنی استفہام، نہی۔ نفی۔ اشارت۔ ترغیب ترہیب وغیرہ وغیرہ کے مطابق یعنی ذوق و مزاج قرآنی میں پڑھ کر ہمیں سنایا۔ چنانچہ

Marfat.com

اس دن کے بعد تمام دل شکنی اور ناراضگیاں ختم ہو گئیں۔ بلکہ مجھ سے بھی حضرت نوری خود بخود راضی ہو گئے۔

حضرت قاری صاحب میرے اس ترجیحی ذہن کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ اب تعطیلات میں تم گھر آ کر مجھے حدر میں قرآن سناؤ۔ چنانچہ تین مرتبہ انفرادی طور اول سے آخر تک اس فقیر سے قرآن پاک سنا۔ اور فرمانے لگے کہ یہ کتابیں میں تم کو دیتا ہوں تم میری طرف سے مجاز ہو۔ لیکن حضرت کی اس شفقت نے جدائی کو مشکل بنا دیا۔ چنانچہ لاہور سے ایک مہتمم ٹنڈو الہ یار تشریف لائے۔ قاری صاحب کو اصرار کیا کہ قراءات ہی کا مدرسہ ہے اور سب اختیارات آپ کے ہوں گے۔ لہٰذا میرے مدرسہ میں تشریف لاویں۔ چونکہ حضرت قبل ازیں فرما چکے تھے کہ درس نظامی کے ضمن میں تبعاً اس فن کی اشاعت مشکل ہے جب تک مستقل ادارہ اور مستقل ماحول نہ ہو یہ کام مشکل نظر آتا ہے۔ چنانچہ حضرت لاہور کے لئے تیار ہو گئے۔ تلامذہ میں سے یہ حقیر بھی ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ طلبہ نے کہا کہ کتابوں کو درمیان میں چھوڑ کر جا رہا ہے۔ میں نے رفقاء سے کہا کہ درس نظامی کے اساتذہ اب تک بحمدہ تعالےٰ بہت ہیں۔ لیکن فن تجوید و قراءات کی یہ ایک ہی شخصیت نظر آتی ہے۔ لہٰذا اس کو ان سے حاصل کر کے بعدہ درس نظامی کی تکمیل کروں گا۔ چنانچہ مجھے دیکھ کر دو ساتھی اور بھی تیار ہو گئے۔

۱۔ قاری محمد اسلم افغانی مرحوم

۲۔ قاری راز محمد قندھاری جو کہ حافظ عالم فاضل حکیم بھی تھے۔ اب تک حیات ہیں۔ لاہور جب گئے تو مدرسہ کی طرف سے کوئی انتظام نہیں تھا۔ چند دنوں تک ان تین مسافروں کو علی الصباح گھر بلا کر اپنی ذاتی چائے ناشتہ میں شریک فرماتے تھے

Marfat.com

بعدہ مدرسہ والوں نے برائے نام انتظام کیا۔ لیکن مدرسہ میں تنگی کی وجہ سے اور مسجد میں امتناع کی وجہ سے ہم جاکر قبرستان میں مشق کرتے تھے۔ مدرسہ کے افتتاح پر بہت سے علماء اور قراء حضرات موجود تھے۔ زیادہ قابل حضرات مفتی محمد حسنؒ خلیفہ اعظم حضرت تھانویؒ اور حضرت بحر العلوم مولانا الحاج الحافظ محمد ادریس کاندھلوی۔ اور حضرت الحاج القاری فضل کریم صاحب تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ حضرت قاری صاحب۔ اس مدرسہ کا افتتاح میرے بچہ مولوی عبدالرحمٰن سے کرادیں۔ یعنی اول سبق اسکو پڑھادیں۔ چنانچہ حضرت قاری صاحب نے پہلے سبق صاحبزادہ کو پڑھایا۔ بعدہ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ آج کے بعد تجوید پڑھنے کے لئے ایک گھنٹہ روزانہ آیا کرے گا۔ کچھ دنوں کے بعد صاحبزادہ نے کہا کہ حضرت میرے اس گھنٹہ میں مشکوۃ کا سبق ہے۔ لہٰذا تجوید کے لئے کوئی وقت میرے لئے مقرر فرمادیں۔ فرمانے لگے کہ مشکوۃ اور قرآن کا تعارض ہو نہیں سکتا ہے۔ لہٰذا اس کے بعد تم میرے پاس مت آنا۔ چنانچہ صاحبزادہ مذکور آج تک اس فن سے محروم رہ گئے۔ فرماتے تھے کہ بخاری شریف کا بھی قرآن سے تعارض نہیں ہوسکتا ہے جامعہ اشرفیہ کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں حضرت کے خصوصی شاگرد قاری عبداللہ کابلی کو منتظمین نے تلاوت کے لئے کہا۔ چنانچہ اس بیچارے نے تلاوت کی۔ دوسرے دن جب عبداللہ کابلی سبق کے لئے آیا تو حضرت قاری صاحب فرمانے لگے کہ ایک جاہل نعت خوان کو مدارس والے جب دعوت نامہ ارسال کرتے ہیں۔ بعدہ اس کا نام بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کرتے ہیں۔ پھر اسکو دو طرف کا کرایہ بھی دیتے ہیں۔ بلکہ مزید خاطر داری بھی کرتے ہیں۔ تو کیا قرآن کا قاری نعت خوان سے بھی کم ہے کہ عین وقت پر بچے کی طرح اسکو بلا کر اپنے جلسہ کی رونق بنایا جاتا ہے۔ تم نے کیوں تلاوت کی۔ تم نے قرآن کی بے عزتی کی ہے تم نااہل ہوا بیت

Marfat.com

نااہل کو میں نہیں پڑھاتا۔ جاؤ۔

چنانچہ وہ خصوصی شاگرد جو کہ لکھنؤ سے حضرت کے شوق پہ آیا تھا۔ تین چار دنوں تک روتا رہا۔ بعدہٗ معاف فرما کر سبق جاری کر دیا۔

مولانا سعید الرحمن بن مولانا عبد الرحمن صاحب کیمبلپوری سال کے اواخر میں اکوڑہ خٹک سے لاہور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ملاقات کے بعد عرض کرنے لگے کہ حضرت والد کے حکم پر آیا ہوں کہ ایام تعطیلات میں مزید استفادہ کر لوں۔

قدیمی شاگرد بھی تھے اور دوست کے فرزند بھی۔ لیکن فرمایا کہ عمدہ اوقات کتابوں میں لگا کر فضول اور زائد اوقات کو قرآن کے لئے لے کر آئے ہو۔ میرے پاس ایسوں کیلئے وقت نہیں ہے۔ چنانچہ صاحبزادہ واپس چلے گئے۔

ایک دن صدر مسلم لیگ مدرسہ کے معائنہ کے لئے آئے۔ جب مدرسہ کے دروازہ پر آنے کی خبر ملی تو پہلے سیدھے تشریف فرما پڑھا رہے تھے۔ اس اطلاع کے بعد تکیہ لگا کر پڑھانے لگے کہ یہ اس لئے تاکہ وہ دنیادار یہ خیال نہ کرے کہ یہ انتظار میں اور میری تعظیم کے لئے بیٹھا ہوا ہے۔

فرماتے تھے ایک عالم کہتے ہیں کہ قاری عبد المالک متکبر ہے۔ افسوس کہ بعض علماء کو اب تک کبر اور استغنا کی تمیز ہی نہیں ہے۔

بے علم شاگرد کو۔ روایت حفص رح کی سند بھی نہیں دیتے تھے ہاں بوقت ضرورت تصدیق نامہ تحریر فرما کر دے دیتے تھے۔

روایت حفص رح کے فارغین اگر صحیح معنی میں صرف و نحو سے واقف نہیں ہوتے تو سبعہ۔ عشرہ میں ان کو شرکت کی اجازت نہیں تھی۔ قاری امیر الدین امام جامع

Marfat.com

مسجد واپڈا لاہور نے یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ لیکن حضرت نے انکار فرما دیا۔

جب کوئی پڑھا ہوا قاری استفادہ کے لئے آتا تھا تو پہلے اس کی نفس کشی فرماتے تو پھر اس کو اپنے شعبہ میں اجازت دیتے تھے۔ قاری عبدالقادر صاحب بہاولپوری جب آئے تو قاری قاسمی کراچی والے کے لہجہ میں تلاوت کرتے تھے تو فرمایا غلام نبی اس کو ابتدائی مشق کرا دو۔ چنانچہ مفردات کی مشق اسکو کرائی کہ سورۃ فاتحہ اور معوذتین پڑھا کر بعدہ حضرت نے بلا لیا فرمایا کہ قاسمی کے لہجہ کو بھول جاؤ ورنہ نہیں پڑھاؤں گا۔

چار چیزوں کے سخت مخالف تھے ریڈیو پر تلاوت

۲۔ تراویح پر اجرت

۳۔ شرکت مقابلہ حسن قرأت

۴۔ گھروں میں جا کر ٹیوشن پڑھانا۔

مجھے تیرا پتہ نہیں تھا حضرت تھانوی تو میرے شیخ ہیں۔ جاؤ آج کے بعد مت آنا۔

خورد و نوش۔ لباس میں نفاست مزاج میں نزاکت رکھنے میں اپنے نظیر آپ تھے فرماتے تھے کہ ایک غلطی صبح سنکر شام تک سر میں درد رہتا ہے۔

جب کسی مسجد میں نماز باجماعت پڑھنے کا موقع ہوتا تو بالکل آخری صف میں بہت دور شریک ہوتے تھے فرماتے تھے کہ غلط قرآن سن کر پریشان ہو جاتا ہوں میری نماز میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔

اگر ان کی لاعلمی میں مٹی کے تیل کے سٹوپ پر چائے بنا کر پیش کی جاتی تھی تو فوراً فرماتے تھے کہ اس چائے میں مٹی کے تیل کی بو ہے۔

جب حضرت لاہوریؒ کی استدعا پسان کے مدرسہ کے سالانہ امتحان کے

Marfat.com

تشریف لے جاتے تھے تو یہ خادم ساتھ ہوتا تھا۔ نماز کے وقت حضرت لا ہوری فرماتے تھے کہ آپ کی نماز دوسروں کی اقتداء میں صحیح نہیں ہوتی۔ لہٰذا آپ ہی نماز پڑھائیں۔ واپسی کے وقت تانگہ منگوا کر حضرت قاری صاحب کو سوار کرتے تھے اور خود کھڑے رہتے تھے آپس میں گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا تھا تو معتقدین اور مریدین حیران ہوتے تھے کہ یہ کون ہیں جن کی اتنی عزت اور احترام حضرت فرماتے ہیں۔

قاری فتح محمد صاحب مدظلہٗ عنایات رحمانی شرح شاطبیہ کی تالیف کے دوران اکثر بذریعہ خط و کتابت مشکل مسائل کے حل دریافت فرماتے تھے۔ جب کبھی لاہور آتے تھے تو حضرت قاری صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر فرماتے تھے کہ حضرت میں پڑھتا ہوں آپ میری اصلاح فرمادیں۔ چنانچہ حضرت قاری صاحب بے تکلفی سے اصلاح فرماتے تھے اور ان کے ہونٹوں پہ اپنی انگلی رکھ دیتے تھے کہ آپ حروف مفخمہ کی ادا کے وقت ہونٹ گول کرتے ہیں۔ جب کہ ان کی ادائیگی میں ہونٹوں کو دخل نہیں ہے۔

مولانا حامد میاں وغیرہ علماء بھی استفادہ کے لئے آتے تھے۔ مولانا عبداللہ صاحب گوجرانوالہ والے جامعہ اشرفیہ کے سالانہ جلسہ کے بعد ایک ہفتہ قیام فرما کر روزانہ حضرت سے سورۃ فاتحہ کی مشق کرتے تھے۔ لیکن الحمد کے "ال" سے آگے نہیں گذر سکتے تھے، باوجود یکہ حضرت شیخ الہند کے خصوصی شاگردوں میں تھے، آخری دن صاف رونے لگے اور فرمانے لگے کہ افسوس تمام عمر درس نظامی کے پڑھنے پڑھانے میں گذاری لیکن اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ایک "ال" مجھے نہیں آتا ہے۔ اسی حسرت میں واپس گھر جا کر بیمار ہو کر انتقال فرما گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

حضرت قاریؒ صاحب کے کتب خانہ میں نادر کتب مطبوعہ وغیر مطبوعہ موجود تھیں۔ خصوصًا شرح جعبری علی الشاطبیہ اور شرح درہ اور وغیرہ

وجہ عدم تالیف کتب۔ فرماتے تھے کہ اس فن میں کتب کافی موجود ہیں۔ لیکن عمل مفقود ہے۔ یعنی صحیح تلاوت، تو اسی وجہ سے میری توجہ اس عمل کی طرف زیادہ ہے۔

حضرت کے اہل وعیال سب کے سب قاری تھے۔ خصوصًا قاری محمد شاکر انور جو اکثر و بیشتر حضرت کے معاون مدرس بھی ہوتے تھے۔ حضرت فرماتے تھے کہ شاکر کے پڑھانے میں عربیت ہے۔

علی الخصوص۔ الشیخ فی الشباب عزیز محترم قاری عبد الماجد ذاکر کہ حضرت انکو خصوصیت سے مشق کراتے تھے بلکہ الفاظ کے علاوہ لہجوں کی بھی مشق کراتے تھے۔ حضرت کو ان کے ساتھ بے حد محبت تھی۔

حضرت نے تقسیم کے بعد تین مرتبہ تراویح پڑھائی۔

۱۔ کراچی میں ناظم الدین کے زمانہ میں یہ بھی مقتدی تھے یعنی ناظم الدین مرحوم گورنر جنرل پاکستان کی رہائش گاہ پر جہاں وہ خود بھی اور ان کی کیبنٹ کے جملہ اراکین وغیرہ بھی موجود ہوتے تھے۔

۲۔ ٹنڈو اللہ یار کی جس مسجد میں یہ راقم پیش امام تھا۔ یعنی حاجی سومار خان مرحوم کی مسجد میں۔

۳۔ مدینہ مسجد چوک پرانی انارکلی لاہور میں، اس موقع پر پنجاب کے بڑے بڑے حفاظ اور قراء اپنی اپنی مسجدوں کو چھوڑ کر حضرت کا قرآن سننے کے لئے لاہور آئے تھے۔ ایک عجیب منظر تھا دوران تراویح میں بریلوی طبقہ کے حفاظ آکر دروازہ پر کھڑے

Marfat.com

ہو کر بڑے زور شور سے غلط لقمے دیتے تھے تا کہ حضرت کی بدنامی ہو جائے۔ لیکن ناکام ہو کر واپس جاتے تھے۔ حضرت فرماتے کہ میں جب قرآن شروع کرتا ہوں اور مجھے کسی چیز کا پتہ نہیں ہوتا۔ صرف روایات مختلفہ کے متشابہات کبھی کبھی عارضی ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ حضرت بیس روایات کے حافظ تھے۔

بعض ناقابل برداشت چند اسباب کی بنا پر حضرت قاری صاحبؒ دارالعلوم انار کلی سے مستعفی ہو گئے۔

اس وقت راقم جامع مسجد باغیچہ نواب بہاولپور لٹن روڈ لاہور میں امام و خطیب تھا۔ فرمایا کہ اپنی مسجد کے صدر ملک محمد نادر مرحوم کو میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ ملک صاحب کو لے کر سعدی پارک مکان پر حاضر ہوئے تو حضرت نے صدر مسجد سے فرمایا کہ مجھے صرف کام کرنے کی اجازت ہو مسجد میں۔ ملک صاحب نے فرمایا کہ اس سے بڑھکر اور کیا خوش قسمتی ہمارے لئے ہو سکتی ہے کہ آپ ہماری مسجد تشریف لاویں لیکن آپ کو مدرسہ والے واپس مجبور کر کے لے جاویں گے۔ فرمایا نہیں نہیں چنانچہ مسجد مذکور میں مرکزی دارالترتیل مدرسہ قائم فرمایا۔ (جو کہ اب تک قائم ہے، اس وقت چند نالائق شاگرد بھی مقابلہ میں آئے (نام لینا مناسب نہیں ہے) دوسرے سال کراچی سے مطالبہ آیا کہ نانک واڑہ میں صرف قراءت ہی کا مدرسہ قائم کیا جائے گا۔ اور حضرت وہاں تشریف لاویں۔

چنانچہ حضرت وقتی طور پر تشریف لے گئے یا راقم کو فرمایا کہ اس مدرسہ کی تمام ذمہ داریاں تم پر ہوں گی۔

سبعہ و عشرہ کے اسباق بھی تمہارے ذمے ہوں گے حضرت کے اپنے چند

Marfat.com

مشہرت پسند شاگردوں کی وجہ سے حالات دن بدن خراب ہوتے جارہے تھے تو میں نے حضرت کو بار بار خطوط تحریر کر کے اصرار کیا کہ حضرت آپ اپنا یہ ارادہ ملتوی فرما کر واپس تشریف لاویں کہ حالات خراب معلوم ہو رہے ہیں۔

چنانچہ حضرت واپس لاہور تشریف لے آئے اور آخری دم تک اسی مسجد میں پڑھاتے رہے۔ آخری دن ایک بجے تک پڑھاتے رہے بعدہ گھر تشریف لے گئے۔

دوسرے دن علی الصباح بعد نماز فجر میں میانی قبرستان کی طرف گیا تھا کہ نواں کوٹ کی مسجد کے رہنے والا طالب علم قاری خیر محمد آیا کہ رات کو حضرت قاری صاحب کا وصال ہو چکا ہے۔ میں تو یہ سنکر حیران ہو گیا۔ دماغ بالکل ہی معطل ہو گیا۔ حواس خراب ہو گئے۔ فوراً آستانہ پر حاضر ہوا۔ پردہ کا انتظام ہو گیا۔ اندر گیا تو حضرت چارپائی پر آرام فرما ہیں۔ المنح الفکریہ شرح مقدمہ جزری تکیہ کے ساتھ رکھی ہوئی ہے۔ اور تسبیح بھی موجود ہے۔ گھر والوں سے معلوم ہوا کہ تمام معمولات مطالعہ تہجد۔ اور وظائف سے فارغ ہو کر آرام فرما رہے تھے کہ طبیعت قدرے ٹھیک نہیں ہے۔ بس اسی آرام میں دار البقاء کی طرف رحلت فرما چکے ہیں۔ غسل میں یہ راقم شریک تھا۔ بدن بالکل روئی کی طرح نرم چہرہ پیشانی اسی طرح شفاف یعنی بالکل ہی زندہ معلوم ہوتے تھے۔

جنازہ کے وقت بڑے بڑے اکابر موجود تھے ہر ایک کا یہی تقاضا تھا کہ حضرت قاری صاحب کی نماز جنازہ میں پڑھاؤں۔ مثلاً حضرت استاد محترم شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس رحمۃ اللہ علیہ۔ اور خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق صاحبؒ زیادہ

Marfat.com

قابل ذکر ہیں۔ لیکن معلوم ہوا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا فون آیا ہے کہ انتظار کرو میں خود آکر قاری صاحب کی نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔ چنانچہ حضرت لاہوریؒ تشریف لائے۔ صف بندی ہوئی بقول قاری محمد شاکر صاحب۔ حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ قاری صاحبؒ کا مقام بہت بلند ہے۔ میں کس طرح ان کی نماز جنازہ پڑھاؤں۔ بہرحال نماز کے بعد جنازہ کو لے کر میانی قبرستان کی طرف رخ ہوا۔ وہ ہجوم اور منظر عجیب تھا اس شاہراہ کی ٹریفک معطل ہی نظر آتی تھی۔ جب قبرستان کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ قاری عبدالماجد ذاکر جو کہ اس وقت جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں زیر تعلیم تھے، پہنچ چکے ہیں۔ دوبارہ جنازہ ہوا جس کی امامت انہوں نے کرائی۔

بعدہ بصد حسرت اس امام الفن اور مقری الزمان اور شاطبی العصر اور جزری الاوان کو آخری آرام گاہ میں سپرد کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بعدہ قاری محمد شاکر انور نے کافی اصرار فرمایا کہ حضرت کا قائمقام ہم تمہیں مقرر کریں گے جیسے کہ زندگی میں ان کے عمل و اشارات سے معلوم ہوتا تھا۔ میں نے صاف انکار کر دیا۔ بعدہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ باتفاق آراء عزیز محترم قاری عبدالماجد ذاکر صاحب کا انتخاب ہو گیا وہ سال گذار کر بعدہ یہ راقم سفر حرمین پر روانہ ہو گیا۔ وہاں حرم میں حضرت حافظ الحدیث والقرآن مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہٗ نے فرمایا کہ میں نے استخارہ کیا ہے۔ بلوچستان میں کام کی اشد ضرورت ہے لہٰذا تم بلوچستان جاؤ۔

میں نے کہا کہ حضرت قاری صاحب گھر والے اور بچے نہیں اجازت دیں گے بعدہ واپسی ہوئی۔ پاکستان آنے کے بعد حضرت درخواستی صاحب کے خطوط بار بار آتے رہے میں خاموش رہا۔ پھر حضرت خود لاہور آئے میں قاری ذاکر دونوں اسٹیشن پر گئے تو حضرت غصہ میں تھے

Marfat.com

کہ میں نے کوئٹہ والوں سے وعدہ کیا ہے۔ اب یہ اگر نہیں جاتے گا تو میں وعدہ خلاف ہو جاؤں گا۔ فرمایا میں تمہارے مدرسہ میں نہیں آتا ہوں ناراض ہو کر ہوٹل میں فرمایا مجھے فرمایا کہ ایک استعفیٰ مسجد والوں کو پیش کرو اور ایک استعفیٰ مدرسہ والوں کو اور تیار رہنا۔ جب میں خانپور سے پیغام بھیجوں گا پھر تم لاہور سے روانہ ہو جانا۔ چنانچہ بصد مشکل دونوں استعفے منظور ہو گئے۔

چند دنوں کے بعد حضرت کا پیغام آیا کہ فلاں دن کی گاڑی پر روانہ ہونا۔ چنانچہ تاریخ مقررہ پر لاہور سے رخصت ہو کر بذریعہ گاڑی روانہ ہوا۔ جب خانپور اسٹیشن پر پہنچا تو حضرت حافظ الحدیث اور جناب مولانا محمد علی جالندھری دونوں اسی گاڑی میں سوار ہو گئے اسی طرح کوئٹہ پہنچکر بذریعہ الحاج ایس پی فضل محمود خان خاکوانی رجو کہ اس وقت ملازمت سے سبکدوش ہو کر خانقاہ کندیاں میں سلوک نقشبندیہ کے مقامات طے کر رہے ہیں اس مدرسہ کا افتتاح کیا گیا۔

نوٹ: اردو بھی غلط ہے۔ اور طریق تحریر بھی بیس سال کی یہ بات ذہن سے نکل کر تحریر میں آ رہی ہے۔ زیادتی نقصان کا احتمال ہے۔ میں خدا اور خداوند کریم کے بندوں سے معافی اور عفو کا طلب گار ہوں۔ [1]

غلام النبی خادم مرکزی تجوید القرآن سرکی روڈ
کوئٹہ بلوچستان پوسٹ بکس نمبر ۱۰۰

---

[1] افسوس کہ اس تحریر کی وصولیابی کے چند دن بعد ہی حضرت کے یہ معتمد ترین شاگرد بھی اللہ کو پیارے ہو گئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔

Marfat.com

مولانا حامد میاں صاحب

امام المجودین رئیس المقرئین مخدومنا المحترم حضرۃ

مولانا قاری عبدالمالک صاحب نور اللہ مرقدہٗ

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف مجھے لاہور ہی میں حاصل ہوا ہے۔ اس سے پہلے آپ کی شہرت ہی سنتا رہا تھا۔ جن اساتذہ کبار سے مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کی شہرت کو چار چاند لگے۔ ان میں آپ سر فہرست ہیں۔

جب میری پہلی ملاقات ہوئی اس وقت آپ علمِ ظاہری کے امام تھے اور وہی اوصاف غالب تھے لیکن دیکھتے ہی دیکھتے اس قدر تبدیلی آئی کہ یوں لگتا تھا کہ جیسے شخصیت ہی بدل گئی ہے۔ حلم و تواضع کا غلبہ ہوتا چلا گیا۔ ذکر و فکر کی طرف توجہ ہونے لگی۔ اور آپ حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسِ ذکر میں شرکت فرمانے لگے۔

اہل اللہ سے عقیدت تو یقیناً پہلے سے تھی جن میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت نمایاں تھی۔ کیوں کہ پہلی ملاقات میں معلوم ہوا کہ آپ حضرت کے مزار اقدس پر آپ کے عرس میں شرکت کے لئے جانے والے ہیں۔

رائے پور سے حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ تشریف لاتے تو ان کے پاس برابر حاضر ہوتے۔ لاہور میں حضرت کا قیام اگرچہ کافی طویل رہا ہے۔ لیکن آپ پھر ہندوستان رائے پور تشریف لے جاتے تھے۔ اس لئے وہ تڑپ آپ

Marfat.com

کو پھر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں لے جاتی تھی، یہ سعادت ذکر و فکر سونے پر سہاگہ تھی۔ اور گویا قرآنی نظم کا باطن پر اثر روز بروز تقویت پذیر ہوتا جا رہا تھا۔ اور یوں آپ امامتِ تجوید کے ساتھ شغلِ باطن جمع ہو جانے سے اور بھی قابلِ رشک بن گئے تھے طلبہ کی تربیت کے حق میں آپ قدرے سخت تھے، اتنے کہ طلبہ بھاگیں بھی نہیں اور پوری محنت کریں۔ اس سے سب طلبہ کی کیفیت یہ رہتی کہ گویا وہ ہیبت سے لرزتے رہتے تھے۔ ان کی پوری استعداد علی حسب مراتب کھل کر سامنے آجاتی تھی۔

ہمارے اکابر میں یہ وسعتِ قلب چلی آرہی ہے کہ وہ بلا تفریق ہر طبقہ کے طلبہ کو علوم سکھاتے ہیں اور درسگاہوں میں اختلافی باتوں کا ذکر نہیں ہوتا۔ اس لیے ہر طبقۂ فکر کے لوگ آپ سے بھی پڑھتے رہے ہیں۔ چنانچہ آج کے قاری غلام رسول، قاری خوشی محمد سب ہی اعلیٰ پڑھنے والے آپ کے پاس برسوں مشق کرتے رہے ہیں اور محمد عمر صاحب اچھروی کے صاحب زادے جامعہ اشرفیہ کے طالب علم رہے۔ لیکن شاید یہ لوگ اپنے استاد کا نام لیتے ہوئے بھی شرماتے ہوں گے۔ گروہ بندی کے جذبات انہیں دور کھینچے لیے جا رہے ہیں۔ ان کے لیے دونوں راستے کھلے ہیں جو چاہیں اختیار کریں۔ بہتر ہو کہ اس آیت کا مصداق نہ بنیں۔ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ۔

اس وقت لاہور میں سب سے زیادہ آپ ہی کے شاگردوں کا فیض ہے۔ تجوید اور روایاتِ سبعہ و عشرہ کے مسلمہ اساتذہ آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ حالانکہ لاہور میں تو آخری زمانہ کے چند سال ہی گذرے ہیں۔

طلبہ میں آپ سے علم حاصل کرنے کے شوق کی مثال یہ دی جاسکتی ہے کہ جناب محترم مولانا حکیم عبدالحکیم صاحب نور اللہ مرقدہ خلیفۂ شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد

Marfat.com

المدنی رحمۃ اللہ فیض باغ سے پرانی انارکلی پیدل آتے تھے اور وہ عمر میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ کے قریب تھے۔ حضرت مولانا رسول خاں صاحب کے ابتدائی دور سے دارالعلوم دیوبند کے زمانہ کے شاگرد تھے۔ غالباً ۱۹۴۷ء میں وہ لاہور آگئے تھے۔

حضرت مولانا رسول خاں صاحب کو طب کی کتابیں پڑھنے کا شوق ہوا تو آپ نے یہ کتابیں مولانا عبدالحکیم صاحب سے پڑھیں۔ جب ان کی عمر ستر سال کے قریب ہوئی تو امام المجودین حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب سے تجوید اور پھر سبعہ وعشرہ کی تکمیل کا شوق ہوا۔ حکیم صاحب فرماتے تھے کہ انہوں نے اس عرصہ میں فقط دو غیر حاضریاں کی ہیں۔ ایک دفعہ تو اسٹیشن تک پہنچے تھے کہ شدید بارش آگئی اور وہیں وقت گذر گیا۔ دوسری دفعہ بھی کوئی عذر پیش آیا تھا جو مجھے یاد نہیں رہا۔ اس قصہ سے ایک طالب علم بہت سے سبق حاصل کر سکتا ہے اور اس لیے میں نے مختصر پورا واقعہ لکھا ہے۔ انہیں حضرت قاری صاحب سے اور حضرت قاری صاحب کو ان سے ایسا تعلق رہا کہ وہ ہر جمعہ کو ان سے ملنے ہمیشہ جاتے رہے۔ جمعہ کی صبح کو وہ فیض باغ سے نواں کوٹ پہنچتے۔ حضرت قاری صاحب اپنے ناشتہ میں سے ان کے لیے بچا کر رکھ لیا کرتے تھے۔ وہ انکو عنایت فرماتے۔ رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ

آپ کو اس چیز سے سخت کراہت تھی کہ تلاوت کے وقت طالب علم کسی قسم کا منہ بناتے یا پیشانی پر بل ڈالے۔ ان کی ابتدائی تربیت ہی میں ان عادتوں کی بھی اصلاح کر دی جاتی تھی اور جب وہ پڑھتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ بے تکلف پڑھ رہے ہیں۔

تجوید میں حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے ہم پلہ بہت ہی کم اساتذہ ہوں گے۔ انہیں خدا نے وہ ملکہ بخشا جس نے انہیں ملک التجوید بلکہ امام علم تجوید بنا دیا تھا۔

Marfat.com

میں نے تقریباً دس سال حضرت مولانا القاری المقری محمد عبد اللہ صاحب تھانوی رحمہ اللہ سے تجوید کی مشق کی اور وقفہ وقفہ سے کبھی کبھار سات آٹھ بار حضرت مولانا قاری عبد المالک صاحب رحمہ اللہ سے مشق کی۔ مجھے انہوں نے ازراہِ کرم اجازت مرحمت فرمائی تھی کہ جس دن وقت ملے آجایا کروں۔ وہ جب دوسرے تلامذہ کی اصلاح فرماتے تھے تو مجھے اس سے بھی بہت فائدہ ہوتا تھا۔

حضرت مولانا قاری عبد المالک صاحب کی خوش قسمتی تھی کہ ساری عمر تا وفات علومِ قراءت وتجوید کی تعلیم میں بسر ہوئی اور بعد میں دیگر تلامذہ کے علاوہ ان کے صاحبزادگانِ گرامی ان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ خصوصاً جناب قاری محمد شاکر صاحب اور ان سے چھوٹے مولانا قاری عبد الماجد ذاکر دونوں حضرات قرآنِ کریم کی خدمت میں مصروف ہیں۔

تقبل اللہ منہم

Marfat.com

مولانا علی اصغر صاحب

شیخ القراء و استاذ العلماء حضرت قاری عبد المالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ

احقر نے حضرت قاری صاحب قدس سرہ العزیز کو ۱۹۵۲ء تا ۱۹۵۰ء لاہور کی علمی مجالس میں بارہا دیکھا ہے لاہور میں میرا یہ تعلیمی دور تھا۔ جامعہ اشرفیہ کے سالانہ جلسوں میں جہاں ملک بھر کے اکابر علماء کا اجتماع ہوتا تھا۔ وہاں حضرت قاری صاحب مرحوم کو اکابرین دین کی صفوں میں دیکھنے کے لئے طالب علمانہ جذبے کے ساتھ حضرت سے قرآن پاک سننے کے لیے شوق و ذوق کا عجیب سماں ہوتا تھا۔

بانی جامعہ اشرفیہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مرحوم ان علمی جلسوں میں حضرت قاری صاحب مرحوم کو نہایت اہتمام کے ساتھ بلایا کرتے تھے۔ میں نے اپنے تعلیمی دور میں چند ماہ حضرت قاری صاحب کے بڑے صاحب زادے حضرت قاری محمد شاکر صاحب سے آخری پارہ (تقریباً نصف کی مشق کی تھی چنانچہ میرا امتحان حضرت قاری عبد المالک صاحب ہی نے لیا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے سورۃ والشمس آپ کو سنائی تھی۔ میں نے وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّاهَا پر وقف کر دیا۔ تو حضرت قاری صاحب نے فرمایا بھائی کونسی کتابیں پڑھتے ہو؟ میں نے ہدایہ و سلّم العلوم وغیرہ کا نام لیا تو فرمانے لگے کہ وقف کرنا تھا تو وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا پر کرتے اور اگر آگے ہی پڑھنا تھا تو وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّاهَا کے بجائے وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا پر وقف کرتے تو ایک معنوی مناسبت باقی رہتی۔ میری بدقسمتی کہ میں حضرت قاری صاحب مرحوم سے اس امتحان کے سوا مزید کچھ حاصل نہ کر سکا۔ تاہم ۱۹۵۸ء کے بعد وفات تک جامع مسجد نیلا گنبد میں جمعۃ المبارک کے موقعہ پر جب کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ وعظ ہوتا تھا۔ تو عربی خطبہ اور نماز جمعہ میں ہی پڑھا یا کرتا تھا۔ کئی جمعوں میں حضرت قاری صاحب مرحوم کو جامع مذا

Marfat.com

میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور بارہا نماز کے بعد حضرت شیخ الحدیث کی موجودگی میں ملاقات کا شرف بھی نصیب ہوا۔

احقر علی اصغر خطیب جامع مسجد نیلا گنبد لاہور و

صوبائی خطیب محکمہ اوقاف پنجاب،

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قاری تقی الاسلام صاحب

حضرۃ قاری صاحبؒ

غالباً ۱۹۴۲ء بمطابق ۱۳۶۳ھ کی بات ہے کہ راقم الحروف دھلی میں اپنے محلہ گلی شاہ تارا سے متصل دوسرا محلہ شاہ گنج میں قاری سید قربان علی صاحب کے ہاں پڑھنے جاتا تھا۔ ماشاء اللہ قاری صاحب موصوف خوش آواز تھے اور قرآن مجید خوب عمدہ پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ استاد صاحب کے ہاں باہر سے کوئی بزرگ بطور مہمان خاص تشریف لائے۔ اللہ تعالٰی نے ہمیں بھی زیارۃ کی سعادت بخشی۔ کسی نے بتایا کہ یہ بزرگ حضرت قاری عبدالمالک صاحب ہیں۔ اس بات سے تو طبیعت پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔ اس لئے کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے قاری صاحب سب سے اچھا پڑھتے ہیں۔ لیکن بتانے والے نے جب یہ بتایا کہ یہ بزرگ ہمارے قاری صاحب کے استاد ہیں اس جملہ نے ہمارے دل کی کیفیت ہی بدل دی کہ جب شاگرد اتنا اچھا قرآن مجید پڑھتے ہیں نہ جانے استاد صاحب کتنا عمدہ پڑھتے ہوں گے ہم میں سے کسی کو یہ کہنے کی ہمت نہ ہو سکی کہ حضرت کی تلاوت سننے کی تمنا رکھتے ہیں حالانکہ حضرت کا قیام کئی روز تک رہا۔ ایک روز صبح حسب معمول پڑھنے گیا تو استاد صاحب نے فرمایا کہ آج صبح کی نماز حضرت قاری صاحب نے پڑھائی تھی یہ سنکر انتہائی صدمہ ہوا۔ کاش اگر پہلے علم ہو جاتا تو صبح کی نماز حضرت قاری صاحب

Marfat.com

کے پیچھے پڑھتے۔ ایک روز استاد صاحب نے فرمایا کہ حضرت قاری صاحب مہرولی تشریف لے جانا چاہتے ہیں (جو کہ دھلی سے سات یا نو میل کے فاصلہ پر ہے) بس کے اڈہ تک حضرت کے ہمراہ آیا۔ اڈہ قریب ہی تھا۔ اس وقت حضرت قاری صاحب کے ہاتھ میں چھتری تھی۔ چند منٹ کا سفر تھا۔ بس کے اڈہ تک حضرت نے مصروف گفتگو رکھا۔ حضرت کی عقیدت و احترام کے لئے اتنی بات کافی تھی کہ ہمارے قاری صاحب کے استاد صاحب ہیں۔ مگر اس مختصر سی گفتگو نے دل کی دنیا ہی بدل دی اور بے زر کا غلام بنا دیا۔ اس کے بعد دہلی میں حضرت کی زیارت پھر نصیب نہیں ہوئی۔

ایک مرتبہ کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی مہمان تشریف لاتے ہیں۔ وہ پلنگ پر ہیں اور استاد صاحب نیچے بیٹھے ہیں۔ بہت حیرانی ہوئی کہ یہ کون صاحب ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ حضرت قاری عبدالمالک صاحب کے بڑے صاحبزادے (قاری عبدالقادر صاحب) ہیں ان کا قیام بھی کئی روز تک رہا۔ ایک روز کمرے کے آگے چلمن پڑی ہے اور اندر سے عجیب و غریب انداز میں تلاوت قرآن مجید کی آواز آرہی ہے۔ اس انداز میں اس سے پہلے قرآن مجید کبھی نہیں سنا تھا۔ اس وقت یہ بات دل میں گھر کر گئی کہ جن کے صاحبزادے کے پڑھنے کی یہ کیفیت ہے وہ خود کیسا پڑھتے ہوں گے۔ اس کے بعد حضرت قاری صاحب کی عقیدت میں اور بھی زیادہ اضافہ ہو گیا اور قرآن مجید سننے کی تمنا عشق کی شکل اختیار کر گئی۔ اور چنگاری کی طرح اندر ہی اندر سلگتی رہی۔ اس کے بعد ملک تقسیم ہو گیا اور ہم پاکستان آگئے۔

لہ ہمارے استاد قاری قربان علی صاحب بھی موجود ہیں۔

Marfat.com

حق سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن اور حاملین قرآن سے عقیدت اور ان کا احترام کرنے کے صلہ میں یہ خصوصی فضل فرمایا کہ اپنے وقت کے کامل الفن اور منفرد الصفات ماہر استاد حضرت قاری محمد شریف صاحب کی خدمت میں حصول تعلیم کے لئے بھیجدیا۔ حضرت نے بے لوث اور پوری محنت کے ساتھ فارغ اوقات میں اس طرح پڑھایا کہ شاید ہی کوئی اتنے اہتمام اور فکر و محنت کے ساتھ پڑھاتے۔ حضرت قاری صاحب محمد شریف سے تجوید کی تکمیل ہو جانے کے بعد قراءت سبعہ بھی حضرت موصوف ہی سے پڑھ رہا تھا کہ حضرت قاری عبدالمالک صاحب دارالعلوم الاسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں تشریف لے آئے۔ بندہ کبھی کبھی موقع پاکر تعلیمی اوقات میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اور دیرینہ پیاس بجھاتا۔ حتیٰ کہ ایک روز اپنی تراویح کا ناغہ کرکے مدنی مسجد پرانی انارکلی میں حضرت کے پیچھے تراویح پڑھیں وہ کیف و سرور آج تک یاد ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تجوید کی پختگی اور حسن ادا میں آپ اپنے وقت کے امام تھے۔

راقم الحروف جس وقت قراءت سبعہ سے فارغ ہوا تو اس وقت حضرت نے مزنگ میں اپنا مدرسہ قائم فرمایا تھا شوال ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۵۹ء میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دورہ پڑھنے کا ارادہ ہے۔ اتنی بات سنکر حضرت دوسری طرف متوجہ ہو گئے۔ اختتام وقت کے قریب فرمایا کل آنا۔ دوسرے دن حاضر ہوا تو وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَاءِيْ اور يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ (یوسف ع) دو آیتیں جمع الجمع میں سنیں۔ تیسرے دن شاطبیہ میں سے کچھ پوچھا۔ چوتھے دن حدر میں کچھ سنا اور تجوید کے کچھ مسائل اور ان کی توجیہات پوچھیں رب کریم نے تینوں

Marfat.com

دل عزت رکھی۔ پھر فرمایا کہ میں کسی پہ اعتماد نہیں کرتا جب تک خود تسلی نہ کر لوں۔ اس کے بعد الوجوہ المسفرۃ اور الدرۃ المفیئۃ دونوں کتابیں ساتھ ہی شروع کروا دیں۔ احقر کی انتہائی خوش قسمتی تھی کہ جو حضرت کی خدمت میں پہنچ گیا اور حضرت نے قبول فرما لیا۔ دہلی میں حضرت کی زیارۃ اور آپ کے ہمراہ چند منٹ چلنے کی برکت سے دل میں جو تمنا پیدا ہوئی تھی اللہ تعالےٰ نے احسن طریقہ سے اسکی تکمیل فرما دی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہی فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ہے۔ مولانا قاری محمد اسلم صاحب بلوچی رحمۃ اللہ احقر کے رفیق درس تھے۔ کئی روز بعد محترم قاری حسن شاہ صاحب کو بھی احقر کی زبانی علم ہو گیا تو وہ بھی حضرت کی خدمت میں پہنچے بحمداللہ ان کو بھی ہمارے ساتھ پڑھنے کی اجازت مل گئی۔ قراءات عشرۃ پڑھنے کی برکت سے حضرت سے قریب تر ہونے کا موقعہ ملا۔ اور اس عرصہ میں جو مشاہدات ہوئے ہیں۔ ان میں سے بطور نمونہ دو تین پیش کرتا ہوں۔

حضرت کی طبیعت میں حد درجہ استغنا اور خودداری تھی۔ کبھی کسی کے سامنے اپنی حاجت کا اظہار تک نہیں ہونے دیا۔ اور ہمیشہ یہ سمجھا کہ قرآن کی دولت کے مقابلہ میں پوری دنیا کی دولت ہیچ ہے۔ جس نے قرآن کی دولت کے ہوتے ہوئے دنیا کی کسی چیز پر للچائی نظر ڈالی اس نے قرآن جیسی دولت کی ناقدری کی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے بڑے سے بڑے مالدار کے مقابلہ میں خود کو کمتر نہیں سمجھا۔ سرسری نظر رکھنے والے بعض دنیا دار آپ کو مغرور اور متکبر سمجھتے تھے مگر یہ ان کی کج فہمی تھی۔

خواجہ ناظم الدین صاحب گورنر پاکستان کی خواہش پر آپ نے ایک جگہ قرآن مجید تراویح میں سنانا منظور فرما لیا۔ اور گورنر صاحب نے بھی پورے شوق و رغبت سے

Marfat.com

پورے رمضان آپ کے پیچھے تراویح پڑھیں۔ اس عرصہ میں کچھ آپ نے از خود خواجہ صاحب سے سلام کلام کرنے کی کوشش تو کوشش خواہش تک نہیں رکھی۔ اگر حضرت چاہتے تو گوہر صاحب سے قیام مدرسہ کے لیے بہت کچھ کام لے سکتے تھے حالانکہ آپ کی ذات ایک مانی ہوئی شخصیت تھی اور قادر الکلام تھے۔ مگر حضرت نے ساری زندگی بے نیازی کے ساتھ گذاری اور دنیا دار کے در پہ نہیں گئے۔ یہ باتیں منہ سے کہنا تو آسان ہے۔ مگر عملی طور پر ان پہ پورا اترنا مشکل ہے۔

بحمد اللہ حضرت کے قول و عمل میں تضاد نہیں پایا۔ جو کہنا وہ کرنا۔

حضرت کو طلبہ کی تعلیم کا حد درجہ فکر رہتا تھا۔ بڑی سے بڑی تکلیف اور رکاوٹ میں بھی آپ مدرسہ ضرور تشریف لاتے۔ نزلہ زکام تو کسی گنتی میں نہیں۔ حضرت کو کئی ماہ تک ٹانگ میں درد عرق النسا کی تکلیف رہی اس شدۃ کی تکلیف میں بھی بلا ناغہ مدرسہ تشریف لاتے رہے۔ جب کہ آپ کی رہائش گاہ مدرسہ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر تھی۔ حضرت نے ساری زندگی ورزش کے طور پہ با پیادہ چلنے کا معمول بنائے رکھا تھا۔

ایک مرتبہ پوری رات بارش لگی رہی صبح ہو کر بھی نہیں تھمی۔ غضب کی بارش تھی کاروباری ادارے تک نہ کھل سکے۔ بڑے بڑے اڈوں پہ بھی پانی کھڑا ہو گیا۔ حضرت حسب معمول مدرسہ تشریف لائے۔ حالانکہ ٹانگ میں درد عرق النسار کی تکلیف ہے گھر والے منع بھی کر رہے ہیں۔ کثرت بارش کی وجہ سے سواری بھی کوئی نظر نہیں آتی تھی۔ گویا حضرت عزم و استقلال کے پہاڑ تھے۔ جب مدرسہ پہنچے تو مقیمی طلبہ کے علاوہ اور کوئی نہیں آیا۔ حتی کہ دیگر مدرسین حضرات بھی نہیں پہنچے۔ راقم الحروف کا جانا آنا سائیکل پر ہوتا تھا اس دن بھی حسب معمول برساتی اوڑھ کر پہلے گڑھی شاہو والے مدرسہ تجوید القرآن میں

Marfat.com

پڑھانے گیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر مزنگ حضرت کی خدمت میں پڑھنے کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت کے علاوہ نہ کوئی مدرس اور نہ کوئی پڑھنے والا۔ حضرت نے قیام پذیر طلبہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج گھر میں سب ہی منع کر رہے تھے کہ مدرسہ مت جائیں آج کون آئے گا۔ اگر میں ان کی باتوں میں آ کر مدرسہ نہ آتا تو اس (تنگی) کا آنا بیکار جاتا۔ حالانکہ یہ کتنی دور سے آتا ہے۔ اب یہ فکر اور احساس مفقود ہوتا نظر آ رہا ہے۔ دین پڑھنے کا ویسے ہی رجحان نہیں رہا۔ اگر کوئی توفیق یزدانی سے پڑھنا چاہتا ہے تو وہ ہمدردی اور شفقت نہیں رہی۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ کارکنان مدارس اور مہتمم حضرات مدرسین کو تنخواہ دینے کے بارے میں پرانی سوچ پر ہیں۔ اگر وہ یہ سوچ لیں کہ آج کے دور میں ہمارے گھروں میں کیا خرچ ہوتا ہے۔ اور مدرسین بھی ہماری طرح انسان ہیں اور ان کی بھی ضروریات ہیں اور ان کی ضروریات پوری کرنا ہمارے ذمہ ہے تو تعلیمی معیار کی سطح بلند ہو سکتی ہے۔ بقول حضرت قاری مقبول الٰہی صاحب سابق مہتمم مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور مدرسین کو تنخواہ پوری پوری دو تاکہ یہ فکر معاش سے بے نیاز ہو کر اطمینان سے کام کریں۔ اور ان سے کام لینے میں رعایت مت کرو۔ کیا سنہری اصول خدا کی شان جیسے ہمارا تعلیمی کام پورا ہوا حضرت نے خلاف معمول ہمارا امتحان لیکر محترم قاری محمد شاکر انور صاحب کو نتیجہ سے آگاہ بھی کر دیا۔ اور قاری محمد شاکر صاحب کے استفسار پر فرمادیا کہ یہ تینوں قابل سند ہیں۔ اسی طرح گھریلو بعض ضروری جو مسائل تھے وہ بھی ہاتھوں ہاتھ نمٹادیئے۔ جو کام ہو جاتا تو فرماتے ”الحمد للہ یہ کام بھی ہو گیا“ گویا کہ حضرت کو کوئی سفر درپیش ہے اور وہ سفر سے پہلے پہلے ضروری کام نمٹانا چاہتے ہیں۔ خلاف معمول ایک روز پورے ذوق و شوق اور جوانوں جیسے جوش کے ساتھ سب کو

Marfat.com

مشق کرائی۔ طبیعت میں سکون چہرے پر مسرت و خوشی کے آثار گھر میں بھی اپنے معمولات حسب عادت پورے کئے۔ رات کو اچانک کچھ تکلیف ہوئی وہ بھی پریشان کن نہ تھی حضرت نے سب کو مطمئن کر کے سلا دیا۔ اور حسب معمول اپنے کمرے میں تنہا رہے۔

حضرت کا نماز تہجد کیلئے اٹھنے کا پرانا اور پختہ معمول تھا۔ مگر اس رات نہیں اٹھے محترم قاری شاکر صاحب کی والدہ صاحبہ نے یہ سوچا کہ رات کو طبیعت کچھ خراب تھی جس کی وجہ سے آنکھ نہیں کھلی۔ وہ جگاتی ہیں۔ مگر اندر سے جواب نہیں آرہا۔ ان کو تشویش پیدا ہوئی سب اٹھ گئے۔ کسی طرح کمرے کا دروازہ کھولا تو معلوم ہوا حضرت تو اپنے رفیق اعلےٰ سے ملاقات کر چکے ہیں نہ جانے کس وقت روح نے پرواز کی۔ چہرے پر موت کے بالکل بھی آثار نہ تھے۔ تمام اعضاء اپنی اپنی جگہ پر زندوں کی طرح صحیح حالت میں تھے منہ آنکھیں ناک کان اپنی اصلی حالت میں غرضیکہ میّت کی ظاہری کوئی بھی علامت نظر نہیں آرہی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ استراحت فرما رہے ہیں۔ قبر میں اتارنے تک چہرے کی ہیئت بلکہ رنگت تک میں کوئی فرق نہیں آیا۔ بلکہ چہرے پر مسکراہٹ اور خوشی کے آثار نمایاں تھے حالانکہ کراچی سے حضرت کے صاحبزادگان آئے تب تدفین عمل میں آئی۔ اور کافی تاخیر ہوگئی۔

حقیقت یہ ہے کہ سچے حاملین قرآن کا آخرۃ میں جو اعزاز و اکرام ہوگا سو ہوگا دنیا ہی میں اس کی ہلکی سی یہ جھلک دکھا دی جاتی ہے کہ وہ دنیا سے خوشی خوشی جاتے ہیں ان کے چہروں پر موت کے آثار نہیں ہوتے اور ان کو موت سے پہلے پہلے یہ مژدہ سنا دیا جاتا ہے۔ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝

Marfat.com

اے اطمینان پانے والی روح! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل تو اس سے راضی۔ وہ تجھ سے راضی۔ تو میرے رحمانہ بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔

حضرت کے بارے میں کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ مگر محترم [illegible] ض الرحمٰن صاحب کے تعمیل ارشاد میں چند کلمات [illegible] اس بابرکت مجلس میں حاضر ہو گیا ہوں۔

بارھویں صدی ہجری میں ایک خوش نصیب پانی پتی نوجوان حافظ مصلح الدین جو بعد میں شیخ القراء بنے عوارض زمانہ کی وجہ سے کسی طرح پانی پت سے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ وہاں ایک ہندوستانی نوجوان محمد نسیم صاحب رامپوری سے انکی ملاقات ہو گئی۔ باری تعالے نے ان دونوں کی قسمت کا ستارا چمکایا دونوں نے صلاح مشورہ کر کے مدینہ منورہ کے شیخ القراء عبیداللہ مدنی سے قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا۔ حضرت شیخ نے لگاتار پندرہ سال محنت کر کے اس جوڑے کو امام التجوید والقرات بنایا۔ اس کے بعد یہ دونوں حضرات ہندوستان واپس آ گئے۔ قاری نسیم صاحب نے اپنے وطن رامپور میں اور قاری مصلح الدین صاحب نے پانی پت میں تجوید و قرأت کے مبارک علم و فن کی خدمت کو اپنا محبوب ترین مشغلہ بنایا۔ آخر الذکر قاری صاحب نے ذی استعداد بڑوں چھوٹوں پر محنت کرنی شروع کی جس کی برکت سے آپکے نامور فرزند قاری عبیداللہ صاحب عرف قاری لالہ تجوید و قراۃ کے امام بن کر دنیا میں چمکے۔ پھر قاری لالہ صاحب کی شبانہ محنت سے بے شمار صاحب فضل و کمال اور اور قابل قدر قراء کرام تیار ہوتے۔ پانی پت کی گلی گلی کوچہ کوچہ حسن صوت اور احسن ادا

Marfat.com

اور عربی لہجوں سے گونج اٹھے۔ اس طرح قاری مصلح الدین صاحب اور ان کے فرزند قاری لالہ صاحب کی قربانیوں اور محنتوں کی برکت سے سرزمین پانی پت تجوید و قرأت کا مرکز بن گئی اور قاری قادر بخش صاحب قاری نجیب اللہ صاحب عثمانی۔ قاری کبیر الدین صاحب مولانا قاری عبد الرحمٰن صاحب انصاری محدث پانی پتیؒ جیسے اہل علم و فضل حضرات تیار ہوئے۔ پانی پت کے متعدد حضرات نے دہلی کے اساتذہ کرام سے بھی علم قراءۃ و تجوید پڑھا ہے۔ جیسا کہ ۱۲۴۸ھ میں قاری عبد الرحمٰن صاحب محدث پانی پتیؒ نے دہلی کے شیخ القراء مولانا قاری سید امام الدین صاحب نقشبندی سے قراءات پڑھی ہیں۔

پانی پت میں ابتداءً ایک طویل زمانہ تک عربی لہجوں ہی میں پڑھنے پڑھانے کا رواج رہا ہے۔ مگر بعد میں بعض محتاط اساتذہ کرام نے بڑھتے ہوئے فتنوں کی وجہ سے لہجوں کے زیر و بم سے قطع نظر کر کے سادگی اختیار کر لی۔ پھر رفتہ رفتہ یہ سادگی پانی پتی قراء حضرات کا شعار بن گیا۔ اور مستقلاً منفرد الوجود لہجہ کی شکل اختیار کر گئی اور صفت لازمہ کی طرح ایک مابہ الامتیاز صفت بن گئی اس میں کوئی شک نہیں کہ ان حضرات کا اخلاص اور جان کھپائی قابلِ رشک ہے۔ مگر اتنا ضرور ہوا کہ اس سادگی میں عربی لہجوں کا نام و نشان تک باقی نہیں رہا۔ حالانکہ متعدد احادیث میں حسنِ صوت اور خوش آوازی سے قرآن مجید پڑھنے کی تاکید آئی ہے۔ جس کا تفصیلی ذکر فوائد مدنیہ میں آنے والا ہے۔ ان شاء اللہ۔ یہ کتاب آخری مرحلوں میں ہے۔ باری تعالیٰ اسکی تکمیل کرا دے۔

Marfat.com

ان کے بعد ۱۳۲۲ھ میں مکہ مکرمہ سے حضرت قاری عبد الخالق صاحبؒ اور ان کے چھوٹے بھائی حضرت قاری عبد المالک صاحبؒ دونوں حضرات حضرت قاری عبد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی شاگردگی کی برکت سے شیخ القراء بن کر تقریباً ۹ سال بعد ہندوستان واپس لوٹے۔ حضرت قاری عبد الخالق صاحبؒ نے اپنی پوری زندگی مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں ہی گذار دی[1]۔ اور حضرت قاری عبد المالک صاحب مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ کے صدر مدرس بنکر چمکے۔ اور ساری عمر تجوید و قرأت ہی کی خدمت کی جس کی وجہ سے آپ کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی

جب حضرت لکھنؤ تشریف لائے تو مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے لئے صدر مدرس کے انتخاب کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب نے یہ مسئلہ حضرت قاری عبد الرحمان صاحب مکیؒ کے سامنے رکھا۔ حضرت نے فرمایا کہ قاری عبد المالک صاحب کی ادا سب سے عمدہ ہے اور فن تجوید و قرأۃ میں اصل حسن ادا ہی ہے کیسا عمدہ اور دیانت دارانہ فیصلہ دیا۔ حالانکہ دیگر مدرسین حضرات آپ ہی کے یا قاری ضیاء الدین احمد صاحبؒ کے شاگرد تھے۔ چنانچہ حضرت مہتمم صاحب حضرت قاری عبد المالک صاحب کو صدر مدرس کا منصب دیا۔ مگر حضرت نے بھی اخلاص و دیانت کی مثال قائم کر دی کہ اس فیصلہ کے بعد حضرت شیخ نے مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔ اور کہا کہ دوسرے حضرات کی معلومات مجھ سے زیادہ ہیں۔ وہ اس منصب کے زیادہ مستحق ہیں۔ حضرت مہتمم صاحب نے لطیف انداز

---

[1] اور اکثر و بیشتر تحفظ کا کام کیا۔

Marfat.com

جیسے ہی پانی پت میں عربی لہجوں کا فقدان ہوا اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری عبداللہ کے تایا جان کے دل میں مکہ مکرمہ کی کشش پیدا کی وہ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد پورے خاندان کو لے کر مکہ مکرمہ ہجرت کر کے چلے گئے امیر قافلہ قاری صاحب موصوف کے تایا جان ہی تھے اور یہ قافلہ ۱۷ افراد پر مشتمل تھا۔ اس وقت قاری عبداللہ صاحب بالکل بچہ تھے۔ آپ نے مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں ابتداء سے انتہاء تک تعلیم حاصل کی۔ اور معین المدرسین سے شروع ہو کر صدر المدرسین کے اعلیٰ منصب تک پہنچے۔ اور اسی مدرسہ میں آپ کی پوری زندگی کھپی ۱۳۲۷ھ کو علم و عرفان کا یہ آفتاب جنت المعلیٰ میں غروب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری صاحب موصوف سے تجوید و قراءت کا وہ کام لیا کہ ایک نئی تازگی پیدا ہو گئی۔

آپ نے حضرت قاری عبدالرحمن صاحب مکی۔ قاری عبدالوحید صاحب شیخ القراءۃ دارالعلوم دیوبند۔ قاری عبدالخالق صاحب اور قاری عبدالمالک صاحب (دونوں بھائی) اور بے شمار صاحب فضل و کمال حضرات تیار کئے جنہوں نے اپنی ساری زندگیاں کتاب اللہ کی خدمت میں کھپا دیں۔

حضرت قاری عبدالرحمان صاحب مکی مکہ مکرمہ سے آئے انہوں نے متحدہ ہندوستان میں تجوید و قرأۃ کی گرانقدر خدمت انجام دی اور عربی لہجوں میں پڑھنے پڑھانے کی داغ بیل ڈالی[1]

---

[1] جتنے بھی لکھنوی قراء ہیں سب کے سب حضرت قاری عبداللہ صاحب مہاجر مکی اور ان کے بھائی قاری عبدالرحمان صاحب مکی کے بلاواسطہ یا بالواسطہ شاگرد ہیں۔

Marfat.com

پاکستان بننے کے بعد محترم سیٹھی محمد یوسف صاحب نے کراچی میں مجلس قراءۃ منعقد کرائی۔ جس میں پانی پتی اور لکھنوی تمام قراء کرام مدعو تھے۔ شیخ القراء حضرت قاری عبدالمالک صاحب رح لکھنوی و شیخ القراء حضرت قاری فتح محمد صاحب مدظلہ پانی پتی مہاجر مدنی نے بھی شرکت فرمائی۔ حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ بانی مدرسہ تجوید القرآن۔ موتی بازار۔ لاہور کی روایت ہے کہ ملتان والے استاذ القراء حضرت مولانا قاری رحیم بخش صاحب مدظلہ پانی پتی نے بجائے پانی پتی لہجہ کے عربی لہجہ میں پڑھا اور خوب پڑھا۔ علاوہ ازیں حضرت موصوف کے استاد حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی ثم مدنی نے دیوبند میں قاری حفظ الرحمٰن صاحب سے قراءات عشرہ بطریق درہ وطیبہ کی سند اور اجازت حاصل کی۔ اور قاری حفظ الرحمان صاحب حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی کے شاگرد ہیں یہ حقائق اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ پانی پتی قراء کرام عربی لہجوں کے مخالف نہیں پاک و ہند میں حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ اپنے وقت کے ابن الجزری اور فن تجوید کے مجدد امام تھے حضرت کو پڑھنے میں تکلف اور بناوٹ سے حد درجہ نفرت تھی۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ عرب تجوید کی بہت غلطیاں کرنے لگے ہیں اور تکلف بناوٹ کرتے ہیں مجھے ان میں کام کرنا چاہیئے مگر حضرت کا اسی سال وصال ہوگیا ارادہ کی تکمیل نہ ہو سکی۔

اور عربوں میں شیخ علی بن محمد الضباع مصری اپنے وقت میں فن تجوید کے امام ہیں۔ بقول حضرت قاری محمد شریف صاحب عالم اسلام کے سب سے بڑے قاری ہیں راقم الحروف کو ۱۹۶۵ء میں ان کی تلاوت بغداد ریڈیو

Marfat.com

میں عالمانہ کیا خوب جواب دیا،

فرمایا اگر دوسرے مدرسین کی معلومات زیادہ ہیں تو آپ کے معمولات زیادہ ہیں۔ مطلب یہ تھا آپ کی حسن ادا ان سے کہیں زیادہ ہے۔

اس واقعہ سے یہ حقیقت سورج سے زیادہ روشن اور واضح ہو گئی کہ استاذ کل حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب مکی نے فن تجوید اور حسن ادا میں سب کے مقابلہ میں آپ کو فوقیت اور ترجیح دی۔ اور مرکزی مدرسہ کے لئے آپ کو صدر مدرس منتخب فرمایا جب کہ دوسرے مدرسین کی معلومات بھی زیادہ تھیں اور وہ قرآءت سبعہ وعشرہ میں فارغ تھے۔ اور حضرت نے صرف روایت حفص ہی پر نو سال لگائے تھے۔ اور صرف مشق و حدر ہی پر محنت ہوتی رہی۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں تشریف لے آنے کے بعد حضرت مہتمم صاحب نے قراآت سبعہ وعشرہ کی تکمیل کے لئے حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب مکی کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت نے صرف ساڑھے چار ماہ میں فن کی کتب شاطبیہ، رائیہ الوجوہ المسفرۃ۔ الدرۃ طیبۃ النشر وغیرہ پڑھیں۔ اور قراءت سبعہ وعشرہ میں جمع الجمع کے ساتھ اجراء پورا کیا۔ جب کہ شاطبیہ و رائیہ کے لئے دو سال الوجوہ المسفرہ کے لئے ایک سال اور طیبۃ النشر کے لئے ایک سال مقرر چلے آرہے ہیں۔ گویا کہ چار سال کا کام صرف ساڑھے چار ماہ میں حسن و خوبی کے ساتھ پورا کیا۔ اور حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب مکی نے قراءات سبعہ وعشرہ کی جو سندیں دی ہیں ان میں حضرت کے بارے میں جو توصیفی کلمات لکھے ہیں یہ کلمات کسی اور کی سند میں نہیں ملیں گے سنہری پانی سے لکھنے کے قابل ہیں۔

Marfat.com

حضرت کے انتخاب سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ لکھنوی قراء کے نزدیک فن تجوید اور حسن ادا میں پختگی اولین درجہ میں ہے۔ اور عربی لہجوں کا اہتمام اس کے تابع اور ثانوی درجہ میں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ نے فرمایا فن تجوید کی عملی کمزوری استاد کے بغیر دور نہیں ہو سکتی۔ البتہ علمی کمی کتب بینی سے پوری ہو سکتی ہے اسی بنا پر حضرت کی سب سے زیادہ توجہ اور گرفت ادائیگی کی غلطیوں پر ہوتی تھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ قراء لکھنؤ نے تجوید و قراءۃ کی خدمت کے ساتھ ساتھ ثانوی درجہ میں عربی لہجوں کے اہتمام کو بھی ضروری سمجھا اور باقاعدہ ان کے سیکھنے سکھانے پر محنت کی کہ عربی لہجوں سے قرآن کی زینت و شان بڑھتی ہے۔

ایک مرتبہ کسی طالب علم نے لہجہ کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہا تو حضرت نے فرمایا کہ لہجوں میں الجھنے سے مقصود اصلی یعنی صحیح ادا کی طرف توجہ کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے حسن تجوید اور حسن ادا میں کمال پیدا کرنا چاہیئے لہجے سننے سے بھی آجاتے ہیں۔ یہی مزاج حضرت قاری محمد شریف صاحبؒ اور حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ کا تھا۔ اسی بنا پر ان حضرات کے شاگرد حسن ادا میں زیادہ پختہ نظر آتے ہیں۔

ایک مرتبہ لہجوں پر بات چل پڑی۔ حضرت نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ قیام میں حرم مکی کے تمام مناروں پر اذان ہوا کرتی تھی۔ اور ایسا ہوتا تھا کہ پہلے رئیس المؤذنین جس لہجہ میں اذان پڑھتے پھر اسی میں تکبیر (اقامت) ہوتی۔
پھر اسی لہجہ میں امام قراءۃ پڑھتا۔ کیا عجیب منظر ہوتا ہوگا۔

آج کل بھی مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایک وقت میں کئی مؤذن اذان پڑھتے ہیں۔ جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ سب سے پہلے منبر شریف کے سامنے

Marfat.com

منارہ پر اذان شروع ہوگی۔ اور اللہ اکبر اللہ اکبر کہکر توقف کرے گا۔ پھر سب باری باری اسی طرح کہیں گے۔ سب کے بعد پھر منارہ والا مؤذن اللہ اکبر کہے گا پھر باقی مؤذن بھی حسب ترتیب کہیں گے اور مؤذنوں کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں۔ اکثر مؤذن ایسے ہیں کہ جن کو پانچوں وقت کے بجائے صرف ایک ہی وقت ڈیوٹی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی ایک ہی وقت میں سب ہی خوش آواز جمع ہو جاتے ہیں۔ اگر مغرب کا وقت نہ ہو تو پھر خوب مقابلہ ہوتا ہے۔ لہجہ سب کا ایک ہی ہوگا۔ اور سب بہتر سے بہتر انداز میں اذان پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس وقت پورے حرم میں کیف و سرور کی جو فضا پیدا ہوتی ہے۔ ہر ایک دنیا و مافیہا کو اس پر قربان کرنے کو تیار ہوتا ہے سنہ ۱۹۶۵ء[1] میں پہلی بار جو حاضری نصیب ہوئی اس وقت تو تقریباً ہر اذان میں یہی کیفیت ہوتی تھی۔ اب کافی فرق آچکا ہے۔ اسی طرح ۱۹۶۵ء میں حرم مکی میں بھی ایک وقت میں کئی مؤذن اذان پڑھتے تھے اور عجیب کیفیت پیدا ہوئی تھی۔ تقریباً سو سال پہلے جب کہ حضرت قاری عبدالمالک صاحب مکہ مکرمہ میں پڑھتے تھے اس وقت مؤذنین کی اذانوں سے کیا کیف پیدا ہوتا ہوگا کہ اس زمانہ میں نہ گاڑیوں کا شور تھا اور نہ ریڈیو اور ٹیلیویژن کی گرج اور نہ فلک بوس عمارتیں۔ بس حرم کے منارے ہی سب سے بلند تھے اس وقت جب حرم شریف کے چاروں طرف پہاڑوں میں خوش آواز اذانیں گونجتی ہوں گی تو اس سے سننے والوں کا کیا ذوق پیدا ہوتا ہوگا۔ اس سے ذرا اوپر کی طرف نظر ڈالیں کہ جب بارھویں صدی میں پانی پت کے سب سے بڑے

[1] راقم الحروف کو ۔ ۔ اور اس سے قبل

Marfat.com

شیخ القراء بننے والے حافظ مصلح الدین صاحب اور ان کے دوست محمد سلیم صاحب رامپوری مدینہ منورہ میں پڑھتے ہوں گے تو اس زمانہ میں اذانوں اور نمازوں میں عربی لہجوں میں حسن ادا کی وجہ سے کیا کیف و سرور ہوتا ہوگا۔ اور عربی لہجوں کا کتنا اعلیٰ ذوق ہوگا۔ کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اس زمانہ میں مدینہ منورہ میں عربی لہجوں میں پڑھنے پڑھانے کا کوئی ذوق ہی نہ تھا آنکھوں دیکھی بات ہے کہ چار ساڑھے چار سال پہلے مدینہ منورہ کے شیخ القراء حسن ابراہیم الشاعر کی مجلسوں میں حاضری کا موقعہ ملا۔

نہایت ضعیف العمر ہو چکے ہیں۔ سو سال سے کہیں زیادہ ان کی عمر ہے بوجہ ضعف خود تو پڑھنے پر قادر نہیں رہے۔ البتہ جب ان کی مجلس میں کوئی پڑھتا تو حضرت کی رگ پھڑک اٹھتی۔ اور ہاتھوں ہی سے آواز کے اتار چڑھاؤ کی طرف اشارہ فرماتے جس سے ان کے ذوق اور عربی لہجوں میں مہارت تامہ کا پتہ چلتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ نے اپنے زمانہ طالب علمی کے حالات سنائے۔ فرمایا ہر جمعرات کو تمام طلبہ مجلس قراءۃ منعقد کرتے۔ کبھی کسی کے ہاں کبھی کسی کے ہاں۔ جس میں تمام ساتھی ذوق و شوق سے شرکت کرتے یہ مجلس حضرت استاد صاحب کے ... جس میں استاد صاحب حضرت قاری عبداللہ صاحب مہاجر مکی بھی شرکت فرماتے۔

ان مجالس میں حسن ادا، حسن وقوف، حسن لہجہ اور حسن نفس (سانس) غرضیکہ ہر چیز میں مسابقہ اور مقابلہ ہوتا تھا۔ اور ہر ایک ہر اعتبار سے بہتر سے بہتر ... کی کوشش کرتا۔ حضرت قاری عبداللہ صاحب صدر مجلس ہوتے آخر میں ... استاد صاحب نقد و جرح فرماتے جس کی وجہ سے آئندہ مجلس میں اور بھی اچھا پڑھنے کی کوشش اور فکر ہوتی تھی۔ اس طرح ان مجالس کے بہت عمدہ اثرات مرتب ہوتے

Marfat.com

پر سننے کا موقعہ ملا۔ تجوید اور حسن ادا میں اپنی مثال آپ ہیں جو حضرات حرف ضاد کی صحت کے بارے میں عربوں کے تلفظ کو دلیل بناتے ہیں وہ اگر شیخ علی بن محمد الضباع مصری کی تلاوت سن لیں تو صرف ضاد کے صحیح تلفظ کے بارے میں خود ہی فیصلہ کر لیں گے کہ آج کے عرب صحیح تلفظ سے کتنے دُور جا چکے ہیں۔

اللہ تعالےٰ جملہ حاملین قرآن جو دُنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں سب کو غفران و رضوان کی دولت سے نوازے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور اپنی شایان شان جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین)

اور جو حضرات کتاب اللہ کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ دنیا و آخرت کی عزت سے سرفراز فرمائے اور اسلاف کے نقش قدم پر زیادہ سے زیادہ چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

Marfat.com

مولانا قاری سید محمد ابراہیم شاہ

اُستاذ محترم

حضرۃ المحترم المقام جناب الشیخ القاری المقری حضرت مولانا فیض الرحمٰن

صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کے ارشاد کے مطابق حالات زندگی مختصراً لکھ کر ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ سہو و نسیان کے غلبہ کی وجہ سے اگر کچھ واقعات رہ گئے تو میری شومیٔ قسمت ہوگی۔ اپنی طرف سے پوری طرح دماغ کو حاضر کر کے لکھوں گا۔ بندہ کا آبائی گاؤں موضع موسیٰ نزد حضرو ضلع اٹک ہے۔ اب رہائشی گاؤں ملاں منصور ڈاک خانہ ایضاً ضلع اٹک ہے۔ سن پیدائش ۸ جنوری ۱۹۳۸ء ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول موضع موسیٰ میں حاصل کی اور سیکنڈری تعلیم کے لیے ہائی سکول حضرو ضلع اٹک میں داخلہ لیا۔ لیکن سکھوں کے بے رحم ہاتھوں نے مجھے سکول چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ آخر مجھے والدہ صاحبہ نے حفظ کی تعلیم کی طرف لگایا۔ حفظ کا کچھ حصہ موضع دریا ضلع اٹک میں ہو ۔ ۱۹۵۶ء میں کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں جناب قاری عبدالحلیم صاحب سے باتجوید شروع کیا بعد میں جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں جناب قاری محمد افضل صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن پاک مکمل کر لیا۔ قاری محمد افضل صاحب حضرت شیخ العرب والعجم قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص تھے۔ انھیں سے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پتہ چلا اور شوق بڑھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کروں۔ لیکن راستے میں کچھ ایسی رکاوٹیں کھڑی ہو گئیں وہاں پہنچتے تک کچھ دیر لگی یعنی قاری محمد دین صاحب کے مشورہ کے مطابق گنبد والی مسجد جہلم میں کچھ عرصہ پڑھانا پڑ گیا۔ ۱۹۵۶ء کی

Marfat.com

اواخر میں استعفیٰ پیش کر کے لاہور کا سفر کیا۔ دارالعلوم الاسلامیہ پرانی انار کلی کی بالائی منزل میں جاکر قاری سراج احمد صاحب مرحوم ناظم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں۔ قاری عزت علی صاحب اور بندہ ایک ہی وقت میں داخل ہوئے۔ ہمیں قاری اظہار احمد تھانوی صاحب کا درجہ دیا گیا اور کچھ درسی کتابیں ساتھ رکھی گئیں۔ الغرض تواضع وغیرہ اور خوش خلقی کے لیے بھی موقع ملتا رہا۔ وہیں میں نے ادیب عربی کی تیاری بھی شروع کر دی لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجے میں بیٹھنے کا شوق دل میں دن بدن تیز ہوتا گیا۔ گاہے گاہے۔ ان کی خدمت میں بیٹھ قرآن پاک سننے کا موقع مل جاتا تھا۔ لیکن جب بھی حضرت کی نگاہ بندہ کی طرف اٹھتی فوراً مجھے بھگا دیتے تھے۔

کئی بار ایسا واقعہ پیش آیا۔ لیکن میں پروانے کی طرح اس پر چلنے کے لیے گیا تھا۔ بار بار گیا۔ آخر وہ تنگ آ گئے یا میرا وہ امتحان لے رہے تھے۔ مجھے فرمایا قریب آؤ۔ میں ڈرتے ہوئے قریب پہنچا تو فرمایا پڑھو میں نے سورۂ یوسف کا دوسرا رکوع پڑھنا شروع کیا۔ جب لا تامنا پہنچا تو تین بار لوٹانے کا حکم فرمایا۔ دراصل وہ استحکام کا خیال فرما رہے تھے۔ میں نے تینوں بار صحیح انداز پر کیا تو فرمایا اچھا اب آئندہ ہمارے ہال میں بیٹھا کرو۔ اور میرا نام اپنے رجسٹر میں درج فرما لیا۔ اب تو بندہ کی خوشی کی انتہا ہو گئی کیونکہ جس شمع کے پروانے تھے وہی شمع اب دعوت نظارہ دے رہی تھی۔ پھر قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ عالم ہو گیا۔ صبح کا ناشتہ بدستور اپنے کمرہ میں بلوا کر کرایا کرتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے چائے بنا کر فرماتے پیو کمبخت ایسی چائے تمھیں کہیں بھی نہ ملے گی۔ واقعی آپ کے ہاتھوں کی بنی ہوئی چائے میں طرح طرح کی خوشبو ہوتی تھی آج نہ لے سکا۔ میں نے ہزار کوشش کی کہ اور برتن انگیٹھی وغیرہ سب نکل کرنے کے بعد ایسی چائے مجھ سے تیار نہ ہو سکی کسی دن اگر وقت پر نہ پہنچ سکا تو خود اپنے دست مبارک سے چائے پراٹھہ وغیرہ ساتھ لاتے اور فرماتے اس کم بخت کو بلا کر اس نے آج ناشتہ نہیں کیا۔ اپنے سامنے بٹھا کر فرماتے۔ ناشتہ کر لو۔ بندہ صبح کے ٹائم پر ایک مدرسہ میں پڑھا کر آتا تو اس وقت

Marfat.com

ہماری جماعت کا سبق شروع ہوتا۔ اگر کسی دن سبق رہ جاتا۔ دوسرے ٹائم اوپر والی منزل سے اُتر کر فرماتے اس کم بخت کو بلانا اس نے آج سبق نہیں پڑھا۔ حالانکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وقت صرف ایک ٹائم بارہ بجے کا تھا۔

قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۷۰ سال کے قریب تھے لیکن ان کی پھرتی آواز چال ڈھال ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے بیس پچیس ۲۵ سال کا جوان ہو۔ رفتار میں یہ کوئی نہیں پہچان سکتا تھا کہ ۷۰ سال کا بوڑھا جا رہا ہے۔ بازار سے سودا سلف اکثر خود لایا کرتے تھے اور رمضان المبارک میں تو عین بارہ بجے پرانی انارکلی سے شاہ عالم اور رنگ محل تک کا پیدل سفر روزانہ کا معمول تھا کیونکہ کئی اشیاء عام بازار سے وہاں ارزاں قیمت پر مل جاتی تھیں نجی زندگی میں آپ کسی عابد و زاہد سے کم نہ تھے۔ سحری کے وقت اُٹھ کر پہلے ورزش اس بڑھاپے کی عمر میں بھی کرتے تھے یعنی پہلے ڈنڈ اور بیٹھکیں باقاعدہ پہلوانوں کی طرح باندھ کر کرتے تھے۔ پھر نہا دھو کر تہجد کے نوافل سے فارغ ہو کر صبح کی نماز سے پہلے پہلے قرآن پاک کی تلاوت فرماتے اور نماز فجر کے بعد ناشتہ وغیرہ فرما کر ذکر واذکار میں مشغول ہوتے اور مدرسہ کے وقت مقررہ پر اپنے درجے میں بیٹھ کر پوری یکسوئی کے ساتھ طلبہ کو اپنے نور سے منور فرماتے اور ساتھ ہی ساتھ ان کی اصلاح باطنی بھی فرماتے اور انھیں خودداری بےلوثی اور بغیر لالچ کے ساتھ قرآن پاک پڑھانے کی تلقین فرماتے۔ بندہ کو ۱۹۵۶ء میں آپ نے سند روایت حفص عطا فرمادی تھی۔ لیکن دلی خواہش تھی کہ کچھ عرصہ مزید آپ کی خدمت اقدس میں رہ کر نورانی شعاعوں سے فیض یاب ہوتا رہوں۔

اس کا اظہار کرنا تھا جب قاری صاحبؒ غصے میں لال سرخ ہو گئے اور فرمایا کہ میں اپنی سندیں ایسے انھیں بانٹا کرتا نہیں کسی کو رشوت کے طور پر دیتا ہوں اور نہ پیسے سے سند دیتا ہوں جس میں کچھ دیکھتا ہوں اسے سند دیتا ہوں۔ فرمایا۔ ابھی تمھاری عمر مزید علم حاصل کرنے کی ہے لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ لیکن عربی تعلیم میں مصروف ہو جاؤں اور تقریر کرنے کی مشق جاری رکھو۔

بندہ نے اس میں عافیت سمجھی اور بندہ آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا قاری

Marfat.com

قاری محمد ذاکر صاحب کے ساتھ قاسم العلوم ملتان میں درجہ وسطیٰ میں داخل ہو گیا۔ پیھر میں نے اپنے استاذ جو ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق تھے ان کا سایہ وہاں بھی رحمت بن کر پہنچا اور اپنے لخت جگر کو جتنا خرچہ وہ عنایت فرما رہے تھے اتنا ہی مجھے بھی ارسال فرماتے۔ دونوں کی دینی تعلیم کی اہمیت دلاتے اور شوق بڑھاتے۔ میں نے ایسی شفقت اور مہربانی اپنے صلبی ماں باپ میں نہ دیکھی تھی جتنی کہ اس روحانی باپ نے مجھ بندۂ ناچیز پر کی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

اللہ رب العالمین ان پر کروڑہا رحمتیں نازل فرمائے اور انھیں اپنی جوارِ رحمت میں لے اور انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور تھا کہ بڑے متکبر اور بڑے بد اخلاق ہیں۔ جو لوگ ایسی باتیں کرتے تھے انھیں لوگوں سے بعد ان کی تعریف و توصیف سن تو لی لیکن مجھے اپنے مشاہدہ سے جو باتیں ملی ہیں وہ با اصول، باوقار، رحم دل، منکسر المزاج اور اپنے کام میں مگن دین کی لگن اور قرآن پاک کی صحیح ترویج کا عشق ان کے دل میں موجزن تھا۔

وہ قرآن پاک کو غلط سننا پسند ہی نہ فرماتے تھے۔ اس لیے کبھی کبھی مزاج میں تلخی ہو جاتی تھی اور وہ تلخی بھی صرف رضاء الٰہی کو حاصل کرنے کے لیے کسی کے دل کو آزار پہنچانے کے لیے نہیں۔ کبھی کبھی ہنسی مذاق سے بھی حاضرین کو محظوظ فرماتے تھے۔ اور اتباع شیخ کے لیے ایک یہ اشعار پڑھا کرتے تھے ؎

بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز رسم راہ و منزلہا

فقط والسلام
آپ کا حقیر خادم
سید محمد ابراھیم شاہ

Marfat.com

از: مولانا قاری فضل ربی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

حضرت قاری عبد المالک صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد، دنیا جو دار الفنا کے نام سے پکاری جاتی ہے، اس میں آمد و رفت کا سلسلہ جاری وساری ہے۔ بڑی بڑی ہستیاں اس دنیا میں تشریف فرما ہوئیں، اور اپنا وقت پورا کر کے اس دنیا سے چل بسیں، اس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی شامل ہیں، اولیاء اللہ بھی، علماء بھی اور عوام بھی۔ علماء دنیا سے رخصت ہوتے ہیں مگر اپنے علم، تقویٰ اور پرہیزگاری کی یادیں چھوڑ کر کے جاتے ہیں۔

۱۹۵۳ء کی بات ہے کہ جب میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں ایک طالب علم کی حیثیت سے زیر تعلیم تھا تو میرے ہم درسوں میں سے ایک مولانا قاری سید حسن شاہ صاحب بھی تھے، جو صرف بیضاوی شریف کے سبق میں ہمارے ساتھ عصر کے بعد شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رح کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ تشریف نہ لائے تو حضرت مولانا قاری حسن شاہ صاحب نے اپنے طور پر تلاوت کلام پاک شروع کی۔ ان کی تلاوت اور حسن صفات سے متاثر ہو کر مجھے انتہائی اشتیاق ہوا کہ میں بھی تجوید کے ساتھ پڑھنے والا ہو جاؤں۔ چنانچہ میں نے قاری حسن شاہ سے پوچھا کہ آپ کن کے پاس پڑھتے ہیں۔ قاری صاحب نے فرمایا کہ آپ کو بھی ساتھ لئے چلتا ہوں۔ قاری حسن شاہ صاحب بیضاوی کے سبق سے فارغ ہو کر دار العلوم اسلامیہ جو پرانی انارکلی میں واقع تھی، وہاں جا کر حضرت مولانا قاری عبد العزیز صاحب شوقی مرحوم کے پاس تجوید پڑھا کرتے تھے۔ مجھے بھی اس دن اپنے ہمراہ لے گئے اور حضرت مولانا قاری عبد العزیز شوقی مرحوم جو انتہائی خلیق الطبع استاد تھے سے عرض کیا کہ یہ طالب علم بھی پڑھنے کے لئے آئے ہیں۔ چنانچہ مجھے قاری صاحب مرحوم نے اسی وقت پڑھانا شروع کیا۔ میں بھی بلاناغہ عصر کے بعد قاری صاحب مرحوم کے پاس پڑھنے جایا کرتا تھا۔ اکثر قاری حسن شاہ صاحب بھی اسی وقت تشریف لے جاتے۔

Marfat.com

ایک دن جب ہم دونوں قاری صاحب کے پاس عصر کے بعد گئے تو حضرت قاری عبدالعزیز صاحب مرحوم نے حسن شاہ صاحب سے فرمایا کہ آپ اتنے دن کہاں تھے۔ مولانا قاری عبدالمالک صاحب ٹنڈو والا یار سے مدرسہ میں بحیثیت صدر مدرس تشریف لا چکے ہیں آپ کے ساتھیوں نے ان سے پڑھنا شروع کر دیا ہے مگر آپ پیچھے رہ گئے ہیں۔ چنانچہ دوسرے ہی دن مولانا سید قاری حسن شاہ صاحب نے قدوۃ المجودین شیخ العرب والعجم حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب سے پڑھنا شروع کیا۔ ان کے ساتھیوں میں سے ایک قاری عبدالقادر صاحب بہاولپور والے تھے۔ باقیوں کے نام یاد نہیں ہیں مگر بندہ بدستور مولانا قاری عبدالعزیز شوقی مرحوم کے پاس پڑھتا رہا۔ بندہ نے آخر سے سورہ الیقین تک مشق قاری صاحب مرحوم سے کی مگر بعض وجوہات کی بنا پر قاری صاحب مرحوم کو مدرسہ سے اختلاف ہوا، اور قاری صاحب مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے

چند دن بعد قاری عبدالعزیز صاحب مرحوم کی جگہ قاری محمد شاکر صاحب جو حضرت مولانا قاری عبدالمالک کے صاحبزادے ہیں، ان کو مقرر کیا گیا اور بندہ نے ان سے پڑھنا شروع کیا۔ ایک سال مسلسل حضرت قاری محمد شاکر صاحبؒ سے مشق کی اور دوسرے سال حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قاری صاحب نے پہلے میرا امتحان لیا اور مجھے بھی اپنے حلقہ درس میں شامل کر لیا۔ قاری صاحبؒ اپنے تلامذہ اور قرآن پڑھنے والوں پر بے انتہا شفقت فرمایا کرتے تھے، اور اس کے ساتھ فرق مراتب کا بہت ہی لحاظ کرتے تھے لیکن ساتھ ہی ابتداءً آزمائشی امتحان بھی لیا کرتے تھے جس سے پہلی ملاقات والے کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ حضرت کچھ سخت طبیعت ہیں۔ جب بندہ کو قاری صاحبؒ نے اپنے حلقہ درس میں امتحان کے بعد شامل فرمایا تو دریافت فرمایا کہ جامعہ اشرفیہ میں آپ کونسی کتابیں پڑھتے ہیں۔ چنانچہ میں کتابوں کے نام گنوا دیئے تو مجھ سے فرمانے لگے کہ عربی کا ایک رسالہ ہدایت المستفید جو سوالاً جواباً لکھا گیا ہے، لائیں تاکہ میں آپ کو وہ پڑھاؤں اور میرے باقی ساتھی جن میں قاری محمد افضل مرحوم قاری محمد صدیق کیمبل پوری اور قاری غلام رسول لاہور والے بھی شامل تھے۔ ان کو حضرت قاریؒ نے جمال القرآن شروع کرا دیا قاری صاحب کا طبعی رجحان عربی کی طرف اس واسطے بھی مائل تھا کہ حضرت قاری صاحب مرحوم نے قرآن پاک بھی بلد الامین (مکۃ المکرمہ) مدرسہ صولتیہ میں یاد کیا تھا اور تجوید بھی اسی مدرسہ

Marfat.com

میں حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ اس واسطے قاری صاحبؒ کو اردو سے زیادہ محبت عربی کے ساتھ تھی اور یہی وجہ ہے کہ قاری صاحبؒ ادا کے امام سمجھے۔ فنِ تجوید کا اصل مقصد بھی ادا ہی ہے اور یہ کہا جائے کہ حضرت قاری صاحب مرحوم ہی علامہ جزری رحؒ کے اس شعر کے مصداق تھے ؎

مکملا من غیر ما تکلف
باللطف فی النطق بلا تعسف

تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ہونٹوں پر، پیشانی پر، چہرے پر پورا کنٹرول رکھنا کہ نہ تو ہونٹ بے جا ہلیں، نہ پیشانی پر بل پڑیں اور نہ ہی چہرے پر گرانی کے آثار ہوں۔ یہ قاری صاحب مرحوم ہی کے حصے میں آیا تھا۔ نہ تو عجمیوں میں ایسا بے تکلف پڑھنے والا دیکھا ہے اور نہ ہی عربوں میں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ حضرت قاری صاحب کے تلامذہ میں اکثر حضرات اس کا کافی خیال کرتے ہیں۔ جس طرح اللہ پاک نے قاری صاحب مرحوم کو ادا کا امام بنایا۔ اسی طرح آپ کو اللہ تعالیٰ نے قراءات سبعہ و عشرہ کا بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔

حضرت قاری صاحب مرحوم کو اللہ پاک نے ایسا ذہن عطا فرمایا تھا کہ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ روایت حفص تو آپ نے حضرت قاری عبداللہ صاحب مرحوم مکی سے حاصل کی اور جب ہندوستان واپس تشریف لائے تو مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں بحیثیت صدر مدرس استاد مقرر ہوئے تو آپ کے ساتھ دیگر اساتذہ میں سے اکثریت ایسی تھی جو قراءات سبعہ و عشرہ کے فاضل تھے۔ اس وقت قاری عبداللہ صاحب مرحوم کے چھوٹے بھائی حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی رحؒ الٰہ آباد میں تشریف فرما تھے تو بروایت قاری آل احمد صاحب لاہور والے، اور قاری محمد حسن صاحب قلات والوں کے کہ قاری عبدالرحمان صاحب مکی رحؒ مدرسہ فرقانیہ کے مہتمم مولانا عین القضاۃ صاحب سے فرمایا کہ قاری عبدالمالک صاحب رحؒ کو میرے پاس چھ ماہ کے لئے بھیج دیں۔ چنانچہ قاری صاحب رحؒ چھ ماہ کے لئے قاری عبدالرحمان صاحب مکی رحؒ کے ہاں تشریف لے گئے تو اس وقت قاری عبدالرحمان صاحب مکی رحؒ کے پاس قاری آل احمد صاحب قاری محمد حسن صاحب قلات والے اور دیگر حضرات باقاعدہ قراءات سبعہ پڑھتے تھے، مگر قاری صاحب کو قاری عبدالرحمان صاحبؒ مکی رحؒ نے ان سے علیحدہ پڑھانا شروع کیا، اور

Marfat.com

چھ ماہ میں قراءات سبعہ و عشرہ مکمل کرواکے واپس فرقانیہ بھیج دیا۔ یہ بات قاری صاحب کی کمال ذہانت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ قاری صاحب مرحوم نے جو کورس صرف چھ ماہ میں مکمل کیا۔ اس کے لئے کم از کم دو سال کی مدت درکار ہوتی ہے تو قاری صاحب نے چھ ماہ میں صرف اسے مکمل کیا بلکہ اس میں کمال بھی حاصل کیا اور اس کی دلیل آپ کے تلامذہ ہیں کہ جن کو آپ نے قراءات سبعہ و عشرہ کی تعلیم دی۔ وہ صرف خود ہی قراءات سبعہ و عشرہ جاننے والے نہیں بلکہ اس اشرف ترین فن کے پھیلانے کا ذریعہ بھی بنے۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کے اقامت کے زمانے کے تلامذہ کی پوری فہرست تو ہمارے سامنے نہیں ہے۔ البتہ قاری محمد شاہد صاحب (جو غالباً اب بھی مدرسہ فرقانیہ کے صدر مدرس ہیں) قاری صاحب مرحوم کے تلامذہ میں سے ہیں۔ مگر لاہور تشریف لانے کے بعد جن حضرات نے آپ سے استفادہ کیا۔ وہ اس علم شریف کے پھیلانے اور شائع کرنے کا بہت بڑا ذریعہ بنے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت قاری صاحب مرحوم کے پڑھانے میں اللہ پاک نے بہت بڑی برکت ڈالی تھی۔ جن حضرات نے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لاہور کے زمانے میں استفادہ کیا اور قاری صاحب کے علوم کے پھیلانے کا وہ ذریعہ بنے، ان میں سے حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب رحؒ، حضرت مولانا قاری خدا بخش صاحبؒ۔ حضرت مولانا قاری اظہار احمد صاحب صدر مدرس تجوید القرآن لاہور۔ حضرت مولانا قاری عبدالوہاب صاحب مکی مدظلہ العالی۔ حضرت مولانا قاری حسن شاہ صاحب۔ حضرت مولانا قاری محمد ذاکر صاحب۔ حضرت مولانا قاری حکیم عبدالحکیم صاحب مرحوم۔ یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے حضرت قاری صاحبؒ سے قراءات سبعہ و عشرہ میں استفادہ کیا اور اس علم کے پھیلانے کا ذریعہ بنے۔ ویسے روایت حفصؒ اور قراءات سبعہ پڑھنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ میں اپنے علم کی بات کرتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے تو وہ حضرات جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے ان میں زیادہ تر قاری محمد شریف صاحبؒ، اور حضرت مولانا قاری خدا بخش صاحبؒ کے علم پر قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت زیادہ اعتماد تھا۔ ایک مرتبہ حضرات مولانا قاری حسن شاہ صاحب اور مولانا قاری عبدالحکیم صاحب بطریق شاطبیہ اجراء کر رہے تھے اور بندہ پاس بیٹھا تھا کہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سن کر فرمایا کہ اجراء تو قاری محمد شریف اور قاری خدا بخش صاحب کا مزہ دیتا تھا اور مجھے کہیں ان کو بتلانے

Marfat.com

کی ضرورت نہیں پڑی۔ اگر کہیں کوتاہی ہوتی ہوئی نظر آئی تو صرف ہوں کیا، اور ان کے علاوہ باقی سب کے ساتھ مجھے مغز سوزی کرنا پڑی ہے۔ قاری صاحبؒ جب لاہور تشریف لائے تھے، تو صرف ایک دفعہ ۵۳ء میں۔ آپ نے پرانی انارکلی کی بہت بڑی مسجد (مدینہ مسجد) میں قرآنِ پاک خود سنایا۔ اس کے بعد اکثر تراویح آپ قاری خدابخش صاحب مرحوم کے پیچھے پڑھا کرتے تھے۔ ۵۵ء میں برادرِ مکرم مولانا قاری محمد ذاکر صاحب گنپت روڈ انارکلی کی چکیوں والی مسجد میں تراویح میں قرآن سناتے تھے جب کہ بندہ اسی مسجد میں امام وخطیب تھا۔ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھار تو قاری ذاکر صاحب کے ساتھ تانگہ میں تشریف لے آتے اور تراویح ان کی اقتدا میں ادا فرما لیتے مگر اکثر نیلا گنبد کے چوک میں اتر کر گھوڑا ہسپتال کی مسجد میں تشریف لے جاتے اور قاری خدابخش صاحبؒ کی اقتدا میں نماز تراویح ادا فرماتے۔ ایک تو اس واسطے کہ قاری خدابخش صاحبؒ کا قرآن بہت ہی پختہ تھا۔ دوسرے جو تقویٰ اور پرہیزگاری اللہ پاک نے ان کو عطا کی تھی اس کی وجہ سے بھی قاری صاحب مرحوم کو ان سے بیحد محبت تھی۔ تیسرے یہ کہ جب قاری خدابخش صاحبؒ قاری صاحبؒ کے پاس پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے تو اس وقت آپ جامعہ اشرفیہ لاہور میں مدرس تھے تو قاری صاحب مرحوم نے قاری خدابخش صاحبؒ سے پوچھا کہ "کیسے آنا ہوا؟" آپ نے جواباً عرض کیا کہ استفادہ کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ تو قاری صاحبؒ نے پھر سوال کیا کہ "کام کیا کرتے ہو؟" قاری خدابخش صاحبؒ نے جواب میں عرض کیا کہ جامعہ اشرفیہ میں حفظ کی خدمت سرانجام دیتا ہوں۔ قاری صاحبؒ نے فرمایا کہ جب استاد ہو تو پھر پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ کہنے لگے کہ حضرت ابھی تو بہت کمی ہے تو قاری صاحبؒ نے پھر پوچھا کہ جب کمی ہے تو پھر پڑھاتے ہی کیوں ہو؟ چنانچہ قاری خدابخش صاحبؒ نے اس سوال کے جواب میں خاموشی اختیار کر لی۔ مگر قاری صاحب مرحوم نے ایک اور سوال کیا کہ آپ نے کن اساتذہ سے پڑھا ہے۔ تو آپ نے اپنے اساتذہ کے نام گنوا دیے۔ جن میں بڑے بڑے اکابر شامل تھے یعنی قاری کریم بخش صاحب۔ قاری حسن شاعر مصریؒ مدینہ منورہ۔ ان کے علاوہ دوسرے حضرات کا نام بھی لیا۔ اس پر حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا کہ اتنے بڑے بڑے حضرات سے پڑھنے کے بعد میرے پاس آنے کی کیا ضرورت ہے؟ تو قاری خدابخش صاحبؒ نے جواب دیا کہ حضرت ابھی موت تو نہیں

Marfat.com

آئی تو اس جواب سے حضرت قاری صاحبؒ کی طبیعت پر بہت بڑا اثر ہوا، اور کافی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا کہ فی الحال وقت نہیں ہے۔ جب وقت مل جائے گا تو دیکھیں گے۔ مگر قاری خدا بخش صاحبؒ باقاعدگی سے حضرت قاری صاحبؒ کی درسگاہ میں تشریف فرما ہو کر خاموش بیٹھ جاتے اور سنا کرتے۔ چنانچہ دوسرے تیسرے دن حضرت قاری صاحبؒ نے قاری خدا بخش صاحبؒ کو پڑھانا شروع کر دیا۔ پھر جتنی محبت قاری خدا بخش صاحبؒ اپنے شیخ سے کرتے تھے۔ اس سے کہیں زیادہ شیخ کو اپنے اس معتقد سے محبت تھی۔ جس طرح کہ اس بیان سے معلوم ہوا کہ قاری صاحبؒ کو علماء اور صلحاء سے بڑی محبت و عقیدت تھی اور دل سے ان کی قدر کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اکثر حضرت قاری صاحبؒ جمعہ کی نماز شیرانوالہ گیٹ میں قطب الاقطاب شیخ الاجل حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری کی اقتداء میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور پرانی انار کلی سے شیرانوالہ گیٹ تک یہ سفر پیدل ہی ہوتا تھا۔ واپسی پر کشمیری بازار میں حافظ محمد یوسف صاحب ٹوپیوں والے کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ جاتے اور کبھی انارکلی بازار سے گزرتے ہوئے گنپت روڈ پر قاری ال احمد صاحب کے پاس تھوڑی دیر تفریح طبع کے لئے تشریف فرما ہو جاتے اور چائے بھی نوش فرما لیتے۔ جس طرح حضرت قاری صاحبؒ کو حضرت لاہوریؒ سے محبت تھی۔ اسی طرح حضرت لاہوریؒ بھی آپ سے بڑی محبت کیا کرتے اور جب آپ کا انتقال ہوا تو جنازہ بھی حضرت لاہوریؒ نے ہی پڑھایا۔

قاری صاحبؒ کو اللہ پاک نے استغناء میں کمال عطا فرمایا تھا۔ باوجود کثیر العیال ہونے کے خدائے پاک کی ذات پر کامل بھروسہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے کا کامل یقین تھا۔ کبھی کسی دنیادار کی خوشامد کی اور نہ آؤ بھگت۔ دارالعلوم اسلامیہ سے حضرت قاری صاحبؒ کو بڑی معقول تنخواہ مل رہی تھی۔ مگر قاری صاحبؒ کے مقصود تنخواہ نہ تھی بلکہ اچھے طلباء اور طلباء کا صحیح انتظام تھا۔ دارالعلوم اسلامیہ کے مہتمم صاحب کے ساتھ کچھ اختلاف ہونے کی بناء پر اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے آپ اپنے ایک شاگرد کے ہاں مزنگ تشریف لے گئے اور وہاں دارالترتیل کے نام سے مدرسہ قائم فرمایا۔

مدرسہ تو دراصل قاری صاحبؒ کا وجودِ مسعود تھا۔ جہاں آپ تشریف فرما ہوتے طلباء اور

Marfat.com

علماء کا جمگھٹا بن جاتا مگر قاری صاحبؒ نے مدرسہ کی اعانت کے لئے کسی سے اپیل نہیں فرمائی اور خدائے پاک کی ذات پر توکل کرتے ہوئے مسجد میں بیٹھ کر حفاظ اور علماء کو اپنے ایک صاحبزادہ قاری محمد شاکر صاحب اور ایک شاگرد مولانا قاری غلام نبی صاحب ایرانی، جو اس مسجد کے امام بھی تھے کے ہمراہ پڑھانے لگے۔ اور اسی مدرسہ میں حسب معمول ایک روز پڑھانے کے لئے تشریف لائے اور سارے دن طلباء کو پڑھا کر واپس گھر تشریف لے گئے اور رات کے وقت اپنے کمرے میں آرام فرمانے لگے تو تہجد کے وقت گھر والوں کو علم ہوا کہ حضرت صاحبؒ اس فانی دنیا سے رخصت ہو کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ قاری صاحبؒ اور ہمارے تمام اساتذہ اور بزرگوں کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرما دے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

Marfat.com

ڈاکٹر فیوض الرحمٰن

حضرۃ کے تلامذہ

۱۔ السید الصالح طلحہ بن محمد بن نور الھدی بن محمد علی بن السبحان

الشریف الحسنی البریلوی ثم الطوکی، احد العلماء المبرزین فی الحدیث

والرجال والعربیۃ ولد بطوک سنۃ ثمان وثلاث مأۃ والف و

نشأ بھا، وسافر للعلم إلی لکھنو سنۃ ثمان عشرۃ وثلاث مأۃ والف

حین سافرت إلی طوک. فرافقنی فی ذلک السفر عند رجوعی إلی مدینۃ

لکھنو وقرء العربیۃ علی مولانا محمد فاروق الچریاکوتی وعلی غیرہ

من العلماء بدار العلوم ولبث بھا أیاما، ثم رجع إلی طوک وقرء

الکتب الدرسیۃ علی مولانا حیدر حسن ومولانا سیف الرحمٰن

رالبشاوری) فی المدرسۃ الکلیۃ بھا، ثم دخل دھلی وتطبب علی

(البشاوری) فی المدرسۃ الناصریۃ ثم سافر إلی لاھور ونال

درجۃ الفضیلۃ فی المدرسۃ الکلیۃ بھا ثم دخل دھلی وتطبب علی

الحکیم غلام رضا خان الشریفی وأقام ببلدۃ طوک وبمبئی زمانا طویلا.

کان یدرس ویتطبب، ثم دخل بلد تنارای بریلی وتزوج بأختی

شمس النساء بنت والدی المرحوم فخر الدین بن عبد العلی رحمھما

اللہ تعالی وھو من عشیرتی وبنی أعمامی رزقہ اللہ سبحانہ الذکاء

المفرط والذھن الثاقب والحفظ السریع والحمل الصالح، حفظ القرآن

بعد فراغہ من التحصیل فی أربعۃ أشھر

Marfat.com

وقد دخل فى سلك المعلمين فى الكلية الشرقية التابعة لجامعة بنجاب فى سنة خمس وثلاثين وثلاث مأة والف واستقام على ذلك خمسا وعشرين سنة، مشتغلاً بالإفادة والاستفادة فى العلم والاستكثار من الدراسة والمطالعة، ودخل فى اختبارات كثيرة فى الانجليزية، ونال شهادة ماجستير فيها، حتى اعتزل الوظيفة بطلبه سنة احدى وستين وثلاث مأة والف. وله نهامة بالعلم وطلب للمزيد الجديد وحرص على الاتقان والتثبت لا يجد كتابا جديداً إلا ويعكف عليه مطالعة ولا يجد صاحب اختصاص فى فن إلا ويغترف من علمه، له مشاركة فى أكثر الفنون النقلية والأدبية والرياضية واسع الاطلاع فى التاريخ والتراجيم، مستحضر للسنين والحوادث وله شغف بالنجوم والمواقيت يعرف سيرها وبروجها ويحفظ الكثير من أسمائها ومواقعها، كثير المحفوظ فى الشعر العربي والفارسى والأردو، لطيف العشرة كثير الانبساط، طارح للتكلف انتقل سنة سبع وستين وثلاث مأة وألف الى باكستان وأقام فى كراچي. وسافر فى سنة سبع وسبعين وثلاث مأة والف الى مصر والشام وقسطنطينية وزار مكتباتها، والف كتابا فى الحضارة في عهد النبى وعهد الصحابة استوعب فيه من العادات والأدوات ومرافق الحياة وأشكال المدنية وما بلغت إليه العلوم والآداب فى عصرهم، وجمع من ذلك الشيئ

Marfat.com

الكثير الذى قلما يوجد مثله فى كتاب آخر، وله كتاب وسيط ألفه فى بهوپال فى بداية حاله فى سيرة سيدتنا أم سلمة زوج النبى صلى الله عليه وسلم، وله مقالات علمية فى اعجاز القرآن و بلاغته وهو ممن يعمل بنصوص الكتاب والسنة، ولا يرى التقليد واجباً إلا أنه يتبع المذهب الحنفى فى أكثر شؤونه وعباداته توفى لسبع بقين من رجب سنة تسعين وثلاث مأة وألف)[1]

نجح فى امتحان "مولوى فاضل" من جامعة بنجاب مع مرتبة الشرف الأولى عين استاذاً بكلية العلوم الشرقية بلاهور فى ابريل عام ١٩١٨م ودرس بها إلى ١٩٣٢م كما فى تاريخ كلية العلوم الشرقية (ص ٢١٣) حج وزار عام ١٣٤٤هـ/١٩٢٦م

انتقل إلى رحمة الله فى ٢٣ رجب ١٣٩٠هـ/٢٥ ستمبر ١٩٧٠م فى يوم الجمعة بكراتشى ودفن بمقبرة مجاهد آباد كراتشى

وله تقديم على القاموس العربى/ الإنجليزى وجمع تحت إشرافه. قرء التجويد على الشيخ عبدالمالك المقرئ وعلى تلميذه حبيب الله

وله إبن واحد السيد محمد داؤد-

---

[1] عبدالحى الحسنى: نزهة الخواطر، كراتشى ١٩٧٦م ج ٨ ص ٢٠٢، ٢٠٣

Marfat.com

حافظ مقری صبغۃ اللہ خاں ٹونکی

"آپ کے والد صاحب کا نام محمد اسد اللہ خان ہے۔

۱۳۳۴ھ میں ٹونک میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم ۱۱ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں داخلہ لیا اور شیخ القراء حضرت عبدالمالکؒ سے ۱۳۴۹ھ میں روایت حفص پڑھنے کے بعد شاطبی اور مقدمۃ الجزری پڑھی۔ آپ کے ساتھ اسد خان بن مولانا حیدر حسن خان کانپوری اور فیض محمد خان نے ایک ساتھ "روایت حفص" کی تکمیل کی۔

اعلیٰ تعلیم قاری صبغۃ اللہ صاحب نے سبعہ کی اجرائی کی تکمیل شیخ القراء عبدالمالکؒ سے کی۔

تدریسی خدمات فراغت کے بعد مدرسہ فرقانیہ ٹونک میں بحیثیت شیخ التجوید ایک عرصہ تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ کچھ عرصہ مدرسہ ناصریہ ٹونک میں بھی تدریس کی۔ اب ایک جدید مدرسہ "تجوید الفرقان" کے نام سے قائم کیا ہے۔

"قاری صبغۃ اللہ صاحب خوش الحان، خوش رو اور وجیہ آدمی ہیں۔ طلبہ کو بڑی محنت سے تیار کرتے ہیں۔ حافظہ بہت قوی ہے۔ سمجھ دار اور خوش گفتار ہیں۔ بالیاقت ہیں، ادائی بہت صاف ہے، مخارج و صفات واضح ہیں، تحقیق و تدقیق میں کمال رکھتے ہیں۔ طلبہ کی تعداد خاصی ہے۔"

Marfat.com

مولانا قاری عبدالوہاب مکیؒ

خاندان آپ بنو زہرہ کی شاخ (بن عوف) سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیخ عبداللطیف کے فرزند ہیں۔

ولادت ۲۹ دسمبر ۱۹۲۷ء کو بیت عوف، محلہ شامیہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔

حصول تعلیم آپ نے مدرسۃ الفلاح مکہ مکرمہ ہی میں تعلیم حاصل کی ہے۔ قراءت سبعہ عشرہ کی تکمیل شیخ احمد عبدالرزاق الحجازی رئیس المقرئین فی المملکۃ السعودیہ سے کی اور ۱۳۵۵ھ میں فراغت حاصل کی۔

آپ نے شیخ عبدالغفور مکادی سے بھی پڑھا ہے۔ بلکہ یہ آپ کے بنیادی اساتذہ میں سے ہیں۔ دینی علوم کی تحصیل باب العمرہ میں جو مدرسہ شرعیہ ہے اسمیں تکمیل کی۔

اساتذہ میں شیخ عبدالحمید الخطیب، شیخ عبدالمحسن، عمر حمدان، شیخ عبدالملک المرداد اور عبدالقاہر السمح خطیب حرم سے تکمیل کی فراغت ۱۳۵۹ھ میں ہوئی ۴۷-۱۹۴۶ء میں سعودیہ سے بمبئی آتے جاتے رہے

تدریس مولانا محمد صادق کے مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی میں ایک سال پڑھایا۔ اسی دوران آپ سے حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب نے بھی استفادہ کیا۔ پھر مدرسہ اشرفیہ جیکب لائن میں تین سال تدریس کی۔ ایک سال مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے مدرسہ میں بھی پڑھایا۔ اس دوران مولانا محمد تقی عثمانی اور مولانا محمد رفیع عثمانی بھی آپ سے پڑھتے رہے۔ ایک سال سکھر میں بھی پڑھایا کھڈ شریف کیمبلپور میں ایک سال تدریس کی۔

Marfat.com

صدارت تدریس: المدرسۃ الکریمیہ مسلم مسجد کے صدر مدرس کے طور پر ۱۹۵۹ء میں چارج لیا اور ۱۹۶۸ء تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۹۷۱ء سے محکمہ اوقاف سے متعلق ہیں اور مدارس کی تعلیم وضبط کے نگران ہیں۔ حضرت قاری عبدالمالک صاحب کی شاگردی کا فخر آپ کو اس وقت حاصل ہوا جب آپ ٹنڈو الہیار میں تھے پھر لاہور میں قرأت عشرہ میں کتاب النشر فی القراءات العشر کے اصول بالاستیعاب حضرۃ قاری صاحبؒ سے پڑھے، قاری صاحبؒ کے حکم پر فوائد مکیہ اور دیگر کتب کا درس آج تک دے رہے ہیں۔ حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ نے بھی قراءات سبعہ عشرہ کی سند عطا فرمائی ہے

قاری مکی صاحب کا انداز حضرۃ قاری عبدالمالک صاحب کو بھی بہت محبوب تھا اور ہے بھی محبوب۔ آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ملک اور بیرون ملک تدریسی اور علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ راقم الحروف کے بھی اساتذہ میں سے ہیں۔ روایت حفص ہی میں دوسری سند حضرت قاری مکی صاحب مدظلہم نے عنایت فرمائی تھی۔

Marfat.com

قاری حافظ فخر الدین

"وطن گیا، والد کا نام خیر الدین۔ ننھیال۔ گیلانی، ولادت ۱۳۱۷ھ۔ ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔ ۴۵ھ و ۴۶ھ دو سال لکھنؤ میں رہے۔ قاری عبد المالک سے پہلے ایک روایت سے اور پھر سبعہ قراءات سیکھیں۔ ۴۷-۴۸ھ میں ٹونک گئے۔ ۵۱ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور میں رہے۔ ۵۲ھ میں دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔ درس نظامی کے ساتھ بروایت حفص تجوید سیکھی تھی۔ بعد ازاں حفظ و قرأت کی تکمیل مولانا ارادت الحق حافظ و قاری عبد القدوس و حافظ فرید الدین سے کی۔ پھر ۱۳۵۷ھ میں دیوبند جا کر اس کی تکمیل کی۔ اسی سال رنگون گئے۔ حاجی داؤد مرحوم کے مدرسہ تاموے سیمبل روڈ میں ایک سال تک تجوید کی تعلیم دی۔ وہاں سے واپس ہو کر رنگون میں الگ مدرسہ قائم کر کے دو سال تک رنگون میں رہے۔ پھر حسب ایماء مولانا اعزاز علی صاحب شیخ الادب دار العلوم دیوبند رنگون میں جامعہ قاسمیہ کی بنیاد ڈالی۔ یہ مدرسہ مغل سٹریٹ میں تھا۔ گذشتہ جنگ میں جاپانیوں کی زیادتیوں کی افواہیں سن کر ہندوستان واپس آگئے۔

گیا میں ایک مدرسہ قاسمیہ ۱۲۹۵ھ سے قائم تھا اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے ایک خلیفہ حضرت مولانا عبد الغفار نے مدرسہ اسلامیہ کے نام سے قائم کیا تھا اور زندگی بھر اس کی خدمت کی۔ ان کے انتقال کے بعد مولانا خیر الدین نے اس مدرسہ کو سنبھالا اور

Marfat.com

عمر بھر اس کی خدمت کی۔

اس کے بعد اب یہ تیسرا دور ہے کہ اس کا احیاء مدرسہ قاسمیہ اسلامیہ کے نام سے کر کے دارالعلوم دیوبند سے اس کا الحاق کیا گیا ہے۔ جس کی سرپرستی مولانا حسین احمد مدنی فرماتے ہیں۔ کثیر تعداد طلبہ علم سے فیض یاب اور پرورش پاتے ہیں۔ اس مدرسے نے کئی حافظ و قاری پیدا کئے اور مزید پیدا کر رہے ہیں۔ حافظ قاری فخرالدین صاحب جید حافظ اور ترتیل سے پڑھنے والے قاری ہیں۔ رمضان شریف میں دو پارے تراویح میں اور دو پارے تہجد میں سناتے ہیں۔ والہانہ انداز میں استغراقی کیفیت میں سناتے ہیں۔ جو دعائیں اور بشارتیں آتی ہیں ان کو تین بار دہرا کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ سامعین بھی اسی استغراق سے سنتے ہیں مستعد اور باہمت ناظم ہیں۔ انتظامی سلیقہ خداداد ہے۔ خوش اسلوبی سے انتظام فرماتے ہیں منکسرالمزاج باحوصلہ صدق و خلوص کے پیکر ہیں۔ سلف صالحین کا نمونہ دیکھنا ہے تو لوگ آپ کی صحبت سے مستفید ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس زمانہ میں بھی ایسی بزرگ ہستیاں موجود ہیں جنہوں نے حسبۃً للہ دینی تعلیم کی ترویج میں اپنی زندگی وقف کر دی ہے۔" لہ

لہ قاری بسم اللہ۔ تذکرہ قاریان ہند۔ ج ۱ صنہ

Marfat.com

قاری حافظ محمد شرف الدین

" وطن گیا۔ والد کا نام مولانا خیرالدین۔ ولادت ۱۳۴۴ھ۔ یہ حافظ قاری فخرالدین کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ابتدائی تعلیم گیا میں حافظ قاری عبدالقدوس سے حاصل کی۔ بڑے بھائی کی نگرانی میں بمقام رنگون حفظ کی تکمیل کی۔ تجوید و قرأت کی ابتداء مدرسہ قاسمیہ گیا میں کی گئی۔ مولانا حسین احمد مدنی کی موجودگی میں ۱۳۶۳ھ میں دستار بندی کی رسم ادا ہوئی۔ پھر مدرسہ فرقانیہ جاکر قاری عبدالمالک سے قراءات سبعہ کی تکمیل ۱۳۶۴ھ میں کرلی اور ایک ہی سال میں مدرسہ قاسمیہ واپس آگئے۔ پھر مراد آباد گئے۔ وہاں سے دیوبند جاکر حفظ الرحمان صاحب کو قرآن سنایا۔ وہاں سے سہارنپور میں قاری عبدالخالق خان کو قرآن سنایا۔ ۱۳۷۰ھ میں علوم دینیہ کے درسِ نظامی کی تکمیل دارالعلوم دیوبند سے کی۔ ۱۳۷۰ھ میں مدرسہ اشرفیہ ضلع آرہ میں مدرس ہوئے۔ پھر شیر گھاٹی ضلع گیا میں ایک مدرسہ عربیہ محمودیہ قائم کیا۔ اب تک اس مدرسہ میں قرآن کریم کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ایک قلیل مدت میں لوگوں کو بڑا فیض پہنچایا ہے۔ اس مدرسہ میں بہار اور اڑیسہ کے بہت سے طالب علم اضلاع سے آکر تعلیم پارہے ہیں۔

قاری شرف الدین بہت سی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ اب تک جہاں بھی رہے تھوڑی سی مدت میں وہاں دینی ماحول پیدا کردیا۔ اس وجہ سے آپ کو مقبولیتِ تام حاصل ہوئی ہے اور ہر جگہ لوگ ان کو یاد کرتے ہیں۔" (ج ۱ صـ۵۲)

Marfat.com

مولانا قاری سید حسن شاہ بخاری

آپ کی تاریخِ ولادت یکم اکتوبر ۱۹۲۷ء ہے۔ داتہ، تحصیل مانسہرہ، ہزارہ میں پیدا ہوئے والد صاحب کا نام سید عالم شاہ بخاری ہے۔

ابتدائی تعلیم

پرائمری سکول داتہ سے پرائمری اور باڈھی ڈھونڈاں سے مڈل کیا۔ ۱۹۴۱ء کے اخیر میں لاہور گئے۔ وہاں جامعہ فتحیہ مسجد جٹاں اچھرہ میں مولانا حافظ مہر محمد صاحب[1] رح سے پڑھتے رہے۔

۱۹۴۳ء میں بھین ضلع جہلم میں مولوی کرم دین صاحب کے ہاں ترجمہ قرآن مجید پڑھا، موصوف آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے! اپنی تقریر سے پہلے آپ سے تقریر کرواتے تھے اور دیہاتوں میں بھی آپ کو برائے تقریر بھجوایا کرتے تھے۔

بھین کے قریبی گاؤں — موہڑہ میں مولانا محمد عابد صاحب نجومی سے کافیہ پڑھا۔

اعلیٰ تعلیم

دوبارہ جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور پہنچے اور حضرۃ مولانا حافظ مہر محمد صاحب سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں۔ ۴ ماہ کے عرصہ میں یہیں قرآن مجید حفظ کیا۔ آپ کے حفظ کے

---

[1] حافظ صاحب چوکھنڈی ضلع کیمبلپور کے رہنے والے تھے۔ والد صاحب کا نام عبداللہ تھا۔ ۱۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے مولانا غلام محمد گھوٹوی کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ مولانا غلام رسول ساکن انھی سے بھی پڑھا تھا۔ عمر تدریس میں گزری۔ جامعہ فتحیہ اچھرہ کے صدر مدرس تھے۔ حضرۃ پیر مہر علی شاہ صاحب کے خلیفہ تھے۔ مضبوط مدرس عالم تھے۔ ۲ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ / ۲۶ نومبر ۱۹۵۴ء بسلسلہ بروز جمعہ آپ کا وصال ہوا۔ اچھرہ میں دفن ہوئے۔

Marfat.com

اساتذہ میں حافظ عبدالمجید صاحب اچھروی اور قاری محمد ایاز صاحب (تلمیذ قاری عبدالخالق صاحب) ہیں ۱۹۵۳ء میں دورۂ حدیث حافظ صاحبؒ سے پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

۱۹۵۴ء میں دوبارہ دورۂ حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور میں پڑھا۔ یہاں کے اساتذہ میں مولانا مفتی محمد حسنؒ، مولانا محمد رسول خان ہزارویؒ اور مولانا حافظ محمد ادریس کاندھلویؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

علمِ قرأت کی تحصیل

۱۹۵۳ء میں شیخ القراء حضرۃ قاری عبدالمالکؒ کی خدمت میں دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں جانا شروع کیا، پہلے سال چھ ماہ کے عرصہ میں روایتِ حفص کی تکمیل کی۔ آپ کے دوسرے مدرس ساتھی ــــ مولانا قاری اظہار احمد تھانوی، مولانا حکیم عبدالحکیم، حافظ محمد دین کیمبلپوری، حافظ عبدالرحمٰن کیمبلپوری اور مولوی راز محمد ایرانی تھے۔

حضرۃ قاری صاحبؒ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "حسن شاہ! شاطبی میں شریک نہیں ہوئے؟ آپ نے عرض کیا "جیسے آپ کا ارشاد ہو" دو سال میں قراٴت سبعہ کی تکمیل کی اور ۱۹۵۵ء کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر سند حاصل کی۔ اس موقع پر مولانا قاری محمد طیب قاسمی کی تقریر سے پہلے تلاوت آپ نے کی تھی، جس کی تعریف بعد میں قاری صاحب موصوف نے اپنی تقریر کے دوران ان الفاظ میں کی کہ "ایک جید قاری قرآن مجید پڑھ رہے تھے اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے قرآن مجید اتر رہا ہے"۔

Marfat.com

مولانا قاری اظہار احمد تھانوی

آپ ۱۹۲۶ء کو تھانہ بھون (انڈیا) میں جناب حافظ اعجاز احمد صاحب (م ۱۹۵۹ء) کے گھر پیدا ہوئے۔ حفظِ قرآن "امداد العلوم" تھانہ بھون کے خادمِ خانقاہ حافظ اعجاز احمد صاحب سے کیا۔ فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم وہیں مولانا امیر احمد میرٹھی، مولانا محی الدین بنگالی، مولانا مدثر صاحب بنگالی، مولانا محمد شریف (حال استاد العلوم دیوبند)، مولانا سراج احمد امروہوی اور مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی سے حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۹۴۳ء میں "مظاہر العلوم" سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۳۶۶ھ ۱۹۴۷ء کو دورۂ حدیث مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری صاحب، مولانا اسد اللہ صاحب، مولانا عبد اللطیف، مولانا قاری سعید احمد اور مولانا عبد الشکور (حال تعلیم القرآن راولپنڈی) سے پڑھ کر سندِ الفراغ حاصل کی۔

پاکستان میں تقسیمِ ملک کے وقت لاہور (پاکستان) آ گئے اور یہاں ۱۹۵۶ء میں "منشی فاضل" اور ۱۹۵۵ء میں مولوی فاضل کے امتحانات پاس کیے۔ ۱۹۵۳ء میں استاد القرآء حضرت قاری عبد المالک صاحب سے علمِ قرأت کی تحصیل شروع کی اور ۱۹۵۹ء میں قرأت عشرہ کی تکمیل کر کے سند حاصل کی۔

Marfat.com

تدریسی خدمات دار العلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں بطور استاد عربی آپ کا تقرر ہوا۔ اور دس سال تک پڑھاتے رہے۔

پھر چینیاں والی مسجد لاہور میں ۱۱ سال تک صدر شعبہ تجوید رہے۔

۱۹۶۴ء میں حضرت قاری فضل کریم صاحب بانی مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور کی دعوت پر مدرسہ تجوید القرآن میں برائے تدریس تشریف لائے۔ اب تک وہاں اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ شعبہ تجوید کے سربراہ ہیں۔

صوفیانہ مسلک بیعت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے ہاتھ پر ہوئی۔ مگر اصلاح کا تعلق حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری سے رہا۔ پھر حضرت مولانا حکیم عبد الحکیم صاحب فاضل دیوبند و مجاز بیعت حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے اصلاح کا تعلق رہا۔ ان سے اجازت بیعت بھی ہے۔

تصانیف آپ کی تصانیف ہیں "پیغام رمضان" مطبوعہ ۱۹۶۰ء صفحات ۱۵۰ "اخلاق محمدیؐ" ۴۰۰ احادیث کا مجموعہ، مطبوعہ ۱۹۶۴ء "شرح شاطبی اردو" ۴۰۰ صفحات بڑا سائز مطبوعہ ۱۹۶۵ء "شرح مقدمۃ الجزری ہیں۔ تیسیر التجوید، جمال القرآن کے حواشی اور مقدمہ جزری کا اردو ترجمہ بھی آپ کے قلم سے چھپ چکے ہیں۔ "حضرت عثمان" مصری مصنف کی کتاب کا اردو ترجمہ آپ کے قلم سے ہے۔ مگر نام عبد الصمد صارم کا ہے۔ اسی طرح عباس محمود العقاد کی کتاب "اللہ" کا ترجمہ بھی آپ کے قلم سے ہے۔ مگر نام انہی کا ہے۔ "رحمتہ الاسلام للنساء" عربی کا ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔

Marfat.com

المرثیہ مع مادۃ التاریخ علیٰ رحلۃ امام القراء حضرۃ فضیلۃ

الاستاذ القاری عبد المالک قدس سرہٗ

قد مضیٰ شیخنا عن الدنیا
لحق اللہ فی حجاب النور
یا من انبث ذکرہٗ فی الدھر
قدس اللہ قبول المعمود
کنت فی الوقت ثانی الجزری
جبلاً شاھقاً ورا صخود
ساد تحت التراب من ھو عا
ش نظیفاً معطراً ذا نود
قد خلا الیوم مسند التجوید
قال شیخ محمود مغفور

۱۳۸۹ھ

Marfat.com

القصيدة النعتية

اِنشقت الظلمات عن وجه الزمن
وتنورت سبل الظلام بمقدم

يامن قصيدة مدحه ماجورة
وعلوم شرعته شفاء المقسم

يامن نشيدة مدحه يترنم
فی حفلة العباد صل وسلم

لماعلوت الی الحراء تشوقا
ودعوت ربك یاکریم المبسم

فافضت بحر نبوة ورسالة
وملأت كل جوانب فی العالم

ارجو بحضوة قدسك المتعطر
ان لا تخیبنی بجود انعم

صلی علیك الله یاخیر الوری
مادامت الازهار بالمتبسم

Marfat.com

حضرۃ قاری محمد شریف

خاندان قاری صاحب کے آباؤ اجداد مپونڈہ کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے نقل مکانی کر کے امرتسر میں جا آباد ہوئے، تجارت پیشہ تھے۔ آپکے والد صاحب کا نام مولا بخش ہے۔

ولادت آپ کی ولادت ۱۳۲۱ھ میں ہوئی، آپ اپنے والد کے منجھلے فرزند ہیں۔ بچپن میں چیچک کا شکار ہوئے اور بینائی سے محروم ہو گئے۔ ایک آنکھ میں البتہ معمولی روشنی تھی جو آخر تک رہی۔ اس سے آپ گھڑی کا وقت دیکھ لیتے، دستخط کر لیتے اور راستہ میں تنہا بھی چل سکتے تھے۔

ابتدائی تعلیم قاری حافظ خدا بخش کانٹھوی مراد آبادی سے امرتسر میں شیخ بڈھے کی مسجد میں حفظ کی تکمیل کی۔ انہی سے مکمل قرآن مجید کا ترجمہ بھی یاد کیا۔

تین سال تک نابینا اسکول میں دستکاری اور صنعت[1] سیکھتے رہے۔

صرف و نحو اور درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں مولانا مفتی عبدالرحمٰن ہزاروی سے پڑھیں۔ چار سال تک ان سے پڑھتے رہے۔

تجوید اس کے بعد تجوید سیکھنی شروع کی۔ پہلے قاری فضل کریم صاحب سے روایتِ حفص

---

[1] حافظ قاری عبدالرحمان صاحب چھتہ بازار لاہور کی روایت ہے کہ "میں نے خود حضرت قاری صاحب کو کرسیاں بنتے دیکھا ہے۔"

Marfat.com

کی کتابیں پڑھیں۔ قاری صاحب خود تحریر فرماتے ہیں :۔

"استادِ محترم حضرت قاری فضل کریم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا اسمِ گرامی تو شاید پہلے ہی سن رکھا ہو۔ کیوں کہ میں نے امرتسر کے جس مدرسہ میں اور جن اساتذہ کی خدمت میں حفظِ قرآن کیا تھا حضرت قاری صاحب بھی اسی مدرسہ اور انہی اساتذہ کے فیض یاب تھے۔ مگر جہاں تک یاد پڑتا ہے کہ باقاعدہ تعارف اور ملاقات کا سب سے پہلا شرف اس وقت حاصل ہوا جب میرے دل میں ۱۹۴۲ء میں باقاعدہ طور پر تحصیلِ تجوید کا شوق پیدا ہوا چنانچہ اس مقصد کے لیے میں حضرت قاری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا اشتیاق ظاہر کیا۔ حضرت قاری صاحب نے نہایت فراخدلی اور شفقت کے ساتھ مجھے اپنے سلسلہ میں داخل کر لیا ... چند رکوع مشق کئے اور جناب قاری مقبول الٰہی صاحب کی معیت میں غالباً دو مرتبہ مقدمۃ الجزری اور ایک بار علامہ سلیمان جمزوری کا رسالہ "تحفۃ الاطفال" بھی پڑھا۔ البتہ حدر میں سنانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ تا آنکہ اپریل ۱۹۴۲ء میں میری لاہور کی مشغولیتیں ختم ہو گئیں اور میں امرتسر چلا گیا۔" [۲۳]

<u>مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں</u> ۱۹۴۵ء میں آپ نے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ سے اولاً ایک روایت سے پھر قراءاتِ عشرہ کی تکمیل قاری عبد المعبود صاحب سے کی۔ مولانا قاری محمد اسمٰعیل صاحب کا کہنا ہے کہ قاری محمد شریف صاحب نے سبعہ عشرہ کی تکمیل بطریق درہ مجھ سے کی ہے۔

قاری بسم اللہ لکھتے ہیں :۔

---

[۲۳] قاری فیوض الرحمٰن : سوانح حضرت فضل کریم صاحب : لاہور : ۱۹۸۲ء : ص ۱۰۰، ۱۰۱ [یادِ اکابر قاری صاحب کا مضمون]

Marfat.com

"وطن: امرتسر: والد کا نام شیخ مولا بخش، ولادت ۱۳۲۱ھ میں ہوئی۔
حافظ قاری خدا بخش کی نگرانی میں حفظ کی تکمیل کی۔ تین سال تک نابینا سکول میں دستکاری اور صنعت سیکھتے رہے۔ اس کے بعد تجوید سیکھنی شروع کی۔ پہلے قاری فضل کریم سے بروایت سیدنا حفص قرآن مجید ختم کیا۔ پھر مدرسہ فرقانیہ (لکھنؤ) جا کر قاری عبد المعبود سے اولاً ایک روایت سے اور پھر سبعہ قراءات کی تکمیل کی، پھر قاری محمد عبد اللہ مراد آبادی کے پاس جا کر امتحان دیا۔ کامیابی کے بعد شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد سے استفادہ کرتے رہے۔ پہلے چند روز آپ نے کراچی میں قیام کیا۔ اب لاہور میں بڑی مستعدی سے کام کر رہے ہیں۔ ۱۳۵۵ھ سے اب تک درس کا سلسلہ جاری ہے۔" (تذکرہ قاریانِ ہند ج ۱ ص)

آپ نے حضرت قاری عبد المالک صاحب سے بھی سبعہ عشرہ کی تکمیل کر کے سند حاصل کی۔

تدریسی خدمات حضرت قاری فضل کریم صاحب کی سعی سے ذیقعدہ ۱۳۶۴ھ / ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو بحیثیت استاد تجوید مسجد چینیانوالی میں آپ کا تقرر ہوا۔ فروری ۱۹۴۶ء میں گڑھی شاہو منتقل ہوئے اور وہاں پڑھاتے رہے۔

اپریل ۱۹۴۶ء میں گڑھی شاہو سے آسٹریلین مسجد میں تدریس کرنے لگے۔ یہاں سے چینیانوالی مسجد جا کر کچھ عرصہ مشق بھی کراتے رہے۔

سیٹھی محمد یوسف کے ارشاد پر ایک عظیم الشان مدرسہ کے قیام کے لیے اگست ۱۹۵۱ء میں کراچی چلے گئے، وہاں کوئی مناسب جگہ نہ مل سکی۔ اسی دوران قاری فضل کریم صاحب نے قاری مقبول الٰہی کے ذریعہ آپ کو کراچی سے لاہور بلا لیا۔ آپ ۱۰ جنوری ۱۹۵۲ء کو کراچی سے روانہ ہوئے اور رجب ۲۰ جنوری کو مسجد نور کوچہ کندیگراں میں قاری صاحب سے ملاقات کی تو حضرت قاری صاحب بہت خوش ہوئے۔

Marfat.com

تجوید القرآن میں ۲۳ جنوری ۱۹۵۲ء کو مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور کے شعبہ تجوید کا حضرت قاری کریم بخش صاحب شاہجہان پوری/امرتسری/لاہوری کی صدارت میں باقاعدہ افتتاح ہوا۔ اور آپ صدر مدرس مقرر کئے گئے۔ آپ نے ۷ مارچ ۱۹۶۲ء تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔

شعبان ۱۳۸۱ھ میں آپ نے دار القراء بی بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور کی بنیاد رکھی اور زندگی کی آخری گھڑیوں تک پڑھاتے رہے اور تلامذہ کی کثیر تعداد تیار کی جو آج ملک اور بیرونِ ملک تدریسی خدمات انجام دینے میں مصروف ہے۔

وصال آپ کا ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو وصال ہوا اور میانی شریف کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ قبر بالکل برلب سڑک ہے اور بالکل کچی ہے۔

اولاد میں آپ کے تین فرزند قاری محمد اشرف، حافظ خالد محمود حافظ اور قاری ہیں اور دو بچیاں ہیں۔

صوفیانہ مسلک آپ مرشدی مولانا عبد القادر رائے پوریؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور پھر انہی کے ہو رہے۔

ممتاز تلامذہ آپ کے تلامذہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

سبعہ کے فارغین ۱۔ مولوی ثناء اللہ مدرس حدیث عبد الحکیم۔ ملتان

۲۔ مولوی محمد یوسف مدرسہ تعلیم الاسلام میاں علی شیخوپورہ

۳۔ قاری فضل الٰہی۔ افریقہ

۴۔ قاری عبد الرب۔ ملتان

---

۵ . قاری فیوض الرحمان : شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ اور ان کے خلفاء (ص ۲۵۵)

Marfat.com

۵۔ قاری عبدالسبحان ۔ ڈیرہ اسماعیل خاں

۶۔ قاری عبدالکریم ۔ شجاع آباد، ملتان

۷۔ قاری محمد عمر ہزاروی ۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

۸۔ قاری محمد امیر صاحب ۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

۹۔ قاری غلام رسول ۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

۱۰۔ قاری محمد امیر ۔ سرگودھا

۱۱۔ قاری شبیر احمد ۔ ماڈل ٹاؤن لاہور ؎

۱۲۔ قاری محمد فیاض ہزاروی ۔ قاری سبعہ خطیب جامع نمک منڈی پشاور

۱۳۔ قاری فضل ربی ۔ مانسہرہ

۱۴۔ قاری تقی الاسلام ۔ ریاض

۱۵۔ مولوی قاری محمد اکبر شاہ کشمیری ۔ حال مدرس الحرم مکی، سعودی عرب

۱۶۔ قاری شجاع الملک کشمیری ۔ مدرسہ تعلیم القرآن باغ ضلع پونچھ

۱۷۔ مولوی قاری غلام یٰسین مدرسہ تجوید القرآن خانوخیل ڈیرہ اسماعیل خان

۱۸۔ قاری محمد شریف ۔ لاہور

۱۹۔ قاری حاجی محمد ۔ مظفر گڑھی

روایت حفص کے چند فارغین

۱۔ قاری محمد مشتاق ۔ اعظم کلاتھ مارکیٹ لاہور

؎ اسے آگے کے نام تقریباً قاری محمد سلیمان حال خطیب مکی مسجد ایچ ایم سی ٹیکسلا کے مضمون سے ماخوذ ہیں

Marfat.com

۲۔ قاری حافظ افضال الحق بن حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ فضل ہارڈویئر بیڈن روڈ۔ لاہور

۳۔ قاری محمد امیر نابینا معہد القرآن ۔ مانسہرہ

۴۔ قاری نور الحق، مدرسہ ٹیلی فون فیکٹری۔ ہری پور

۵۔ قاری عبد الرشید (نو مسلم) لاہور

۶۔ قاری عبد الرشید سابق مدرس مسلم مسجد۔ لاہور

۷۔ قاری سراج احمد، مدرسہ صولیتہ ۔ مکۃ مکرمہ

۸۔ قاری اقبال جاوید، مدرسہ صولیتہ۔ مکۃ مکرمہ

۹۔ قاری محمد راشد لاہوری۔ حال ابہا۔ سعودی عرب

۱۰۔ قاری شمس الدین ۔ ریاض

۱۱۔ قاری مولوی غلام شافی ۔ ریاض

۱۲۔ حافظ قاری محمد رفیع صاحب مہتمم مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور

۱۳۔ قاری محمد سلیمان۔ حال مکی مسجد ایچ ایم سی ۔ ٹیکسلا

۱۴۔ قاری محمد اقبال۔ ہری پور ہزارہ

۱۵۔ قاری عبد الحمید سائیں ۔ مانسہرہ ہزارہ

۱۶۔ قاری محمد سرور ساکن تاجک ۔ حال انگلینڈ

۱۷۔ قاری فضل باری ۔ سوات

۱۸۔ قاری محمد شریف ۔ سرگودھا

۱۹۔ قاری محمد یعقوب جامعہ اسلامیہ۔ صدر بازار پنڈی

Marfat.com

۲۰۔ قاری محمد الیاس ۔ سیالکوٹ

۲۱۔ قاری محمد یوسف ۔ اچھرہ لاہور

۲۲۔ قاری محمد سعید استاد تجوید القرآن موتی بازار لاہور

۲۳۔ قاری غلام محمد کیمبلپوری

۲۴۔ قاری مسافر جان استاد مدرسہ تجوید القرآن ۔ لاہور

۲۵۔ قاری حضرت گل، مدیر ترجمانِ حق ۔ بنّوں

۲۶۔ قاری محمد صدیق ۔ فیصل آباد

۲۷۔ قاری عبد القوی ۔ مدینہ منورہ

۲۸۔ قاری عبد المجید ایبٹ آبادی ۔ حال بیشہ سعودی عرب

۲۹۔ قاری قاضی محمد بشیر ۔ بریدہ ۔ سعودی عرب

۳۰۔ قاری محمد سلیم ۔ کراچی، بریدہ ۔ سعودی عرب

۳۱۔ قاری اشفاق الٰہی سابق مدرس تجوید القرآن ۔ لاہور

۳۲۔ قاری حاجی محمد نذیر استاد مکی مسجد انار کلی ۔ لاہور

۳۳۔ قاری عبید اللہ سواتی

۳۴۔ قاری محمد حیات ڈیروی

۳۵۔ قاری مولوی محمد یونس مانسہروی

۳۶۔ قاری عبد الرحمٰن ۔ حافظ شو کمپنی، چھتہ بازار لاہور

۳۷۔ قاری محمد اقبال ایبٹ آبادی

۳۸۔ قاری محمد زبیر ایبٹ آبادی

Marfat.com

چند وہ جنہوں نے آپ سے پڑھا مگر تکمیل آپ سے نہیں کی

۱۔ قاری حافظ خلیل الرحمن مظفر آبادی۔ حال مدینہ منورہ

۲۔ قاری حافظ حبیب الرحمن ٹیچر ماڈل ہائی سکول ماڈل ٹاؤن لاہور

۳۔ قاری فیوض الرحمن ایم اے (عربی علوم اسلامیہ اردو، فارسی) صدر شعبۂ اسلامیات گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد

۴۔ احسان الحق صاحب سیشن جج لاہور

تصنیفی خدمات

۱۔ تجوید الصبیان المعروف بہ زینۃ القرآن کتابی سائز ۱۱۲ صفحات، اس کے کئی ایڈیشن چھپ کر مقبول ہوئے۔

۲۔ معلم التجوید ۱۸×۲۲/۸ سائز کے ۲۴۸ صفحات

۳۔ التقدمۃ الشریفیۃ فی شرح المقدمۃ الجزریۃ ۱۸×۲۲/۸ سائز کے ۳۲۰ صفحات۔

۴۔ ایضاح البیان حاشیہ جمال القرآن بڑا سائز ۹۲ صفحات

۵۔ سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد

۶۔ فوائد مکیہ مع حاشیہ توضیحات مرضیہ

۷۔ المقدمۃ الجزریہ (ترجمہ) صفحات ۸۸

۸۔ مکمل قرآنی قاعدہ ۴۲ صفحات کتابی

۹۔ اشرفی قرآنی قاعدہ کمسن بچوں کے لیے

۱۰۔ ھجاء القرآن مع طریقہ تعلیم الصبیان

۱۱۔ الکلام المفید فی اجراء التجوید

Marfat.com

حضرت مولانا حکیم عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رح

"شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے خلیفہ مولانا حکیم عبدالحکیم صاحب سابق مدرس جامعہ مدنیہ مورخہ ۳-۱۱-۷۰ بروز ہفتہ انتقال کر گئے آپ کی وفات سے مشائخ وعلما اور قرار واطبا- ایک بہت بڑے شیخ، جید عالم، بہترین مجود، قاری اور طبیب سے محروم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہ

حکیم صاحبؒ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے حضرت شیخ الاسلام سے بیعت ہونے کا حکم ان کے ارشاد کے مطابق انہیں خواب میں حق تعالیٰ سے ہوا تھا۔ متعدد علما، آپ سے بیعت ہوئے جن میں حضرۃ مولانا قاری اظہار احمد تھانوی صاحب اور مولانا قاری محمد رفیع صاحب شامل ہیں روحانی منازل نہایت محنت ومشقت کے ساتھ طے کیں جن کا کچھ اندازہ آپ کی ایک غیر مطبوعہ کتاب 'حالات سلوک' سے کیا جا سکتا ہے آپ واقعی شیخ کامل تھے۔

مقام ولادت وتعلیم: آپ کی پیدائش محلہ بیٹی سادات، موضع گھنگیرو ضلع مظفر نگر میں ہوئی۔ والد ماجد کا اسم گرامی میاں عبدالعزیز تھا ابتدائی کتابیں اپنے

Marfat.com

ضلع کے متفرق مدارس میں پڑھیں اور پانچ سال دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی دورۂ حدیث حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کے زمانہ صدارت میں پڑھا بخاری و ترمذی حضرت شاہ صاحبؒ سے، ابوداؤد حضرت میاں سید اصغر حسین صاحب دیوبندی سے، مسلم شریف حضرت علامہ عثمانیؒ سے، حمداللہ، صدرا، توضیح تلویح، بیضاوی رسالہ میر زاہد اور رشیدیہ حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ سے پڑھیں۔

حضرت حکیم صاحب جید عالم تھے علوم و فنون بڑی کاوش سے حاصل کیے آپ نے معاش کے لیے شعبہ طب کو اختیار فرما رکھا تھا۔ طبی مشغلہ اختیار کرنے کے باوجود دینی کتابیں مضبوط اور محفوظ تھیں بعض اوقات ایسے علمی نکات بیان فرماتے کہ ایک طبیب کی زبان سے سن کر حیرت ہوتی تھی۔

فن طب: آپ اعلیٰ درجے کے طبیب تھے نفیسی، شرح اسباب اور سدیدی آپ نے حضرت شیخ الہند کے برادر بزرگ مولانا حکیم محمد حسن صاحب سے پڑھی تھیں۔ فراغت کے بعد حکیم صاحب دہلی تشریف لے گئے اور حکیم جمیل الدین صاحب مرحوم سے حمیات، قانون وغیرہ دوبارہ پڑھیں۔ حکیم جمیل الدین صاحب، حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحبؒ کے بھی استاد تھے آپ نے حکیم اجمل خاں صاحب کے گھر رہ کر حکیم اجمل خاں صاحب کے بڑے بھائی حکیم ظفر خان مرحوم سے تجربہ سیکھا چار سال دہلی میں قیام کرکے آپ لاہور آئے اور تقریباً چالیس سال مطب کیا۔

فرماتے تھے "حضرت مولانا محمد رسول خاں صاحب نے ایک مرتبہ مجھ سے پوچھا کہ فن طب کی جامع اور مختصر کتاب کون سی ہے میں نے موجز القانون کے متعلق عرض کیا کہ نہایت جامع بھی ہے اور مختصر بھی۔ آپ نے موجز کا بہت عمدہ نسخہ

Marfat.com

خرید لیا۔ اور فرمایا۔ میں آپ سے طب پڑھنا چاہتا ہوں۔ شاگرد ہونے کی وجہ سے میں متامل تھا حضرت نے اشکال دور کر دیے میں نے حکم کی تعمیل کی۔ اور ایک سال کے عرصے میں انہیں موجز القانون پڑھا دی"

حضرت مولانا محمد رسول خان رح، حضرت حکیم صاحب کا بہت اکرام فرماتے تھے۔ جب حکیم صاحب جامعہ اشرفیہ جاتے تو حضرت اٹھ کر معانقہ فرماتے اور واپسی پہ رخصت کرنے کے لیے اصرار کے ساتھ چند قدم باہر تشریف لاتے تھے اس لحاظ سے اطباء میں آپ کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے بلاشک وشبہ آپ فاضل، ماہر حاذق اور نہایت تجربہ کار طبیب تھے۔ تشخیص میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اور تدریس میں بھی جامعہ مدینہ لاہور میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب مدظلہم کے زیر اہتمام علوم و فنون خصوصاً فن طب کئی برس تک پڑھاتے رہے۔ آخر کمزوری کی وجہ سے سلسلہ تدریس منقطع ہوا۔ حکیم صاحب حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے بہت عقیدت اور محبت رکھتے تھے اور کیوں نہ ہو کہ دونوں ایک ہی شیخ کی روحانی اولاد اور خلیفہ تھے۔

حکیم صاحب رح نے روایت حفص اور قراءات سبعہ استاد القراء حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب رح سے پڑھی تھیں آپ عمدہ مجود اور قاری تھے۔ روایت حفص اور سبعہ میں طلبہ کا امتحان بھی لیتے رہے۔ آپ کی چند کتابیں راقم کے پاس ہیں جن میں شاطبیہ بھی ہے۔ اس کتاب کے بین السطورین اور حواشی آپ کے علم و فن کی شہادت دے رہے ہیں فرمایا کرتے تھے ہماری جماعت میں قاری اظہار احمد تھانوی اور قاری سید حسن شاہ جیسے اہم قراء شامل تھے۔

علالت: حکیم صاحب کی عمر تقریباً اسی برس تھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ بدن میں

Marfat.com

ضعف آگیا تھا اور نظر کمزور ہو گئی تھی۔ فیض باغ لاہور میں آپ کا مطب تھا طبیعت کچھ ناساز تھی تو آپ کے صاحبزادگان آپ کو چونگی ملتان روڈ لے آئے۔

بیماری کا حال سن کر قاری محمد عبد الغنی صاحب اور راقم عیادت کے لیے ملتان روڈ حاضر ہوئے اپنے نام بتائے تو بہت خوش ہوئے ہماری حاضری اس مرتبہ دیر کے بعد ہوئی تھی، اس لیے آپ شکوہ فرمانے لگے تو ہم نے عرض کیا حضرت اطلاع نہ ہو سکی۔

حضرت فرمایا کرتے تھے "مجھے لوٹ لو" راقم کو بھی، حضرت کی خدمت کا شرف وقتاً فوقتاً خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوتا رہا۔ حضرت نہایت شفیق اور فیاض تھے بہت کچھ عنایت فرمانا چاہتے تھے لیکن اپنی محرومی ساتھ ہی رہی۔

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

بایں ہمہ خدمت میں حاضری سے حق تعالیٰ نے فن طب میں مجھے حضرت سے وہ نفع پہنچایا جو اپنی محنت سے بیس دس سال میں حاصل نہ کر سکتا تھا۔ اس فن میں خوب رہنمائی فرمائی۔ اور پھر ایسے نہایت مجرب دماغی اور صدری نسخے عنایت فرما دیے جن سے بہت سے اطبا محروم ہیں فرمایا کرتے میری باتیں توجہ سے سنو۔ عبد الحکیم کے اندر سے حکیم جمیل الدین بول رہے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر دے"۔ ؎

؎ یہ مضمون برادر مکرم مولانا قاری حکیم محمد عارف صاحب نے حکیم عبد الحکیم کے وصال پر لکھا تھا اور انوار مدینہ میں شائع ہوا تھا۔

Marfat.com

"حضرت اقدس مولانا السید حسین احمد مدنیؒ قدس سرہ کے خلیفہ حضرت مولانا حکیم عبدالحکیم صاحب ۱۱ر شوال ۱۳۹۳ھ ۱۷ر نومبر ۱۹۷۳ء بروز شنبہ پانچ بجے صبح کو اس دارفانی سے دار بقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔ حضرت حکیم صاحب عالم باعمل اور قراءات سبعہ کے قاری تھے۔ معرفت الہیہ کے ساتھ ذوق تحصیل علوم اس درجہ غالب تھا کہ اس پیرانہ سالی میں حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تجوید و قراءات سیکھنے کے لیے باقاعدہ ان کے پاس داخلہ لیا اور دو سال فیض باغ سے پرانی انارکلی روزانہ پیدل آجاتے رہے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ ان دو سال میں میرے صرف دو ناغے ہوئے ہیں۔ فرمایا ایک دن تو ایسا ہوا کہ میں گھر سے چلا اسٹیشن تک پہنچا تھا کہ سخت بارش شروع ہو گئی اور اتنی دیر رہی کہ سبق کا وقت نکل گیا اور دوسری دفعہ غالباً علالت کی وجہ سے ناغہ ہوا۔

اس کے بعد ہفتہ میں ایک دن اپنے استاد قاری عبدالمالکؒ سے ملنے جایا کرتے تھے وہاں پہنچنے کا جو وقت تھا ٹھیک اس وقت پر پہنچتے تھے یہ واقعہ کوئی دور کی بات نہیں ہے اور بلاشبہ یہ شوق حصول علم اور پابندی اور اُستاد سے تعلق ہم سب کے لیے خصوصاً طلبہ کے لیے قابل تقلید مثال ہے۔

حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت درجہ شاکر و صابر تھے۔ ہمیشہ گزر اوقات عسرت سے کرتے لیکن کبھی اپنے مقام وقار سے نیچے نہیں اترے۔ ایک عیالدار شخص کے لیے یہ نہایت ہی مشکل کام ہے خصوصاً جبکہ کنبہ بھی بڑا ہو۔ اچھے اچھے ان حالات میں پھنس جاتے ہیں بلکہ ان میں ایک عجیب بات یہ تھی کہ شدائد مشکلات کے وقت انہیں صبر و شکر میں خاص لذت آتی تھی۔

Marfat.com

ان کے مزاج میں محبت تھی الفت تھا مہمان نوازی تھی ۔ یہ تمام اوصاف ایک سبق سیکھنے والے کے لیے درس ہیں ۔

آپ نے فلسفہ حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور منطق حضرت مولانا رسول خان صاحب سے پڑھی تھی اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اساتذہ دارالعلوم دیوبند میں ان فنون میں ان دونوں حضرات کا کیا مقام تھا لیکن حضرت حکیم صاحب کو ایک خصوصی فضیلت یہ بھی حاصل تھی کہ حضرت مولانا رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے علم طب باقاعدہ سبقاً حاصل کیا ۔ جس زمانہ میں حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ میں فرائض تدریس انجام دیتے تھے ۔ اس زمانہ میں حضرت رسول خان صاحب نے مجھے فرمایا کہ حکیم صاحب نے مجھ سے تمام اسباق سمجھ کر پڑھے ہیں اور بہت اچھے عالم ہیں حکیم صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میری نظر خراب ہو گئی کہ بغیر چشمہ کے پڑھنا مشکل ہوتا تھا تو ایک نسخہ جو خود ہی ترتیب دیا تھا صرف چار چار رتی صبح و شام استعمال کرنے سے نظر بحال ہو گئی اس کے اجزاء یہ ہیں ۔

پوست ہلیلہ زرد ، پوست ہلیلہ کابلی ۔ پوست بلیلہ ۔ ہلیلہ سیاہ ۔ آملہ خشک ۔ زنجبیل اجوائن دیسی ۔ زیرہ سفید ۔ فلفل سیاہ ۔ فلفل دراز ایک ایک تولہ ۔ شاہترہ ۔ چرائتہ تین تین تولے ۔ کشنیز خشک اسطخودوس پانچ پانچ تولے ۔

حکیم صاحب موصوف نے ان سے جو کچھ اور اجزاء بڑھ کر نخودی حبوب بھی تجویز فرما رکھی تھی ۔

آخر میں پھر مسک الختام کے طور پر حضرت مولانا رسول خان صاحب کے کلمات جو انہوں نے مجھے ایک گرامی نامہ کے آخر میں تحریر فرماتے تھے نقل کرتا ہوں ۔ دیکھیے کن

Marfat.com

القاب سے وہ ان کا ذکر فرماتے ہیں۔

مولانا قاری وحاوی علوم عقلیہ ونقلیہ وجامع طب ابن سینا وماہر حکمت جالینا دمخدومنا مولوی عبدالحکیم صاحب بارک اللہ فی عمرہم وعلومہم کی خدمت میں السلام علیکم فرمادیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی اولاد کو ان کا خلف صالح بنا دے اور ان کی تربیت وکفالت فرماتے اور حضرت حکیم موصوف کو اپنے یہاں جنت الفردوس عطا فرمادے۔ آمین"۔ [1]

قاری حافظ محمد نعمان بلیاوی

وطن بلیا۔ والد کا نام علامہ محمد ابراہیم بلیاوی، غلام ربانی تاریخی نام ہے۔ ولادت ۱۳۳۲ھ میں ہوئی۔ شیخ القراء حفظ الرحمٰن وقاری عبدالمالک سے بروایت حفص تجوید سیکھی ڈابھیل میں بھی تجوید کا درس دیا ہے۔ گذشتہ چار سال سے دیوبند میں شیخ التجوید ہیں۔ (ج ۲ ص

---

[1] مولانا سید حامد میاں صاحب کا یہ تعزیتی نوٹ ماہنامہ انوار مدینہ میں شائع ہوا۔

Marfat.com

قاری محمد عبدالماجد ذاکر

پیدائش جون ۱۹۳۶ء مقام پیدائش لکھنؤ

ابتدائی تعلیم :

مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ یوپی میں قرآن پاک حفظ کیا۔ ۲۵ پارے حضرۃ والد صاحب سے اور ۵ پارے حافظ عبدالشکور صاحب مرحوم سے۔ بڑے بھائی حافظ قاری محمد طاہر صاحب شریکِ درس تھے۔ حافظ عبدالشکور صاحب مرحوم سے خوشخطی بھی سیکھی اور ابتدائی دینیات بھی انہی سے سیکھی۔

۱۹۴۸ء میں حفظ قرآن پاک سے فراغت حاصل کی اور مدرسہ عالیہ کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد میں حفظ قرآن کی سند اور دستار حاصل کی۔

۴۹ء اور ۵۰ء میں مولوی عبدالغفور صاحب مرحوم سے فارسی کی کتب اور گلستاں بوستاں اور عربی کی ابتدائی کتب آمدنامہ نحو میر صرف میر وغیرہ پڑھیں۔

۵۰ء کے آخر میں پاکستان کی طرف ہجرت کی اور ٹنڈوالہیار میں قیام کیا۔ دار العلوم اسلامیہ ٹنڈوالہیار میں ابتدائی درجات میں داخل ہو کر عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ دو سال تک ٹنڈوالہیار میں قیام رہا پھر دار العلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں قاری اظہار احمد تھانوی اور حکیم عبدالحکیم صاحب مرحوم سے استفادہ کیا۔ مزید تعلیم جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد میں لیتے رہے دار العلوم اسلامیہ میں حضرت قاری عبدالمالک مرحوم سے ۵۲ء میں روایت حفص میں اور ۵۴ء میں قرأت سبعہ میں سند فراغ حاصل کی۔ مدینہ مسجد پرانی انارکلی میں منعقد جلسہ تقسیم اسناد میں حضرت والد صاحب اور حضرت قاری محمد طیب صاحب کے ہاتھوں ان کی دستار بندی ہوئی۔

۵۴ء ۵۵ء میں مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل لاہور میں حضرت قاری فضل کریم صاحب

Marfat.com

مرحوم کی خواہش و اصرار پر تجوید کی تعلیم دیتے رہے۔ مختلف لہجوں میں مشق و حدر کی خدمات انجام دیتے رہے اسی دوران حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مرحوم سے شرح جامی پڑھی۔ مولانا محمد تقی عثمانی شریک درس تھے۔

۵۶ء میں ملتان مدرسہ عربیہ قاسم العلوم کچہری روڈ میں متوسطات کی تعلیم کے لیے داخلہ لیا ایک سال وہاں رہا ہے حضرت مولانا عبد المجید صاحب لائلپوری سے مقامات حریری وغیرہ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مختصر المعانی وغیرہ پڑھیں۔

۵۷ء میں کراچی مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن میں داخلہ لیا۔ جلالین شریفین، ہدایہ اور دیگر کتب یہاں پڑھتے رہے۔ ۵۷ء ۵۸ء میں موقوف علیہ دورہ کی کتب پڑھیں۔ حضرۃ مولانا محمد حامد صاحب برادر اکبر مولانا بدر عالم صاحب حضرۃ مولانا محمد ادریس صاحب اور حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکوی آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔

تدریسی خدمات۔

مدرسہ مرکزی دار الترتیل لٹن روڈ میں بحیثیت صدر مدرس۔ دو سال تک خدمات انجام دیں ۱۹۶۳ء میں حجاز مقدس آ گئے یہاں مکہ مکرمہ میں ایک سال پھر بریدہ القصیم میں دو سال تک رہے اس کے ۱۹۶۶ء میں ریاض آ گئے۔ ۱۹۶۶ء سے لیکر اب تک ریاض کے مدارس تحفیظ القرآن میں بحیثیت کبیر المدرسین خدمات انجام دے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں سال گذشتہ سے جلالۃ الملک خالد المعظم کی جامع مسجد میں امام و خطیب کی ذمہ داریاں ان کے کندھوں پر ڈال دی گئیں۔

Marfat.com

قاری حافظ مہدی حسن بخاری قاری عشرہ

"مولد بخارا۔ والد کا نام ایشاں داملہ سید مدین ولادت ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔ مدرسہ دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۶۲ھ میں عالم کی سند حاصل کی۔ پھر مدرسہ تجوید القرآن میں ایک سال رہ کر حفظ کی تکمیل کی۔ پھر مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں قاری عبدالمالک سے۔ اولاً ایک روایت سے تجوید سیکھی۔ پھر تین سال میں سبعہ عشرہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۶۶ھ میں سندیلہ گئے۔ وہاں سے مونگھیر اور پھر کلکتہ گئے۔ جہاں تین چار سال تک قیام کیا۔ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ سے پھر مونگھیر آکر مدرسہ تجوید القرآن میں شیخ التجوید مقرر ہوئے۔ تجوید و حفظ کا کام آپ کے سپرد ہے۔ اسی میں سرگرم رہتے ہیں۔ بڑے خلوص و محبت سے پڑھاتے ہیں۔ قاری صاحب میں للہیت بہت ہے۔ زہد و تقویٰ کے حامل ہیں۔ رمضان شریف میں تراویح و تہجد میں قرآن شریف سناتے ہیں۔ پڑھتے وقت تجوید و ترتیل کا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔ بڑے دیندار ہیں۔ آپ کو دیکھ کر بزرگانِ سلف کی یاد تازہ ہوتی ہے۔"

(تذکرہ ص ۴۶)

Marfat.com

مولوی قاری ریاست علی لکھنوی

والد کا نام حکیم نعمت علی، وطن لکھنؤ، ولادت سنہ ۱۳۳۶ھ۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں تعلیم پائی۔ قاری محمد نذر صاحب نابینا سے سند لی۔ پھر قاری محمد سلیمان بھوپالی و قاری بختیار خان بھوپالی کو سنایا۔ پھر قاری ضیاء الدین صاحب الہ آبادی کو سنایا۔ قاری عبدالرحمٰن مکی کو بھی سنایا۔ پھر قاری عبدالمالک سے پڑھا۔ رنگون میں مدینے کے قاری سے بھی سیکھا۔ کلکتے کی سورتی مسجد میں ۱۵ سال، رنگون میں ۴ سال، نرساپوری مسجد میں ایک سال، ماماسجد میں تین سال، دہلی کی صدر مسجد میں ایک سال اور مچھلی بازار کانپور کی مسجد میں پانچ سال امامت کی۔ بمبئی آئے ہوئے دس سال ہوئے ہیں۔ اب مسجد نواب ایاز میں امامت شروع کی ہے۔

آواز میں پختگی ہے۔ جہیر الصوت، خوش الحان، حفظ بہت عمدہ ہے۔ کسی قاری کی بھی نقل بہت اچھی کرتے ہیں۔ بزرگوں کے صحبت یافتہ ہیں۔

جس وقت قاری ریاست علی صاحب کلکتے میں تھے اس وقت سنہ ۱۳۴۷ھ میں قاری عبدالمالک رنگون جانے کے لیے ان کے پاس مقیم رہے اور ان سے کہا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ جھنڈے خان پنجابی جو بڑے ہارمونیم ماسٹر ہیں اور جو حیدرآباد دکن میں بھی رہ چکے ہیں۔ وہ آج کل یہاں ہیں، ان کا پتہ لگایا جائے۔ میں ان سے ملوں گا۔ قاری ریاست علی صاحب

Marfat.com

نے ان کا پتہ چلا یا۔ اور جا کر ان سے کہا کہ قاری عبدالمالک صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں، آپ کوئی وقت دیں۔ قاری صاحب کا نام سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ کل دس بجے دن آپ انہیں میرے پاس لے آئیں۔ دوپہر کا کھانا میرے ساتھ تناول فرمائیں غرض دوسرے روز قاری عبدالمالک صاحب اور قاری ریاست علی صاحب ان کے مکان پر پہنچے۔ تھوڑی دیر میں ایک پارسی نے آ کر ہارن بجایا تو خان صاحب نے کہا کہ ایک پارسی مجھ سے ہارمونیم سیکھنے آتا ہے اگر آپ کی اجازت ہو تو اسے بلا لیا جائے۔ غرض وہ پارسی آیا۔ خان صاحب کی فرمائش پر اس نے ہارمونیم سنایا جس سے حاضرین محظوظ ہوئے۔ قاری عبدالمالک صاحب نے کہا کہ میں قرأت سناتا ہوں اور آپ دیکھیں کہ آپ کے سُر اور راگ سے علیحدہ تو نہیں ہوتا۔ چنانچہ قاری عبدالمالک صاحب ایک رکوع سنا رہے تھے اور وہ پارسی راگ کے فن سے اسے جانچ رہا تھا اور میں تجوید کے اصول سے۔ رکوع سنانے کے بعد اس پارسی نے کہا کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ مگر میں جس راگ میں کہوں اس میں سنائیے۔ چنانچہ اس کی فرمائش پر قاری صاحبؒ نے ایک دوسرا رکوع پڑھا۔ اس پر اس پارسی نے بڑی داد دی کہ یہ بات بہت مشکل تھی۔ اس کے بعد جھنڈے خان کے کمالات دیکھنے کا بھی موقع ملا۔

قاری ریاست علی صاحب کا بیان ہے کہ مجھے پہلی مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ قاری عبدالمالک صاحب کو راگ میں اتنی دستگاہ ہے۔

اپنے استاد قاری عبدالمالکؒ کی تعریف میں یہ بھی کہا تھا کہ ان کو قرآن مجید سے غیر معمولی شغف تھا۔ خوب تلاوت کرتے تھے اور مجھے بھی تاکید کی تھی کہ خوب پڑھا کرو۔ "جتنا زیادہ پڑھو گے اتنا ہی وہ تم پہ کھلے گا"۔ چنانچہ تاکید کرتے تھے کہ رات میں ایک قرآن مجید ختم کر لیا کرو۔ اکثر اوقات رات میں مجھے قرآن پاک پڑھنے کا موقع ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ استراحت کر رہے ہیں۔ مگر جہاں غلطی ہوئی اور اونہہ کہا — یہ عجیب خوبی تھی"۔ (ص ۹۰، ۹۹)

Marfat.com

مولانا قاری خدا بخش

آپ بھیرہ تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔

قراءات سبعہ عشرہ کی تکمیل قاری محب الدین احمد صاحب سے کی۔

تدریس فراغت کے بعد مسجد نور امرتسر میں درجہ حفظ میں تدریس کی۔ پھر قیام پاکستان کے بعد جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور میں ایک عرصہ تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد چند اور مدارس میں بھی تدریس کی۔ لاہور میں قاری عبد المالک صاحب سے بھی استفادہ کیا۔ دار العلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور کی سالانہ کارگزاری کے صـ۱۱ پر دار العلوم اسلامیہ کے فضلاء و مستفیدین میں ۱ پر آپ کا ذکر ہے۔ ۲۱ رمضان ۱۳۸۸ھ میں وفات پائی۔ ماڈل ٹاؤن جی بلاک کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

اولاد دو بچیاں اور دو بچے آپ کی یادگار ہیں۔ حافظ اللہ بخش اور اسد ہیں۔

تلامذہ آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور خدمتِ تدریس میں مشغول ہیں۔

وصال: ۲۱ رمضان ۱۹۶۹ء کو آپ کا وصال ہوا اور ماڈل ٹاؤن کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔

ا؎ سوانحی تذکرہ کا مواد قاری صاحب کے شاگرد قاری محمد صدیق صاحب مدرس جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور سے حاصل کیا گیا۔

Marfat.com

شیخ القرا حافظ حفظ الرحمن پرتاب گڑھی

"وطن پرتاب گڑھ، والد کا نام مولانا عبدالشکور، ولادت روز چہارشنبہ ۱۳۱۷ھ میں ہوئی۔ دارالعلوم دیوبند میں شیخ التجوید ہیں۔ ابتداءً آگرے میں مقری عبدالمالک سے پڑھتے رہے۔ ایک روایت میں خوب مہارت حاصل کرنے کے بعد آپ عبدالمالک کے ہمراہ الہ آباد گئے۔ اور شیخ القراء عبدالرحمن صاحب مکی سے سبعہ عشرہ کی تکمیل کی۔ تقریباً ۲۵ سال سے دارالعلوم دیوبند میں آپ کا فیض جاری ہے۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے رسالہ جمال القرآن پر حاشیہ بنام تسہیل الفرقان بہت سہل عبارت میں ارقام فرمایا ہے۔

آپ کے تلامذہ میں چند نام یہ ہیں:۔ (۱) قاری محمد میاں جو دہلی میں فتح پوری مسجد کے مدرسہ عالیہ کے شیخ التجوید ہیں۔ (۲) قاری محمد نعمان صاحب مقری دیوبند وغیرہ۔" (تذکرہ ۱مت ۳)

نیز لکھا ہے ابتدائی تعلیم اپنے چچا محمد یعقوب سے اور پھر اسکول میں حاصل کی۔ والدہ سے گلستان، بوستان پڑھی۔ بارہ سال کی عمر میں ۱۳۲۹ھ میں جامع العلوم کانپور میں داخل ہوئے جہاں تین سال تک تعلیم پائی۔ آگرے میں مولوی سعد اللہ صاحب کے پاس معقولات کا درس حاصل کیا۔ ایک سال کے بعد الہ آباد آکر مولانا عبدالرحمن مکی سے شاطبی، رائیہ، تیسیر، وجوہ المسفرہ وغیرہ جیسی مستند کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ چار سال تک الہ آباد میں تعلیم

Marfat.com

حاصل کرکے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے جہاں چار سال تک علوم کی تکمیل کی۔ قاری عبدالرحمٰن مکی کی اجازت سے عشرہ کا درس دیتے رہے۔ حافظہ بہت قوی پایا ہے۔ جو کچھ استاد نے بتایا ہے من و عن اس کو شاگردوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ ڈھاکہ میں تین سال تک قیام کیا۔ گذشتہ ۵ ۲ سال سے دارالعلوم دیوبند میں شیخ التجوید ہیں۔ اخلاق و ملنساری میں نظیر نہیں رکھتے۔ طبیعت میں عجز و انکساری بے حد ہے۔ خوش الحان قاری ہیں، اداتی پر عبور ہے، آواز پر قابو ہے، شاگردوں سے خلوص کا برتاؤ ہے۔ یوپی، بہار اور بنگال میں آپ کی بہت شہرت ہے، اکثر شہروں میں جایا کرتے ہیں، حضرت کے شاگردوں میں قابلِ ذکر یہ ہیں۔ (۱) قاری عشرہ فتح محمد نابینا (۲) قاری عبدالشکور پانی پتی (۳) قاری عشرہ محمد حسن ملاباری (۴) قاری سبعہ محمد میاں (۵) قاری سبعہ عبدالجلیل (۶) قاری عشرہ محمد عبداللہ دیوبندی (۷) قاری محمد طیب (۸) قاری عشرہ فیض الحسن حموی (۹) قاری عشرہ گل محمد قندھاری (۱۰) قاری سبعہ محمد عثمان سورتی "

سید محبوب رضوی لکھتے ہیں :-

" ۲۴ شوال ۱۳۸۳ھ کو دارالعلوم کے صدر القراء مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحب بھی ایک طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ مرحوم نے کم و بیش دارالعلوم میں چالیس سال فنِ قرأت کی خدمات انجام دیں اور ہزاروں شاگرد اور مجود تیار کیے، جو ہند و پاک میں پھیلے ہوئے ہیں اور مسندِ علم تجوید و قرأت کی رونق بنے ہوئے ہیں۔ " [۱]

---

[۱] سید محبوب رضوی: تاریخ دیوبند ؛ ج ۲ ص ۲۹۵

Marfat.com

مولانا قاری سرفراز احمد صدیقی تھانوی

آپ حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کے محبوب شاگردوں میں سے ہیں۔ بہت عرصہ ان کی خدمت میں رہنے کی سعادت ملی، اور اس اثناء میں حضرتؒ سے بہت کچھ حاصل کیا۔ انہیں اپنی سعادت پر ناز ہے۔ جو بجا ہے۔ آپ مولانا قاری اظہار احمد تھانوی صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا حافظ اعجاز احمد صاحب تھانوی بھی جید حافظ اور نہایت خوش الحان اور متقی انسان تھے۔ مسجد حوض والی میں امام و خطیب تھے۔ آپ کے دادا کا نام محمد ابراہیم اور پردادا کا عبداللہ ہے۔ آپ نے خانقاہ اشرفیہ میں بچپن گزارا، وہیں خلیفہ حافظ اعجاز احمد صاحب سے قرآن مجید حفظ کیا۔ ۱۱ سال کی عمر میں تھانہ بھون مسجد مولانا والی میں تراویح کے اندر قرآن مجید سنایا۔ آپ سے والد گرامی اور استاذ مکرم نے سماعت کی۔ عربی کی تعلیم وہیں مولانا عبدالجلیل کامل پوری (حال استاذ جامعہ اسلامیہ صدر راولپنڈی) سے حاصل کی۔ اس دوران حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحبؒ جب مع اہل وعیال حکیم الامۃ حضرت مولانا حافظ قاری اشرف علی تھانویؒ کی ملاقات کے لئے آتے تو آپ ان سے استفادہ کیا کرتے۔

۱۹۴۹ء میں براستہ جالندھر کیمپ پرانی انارکلی لاہور ہجرت کر کے پہنچے۔ اسلامیہ ہائی سکول موہنی روڈ لاہور سے میٹرک کیا اور اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور میں انٹر آرٹس کی دو سال تک تعلیم حاصل کی۔ ساتھ ہی ساتھ اپنے بڑے بھائی مولانا قاری اظہار احمد اور حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحبؒ سے تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں داخلہ لیا اور حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ سے قرأت کی تکمیل کر کے ۵۷-۱۹۵۶ء میں سند حاصل کی۔

پھر اس کے بعد کبھی مدارس اور کبھی مساجد میں تدریس کی خدمات انجام دیں۔ ۶۷-۱۹۶۶ء میں پبلک سکول پنڈی میں تدریس کی۔ ۱۹۶۸ء سے وزارت بحالیات کے دفتر اسلام آباد

Marfat.com

میں ملازم ہیں۔

آپ کی شادی حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی زوجہ کی بھتیجی ناصرہ بیگم دختر حافظ ناظر حسن صاحب سے لاہور میں ہوئی، (۱۹۶۴ء میں) ان سے آپ کی تین لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں۔ ان کے نام خالدہ کوثر، عظمیٰ اور فاضلہ، اور لڑکے محمد انجم اظہر، اور نور النورین احمد ہیں۔

آپ کے ایک بھائی حافظ افتخار احمد دوسری والدہ سے ہیں جو کراچی میں مقیم ہیں۔ آپ کی والدہ محمودہ بیگم سے آپ تین بھائی اور اتنی ہی بہنیں ہیں۔

قاری محمّد یونس کانپوری

" وطن کانپور، والد کا نام مولانا شاہ غلام حسین صاحب۔ محمد یوسف صاحب کے برادرِ خورد۔ ولادت ۱۳۲۲ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام فضل الرحمٰن ہے۔

ابتدائی تعلیم مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں ہوئی۔ تجوید کی تعلیم پہلے قاری محمد صدیق یمن سنگھ سے اور پھر قاری عبدالمالک سے حاصل ہوئی۔

جہیر الصوت ہیں۔ مدرسہ فرقانیہ مصری بازار میں مدرس ہیں۔ خانقاہ حسینیہ کے قریب ایک مسجد کی امامت کرتے ہیں۔" (ج ۱ ص ۶۰)

Marfat.com

مولانا قاری عبدالعزیز شوقی رح

آپ انبالہ میں پیدا ہوئے۔

حفظِ قرآن کے بعد آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں ہوئی۔ اس کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور وسطانی کتب کے ساتھ مولانا اسداللہ صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر کے فن شاعری میں بھی کمال حاصل کیا۔

اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رح سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ علمِ قرأت کی تحصیل وہیں مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحب سے کی۔ مولانا قاری عبدالوحید صاحب کے انتخاب پر دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

تدریس قیام پاکستان کے بعد یہاں آگئے اور ریڈیو پاکستان راولپنڈی سے منسلک ہوگئے پھر لاہور چلے گئے اور مسلم مسجد چوک انارکلی میں شیخ التجوید مقرر ہوئے۔ اسی اثناء میں سہ روزہ "دعوت" کے مدیر بھی رہے۔

تنظیم اہلسنت کی تشکیل میں آپ کا اہم حصہ ہے۔ حضرت قاری عبدالمالک رح سے بھی

لہ اس تذکرہ کی تیاری میں حبیب الرحمٰن صاحب کے اس مضمون سے امداد لی گئی ہے جو ماہنامہ "البلاغ" کراچی ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ کے ص۵۱ پر شائع ہوا۔

Marfat.com

استفادہ کرتے رہے۔ پھر دار العلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں بطور صدر مدرس ۱۵ سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کے تلامذہ کا حلقہ کافی وسیع ہے۔

اسی دوران گلے کے سرطان میں مبتلا رہ کر ۹ شعبان ۱۳۹۱ھ / ۳۰ ستمبر ۱۹۷۱ء بروز جمعرات صبح سوا گیارہ بجے اپنی رہائش گاہ "سانده کلاں" لاہور میں انتقال کر گئے۔

صوفیانہ مسلک: بیعت کا تعلق حضرت مولانا اشرف علیؒ تھانوی سے تھا۔

حافظ قاری محمّد ادریس نجاری

"والد کا نام محمد عیسیٰ۔ ولادت ۱۳۳۱ھ۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں قاری عبد المالک سے پہلے ایک روایت سے قرآن سنایا، پھر سبعہ کی تکمیل کی۔ فوائد مکیہ و الجزری بھی انہی سے پڑھی۔ قصیدہ شاطبی بھی انہیں سے پڑھا۔ ۱۳۶۰ھ تک فرقانیہ میں رہے، پھر سوات گئے۔ وہاں سے دس بارہ سال جامع مسجد میں امامت کی، پھر آلوے کی کچی مسجد میں دو سال امامت کی۔ مسجد لوپاڑہ باندرہ میں چھ سال سے امامت کرتے ہیں۔ خوش الحان، جید الاداء، خوش اخلاق واقع ہوئے ہیں۔ اوقات بہت عمدہ ہیں۔" (ج ۳ ص ۱۰۱)

Marfat.com

مولانا حافظ قاری منظور الحق صاحب کاملپوری

آپ مولانا حافظ علاؤالدین علوی صاحب کے فرزند اور حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ۱۳۵۱ھ کے لگ بھگ قصبہ "نور پور" ضلع کاملپور میں ولادت ہوئی۔ یہ قصبہ اٹک پل سے ۵/۱ ۲ میل کے فاصلہ پر جانب شرق واقع ہے۔ قرآن مجید والدہ صاحبہ سے پڑھا، حفظ کا آغاز بھی ان سے ہوا، تکمیل والد صاحب نے کرائی۔ ابتدائی فارسی اور عربی کی کتابیں بھی والد صاحب سے موضع "حاجی شاہ" کے عرصۂ قیام میں پڑھیں، فارسی نظم کی اکثر کتابیں والد صاحب سے پڑھیں، پھر جامع مسجد مشکال محلہ شاہ چن چراغ راولپنڈی میں اپنے بڑے بھائی مولانا ضیاء الحق صاحب خطیب جامع مشکال سے مُستم، ملا حسن اور شرح وقایہ تک کی کتابیں پڑھیں، پھر مکھڈ شریف کے مدرسہ میں اپنے دوسرے بھائی مولانا غلام محمد عزیز فاضل ڈھاکہ جیل اور مولانا ابرار شاہ ہزاروی دیوبندی سے بعض درسی کتابیں پڑھیں۔ پھر اپنے انہی بھائی صاحب سے حضرو میں اور مولانا ابرار شاہ صاحب سے کیا۔ بالا ہزارہ میں کئی اور کتابوں کا درس لیا، ۱۳۶۸ھ میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب سے توضیح تلویح، مولانا غلام محمد سے ہدایہ، اپنے بڑے بھائی مولانا ضیاء الحق صاحب سے نخبۃ الفکر، مشکوٰۃ المصابیح، میرزاہد امور عامہ، رسالہ قطبیہ، خیالی، صدرا شمس بازغہ، اور تفسیر بیضاوی کا درس لیا، رجب المرجب ۱۳۷۱ھ میں والد ماجد کے انتقال کے بعد موضع حاجی شاہ مسجد شیر خاں میں ۱۳۷۱ھ، ۱۳۷۲ھ میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیئے۔ اس کے ساتھ موضع "حیدر" کے مولانا عبد الحکیم صاحب سے ہدایہ آخرین اور بعض دوسری کتابیں پڑھیں۔ شوال ۱۳۷۳ھ میں پھر جامعہ اشرفیہ لاہور میں آکر داخلہ لیا اور ۱۳۷۴ھ میں دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

بخاری اور ترمذی نصف اول مولانا ادریس صاحب سے، ابوداؤد نصف اول مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ سے، نیز مؤطا امام مالک ومؤطا امام محمد بھی مفتی صاحب سے، ابوداؤد نصف

Marfat.com

آخر حضرت مولانا محمد رسول خان ہزاروی رحمہ سے، مسلم شریف کامل، ترمذی نصف آخر، نسائی، ابن ماجہ اپنے بڑے بھائی اور جامعہ اشرفیہ کے صدر مدرس مولانا ضیاء الحق صاحب سے پڑھیں۔

۱۳۶۶ھ میں جامع مسجد سعدی پارک لاہور میں امام وخطیب مقرر ہوئے، اور ساتھ ہی دارالعلوم الاسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں داخل ہوکر حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب صدیقیؒ سے تجوید وقرأت کی تحصیل کی۔ ۱۳۶۶ھ میں روایتِ حفص اور ۱۳۶۷ھ میں قراءاتِ سبعہ کی سندات حاصل کیں۔

جامع مسجد سعدی پارک میں دارالعلوم عثمانیہ کی بنیاد رکھی اور رات کو بعد از نماز عشاء درس قرآن کا آغاز کیا۔ ایک مرتبہ مکمل قرآن مجید کا درس دیا۔ دن کو مدرسہ میں تدریس جاری رکھی۔

دارالعلوم عثمانیہ کی مستقل عمارت کے لئے ۱۳۸۰ھ میں رسول پارک اچھرہ لاہور میں زمین خریدی گئی، ۱۳۸۲ھ میں وہاں جامع مسجد عثمانیہ کا سنگ رکھا گیا اور آج یہ دارالعلوم پاکستان کے اچھے دارالعلوموں میں سے ایک ہے آپ نے ۱۳۹۰ھ تک یہاں خدمات انجام دیں، اسی سال انگلینڈ جانا ہوا۔ اور پھر دوستوں کے اصرار پر وہاں امامت وخطابت کے ساتھ تدریس وتبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ کے تلامذہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں، بہت سے طلبہ نے آپ سے حفظ بھی کیا اور روایت حفص کی تکمیل کرکے سند بھی حاصل کی۔

آپ کو کئی بار حج وعمرہ کی سعادت بھی حاصل ہو چکی ہے۔ جامع مسجد سعدی پارک اور دارالعلوم عثمانیہ میں آپ کے بھائی مولانا ضیاء الحق صاحب اور غلام مصطفیٰ صاحب کام کر رہے ہیں

سوانحی تذکرہ کے مواد کے سلسلے میں راقم الحروف مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کا دل سے شکر گذار ہے۔

Marfat.com

حافظ قاری محمد رفیع لاہوری

آپ ۱۳۴۵ھ میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب کا نام حکیم محمد شفیع
دم ۱۹۶۱ء ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد طبیب ہو گزرے ہیں۔

حفظ حافظ جمال الدین سے قرآن مجید حفظ کیا۔ یہ بزرگ حضرت مولانا احمد علیؒ امیر انجمن
خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور کے ہم عصر اور عقیدت مند تھے۔

انجینئرنگ پنجاب یونیورسٹی سے مکینیکل انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی۔

تجارت پھر چند عزیزوں کے ساتھ مل کر تجارت کرتے رہے۔

روایت حفص روایت حفص کی تکمیل حضرت قاری محمد شریف صاحب استاذ مدرسہ
تجوید القرآن، کوچہ کندیگراں موتی بازار لاہور سے ۱۹۵۶ء میں کی۔ اور سند حاصل کی۔ امتحان
حضرت قاری کریم بخش صاحبؒ نے لیا تھا۔

قاری محمد شریف صاحب کے مشورہ سے حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ جو ان
دنوں دار العلوم اسلامیہ پرانی انارکلی میں پڑھاتے تھے ان کی اجازت سے ان کے اسباق
میں شرکت کرتے رہے۔

صوفیانہ مسلک آپ پروفیسر مولوی کریم بخش — پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کے ہاتھ
پر بیعت ہوئے اور ان سے اصلاح کا تعلق قائم رکھا۔ وہ بھی آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے
ان کے بعد مولانا قاری عبدالحکیم خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے
بیعت ہوئے اور آخر میں ان سے مجاز ہوئے۔

مہتمم آپ کوئی پچیس سال سے مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندیگراں، موتی بازار لاہور کے
مہتمم چلے آرہے ہیں۔

Marfat.com

مولانا قاری سعید الرحمٰن کاملپوری

آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الرحمٰن[۱] (خلیفہ مجاز حضرت تھانوی) کے فرزند ہیں۔ ۱۵ اپریل ۱۹۳۵ء کو سہارنپور میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم مظاہر العلوم سہارنپور میں حاصل کی۔ حافظ عبد الکریم صاحب سے حفظ کیا ابتدائی فارسی کی کتابیں مولانا عبد السبحان اور مولانا اکبر علی سے پڑھیں، پھر ہردوئی میں مولانا ابرار الحق (خلیفہ حضرت تھانوی) سے ابتدائی صرف و نحو کی کتابیں پڑھیں۔ ان سے فراغت کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور آنا ہوا۔ اسی دوران پاکستان دنیا کے نقشے پر ظاہر ہوا۔ اور آپ والد ماجد کے ہمراہ واپس وطن کاملپور آ گئے۔

۱۹۴۹ء میں والد صاحب کے ساتھ "خیر المدارس" ملتان گئے۔ اور ۱۹۵۱ء تک وہاں پڑھتے رہے۔ والد صاحب وہاں شیخ الحدیث تھے۔ ۱۹۵۲ء میں والد صاحب کے ساتھ دار العلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار چلے گئے۔ وہاں ۵۴-۱۹۵۳ء میں مولانا محمد یوسف بنوری، والد گرامی۔ مولانا مفتی اشفاق الرحمٰن کاندھلوی سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ روایت حفص کی تکمیل حضرت قاری عبد المالک صاحب سے کی۔

---

[۱] آپ مظاہر العلوم سہارنپور کے صدر مدرس تھے۔ آپ کی مفصل سوانح "تجلیات رحمانی" آپ کے فرزند مولانا سعید الرحمٰن کے قلم سے چھپ چکی ہے۔

Marfat.com

۱۹۵۵ء میں چند دن کے لیے دار العلوم دیوبند جانا ہوا اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے آخری دورۂ حدیث کا سماع کیا۔ ۱۹۵۶ء میں پنجاب یونیورسٹی سے "مولوی فاضل" کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۵۶ء میں پشاور یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

تدریس فراغت کے بعد دو سال گورنمنٹ مڈل سکول شیدو ضلع پشاور میں معلم دینیات رہے۔ جب کہ والد صاحب کا قیام جامع اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں تھا ساتھ ہی درسِ نظامی کی کتابیں دوسرے وقت میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۵۸ء میں جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ صدر میں جامع مسجد کی خطابت پر مامور ہوئے اور ساتھ ہی جامعہ اسلامیہ میں تدریس کرنے لگے۔ اس مسجد و ادارہ کی بنیاد حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مولانا ولی محمد صاحب اور مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری نے رکھی تھی۔ ۱۹۶۲ء میں مدرسہ میں کافی توسیع ہوئی۔ آپ اب تک وہیں پڑھا رہے ہیں اور اس کے مہتمم بھی ہیں۔

تصانیف اپنے والد کی مفصل سوانح "تجلیات رحمانی" $\frac{18 \times 22}{8}$ سائز کے ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲) الحاوی علیٰ مشکلات الطحاوی ۔ ۲۵۰ صفحات ۔ یہ طحاوی شریف پر شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب اور مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری کے افادات پر مشتمل ہے۔

(۳) تقریر ترمذی ۔ والدِ گرامی کی تقریرِ ترمذی زیرِ ترتیب ہے۔ اولاد میں عتیق الرحمٰن اور محمد انس ہیں، عتیق الرحمٰن قرآن مجید حفظ کر رہے ہیں۔

سیاسی مسلک جمعیتہ علماء اسلام مرکزی مجلسِ شوریٰ کے رکن ہیں۔ مجلسِ تحفظ ختمِ نبوت کے بھی ممبر رہ چکے ہیں۔

Marfat.com

مولانا قاری سیّد افتخار احمد بلوچستانی

۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام سید فضل الحق صاحب ہے۔ قرآن مجید کے ۲۳ پارے قاری عبدالوحید صاحب الہ آبادی سے حفظ کئے۔ باقی پارے قاری محمد مظفر صاحب سے لکھنؤ میں حفظ کر کے تکمیل کی۔ ترتیل کی مشق قاری محمد فاروق سے کرتے رہے۔ ۱۹۵۱ء میں پاکستان آئے۔ روایتِ حفص کی مشق قاری عبدالمالک صاحب سے کی اور کتابیں قاری محمد حسن (تعلقات) سے پڑھیں۔ اور انہی سے روایت حفص کی سند حاصل کی۔ عربی کی کتابیں جامعہ اسلامیہ منڈو الہ یار میں پڑھیں۔ بلوچستان بورڈ سے ۱۹۶۵ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔

تدریس تعمیرِ نو ہائی سکول اور دیگر کئی اداروں میں تدریس کی ہے۔ کوئٹہ ٹیچرز ٹریننگ سکول میں دو سال پڑھاتے رہے۔ آج کل جامع مسجد بلدیہ کے خطیب اور ادارہ تعلیماتِ قرآن کے مہتمم ہیں۔ مرکزی حکومت نے قاریوں کی جو کمیٹی مقرر کی ہے اس کے ممبر ہیں۔

آپ سے دو سو کے قریب طلبہ نے حفظ اور ۵۰۰ کے قریب نے روایت حفص اور تین ہزار کے قریب نے ناظرہ با تجوید پڑھا ہے۔

مفتاح التجوید آپ کی تصنیف ہے، ۱۰۰ کے قریب اس کے صفحات ہیں، مطبوعہ ہے۔

Marfat.com

قاری محمد اسلم لکھنوی

"وطن لکھنؤ۔ والد کا نام واجد علی۔ ولادت ۱۳۳۱ھ میں ہوئی۔ پہلے قاری نذر محمد صاحب سے ایک روایت سے تجوید سیکھی۔ پھر قاری عبد المالک کو بروایتِ حفص سنایا۔ پھر قاری عبد الرحمٰن مکی کو سنایا۔ مدرسہ فرقانیہ میں ۲۵ سال تک تجوید کا درس دیا"[1]

قاری حافظ عبد الخالق لکھنوی

"والد کا نام حاجی محمد علی۔ وطن لکھنؤ، ولادت ۱۳۵۶ھ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں قاری عبد المالک سے بروایتِ حفص تجوید سیکھی تکمیل ۱۳۷۰ھ میں کی۔ ۱۳۷۵ھ سے بمبئی میں مقیم ہیں۔ ادیب کامل کا امتحان علی گڑھ سے ۱۳۶۰ / ۱۳۶۵ھ میں پاس کیا لکھنؤ میں ۱۳۷۶ھ تک ریڈیو پر قرآن مجید سناتے رہے اور اس وقت مدرس بھی تھے۔ خوش الحان قاری ہیں۔ (رج ص۱۰۲)

---

[1] قاری بسم اللہ۔ تذکرہ قاریانِ ہند۔ ج ۱ ص۹۳

Marfat.com

مولانا الحاج قاری فضلِ ربی

آپ ۱۹۳۲ء کو جناب مولانا فرید الدین صاحب کے گھر "بنسیر"، تحصیل بٹگرام، ہزارہ میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی، پھر دارالعلوم حقانیہ مینگورہ سوات میں کافیہ تک کتابیں پڑھیں۔

اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۱ شوال ۱۳۷۱ھ کو جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لیا اور ۱۳۷۶ھ کو جناب مولانا محمد رسول خان صاحب ہزاروی اور مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ آپ کی سند کا نمبر ۳۷ ہے۔

روایتِ حفص کی تحصیل پہلے حضرت قاری عبدالمالک صاحب سے کی، پھر مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور میں کی۔ ۱۳۷۷ھ میں روایت حفص کا امتحان پاس کیا، اور بطور "معین مدرس" تدریس پر مامور ہوئے۔ اور ۱۳۸۱ھ میں قرأت سبعہ کی سند حاصل کی اور بطور مدرس شعبہ تجوید تدریس شروع کی۔ دو سال کے بعد جناب محمد یوسف صاحب سیٹھی کے ارشاد پر ۱۷ فروری ۱۹۶۳ء کو معہد القرآن الکریم مانسہرہ، ہزارہ میں بطور صدر مدرس تدریس کا آغاز کیا اور اب تک برابر پڑھا رہے ہیں۔

؎ آپ کا سوانحی تذکرہ پہلے "ترجمانِ اسلام" لاہور میں اور ہفت روزہ "ترجمان" پشاور ۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء کو شائع ہو چکا ہے۔

Marfat.com

بیعت کا تعلق شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ سے ہے۔

اولاد میں بڑے لڑکے حافظ احسان اللہ ہیں جنہوں نے ۹ ۱/۲ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا ہے۔

۱۹۷۴ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج کی سعادت عطا فرمائی۔

○

قاری محمد سابق لکھنوی

"مولد لکھنؤ۔ والد کا نام حافظ محمد صادق ابن حافظ محمد عبدالصمد۔ ولادت ۱۳۲۵ھ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں تعلیم پائی۔ ایک روایتی تجوید ۱۳۴۳ھ میں سیکھی۔ پھر حفظ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں ۱۳۵۲ھ میں قراءات سبعہ کی تکمیل کی اور قرآت عشرہ کی تکمیل ۱۳۶۲ھ میں کی۔

۱۳۴۳ھ میں قاری عبدالمالک کے ساتھ ٹونک گئے۔ سات سال تک مدرسہ فرقانیہ ٹونک میں کام کیا۔ اس کے بعد جے پور میں ایک سال تجوید کا درس دیا۔ ہدایت علی صاحب کے ایماء سے ۱۳۶۹ھ میں لکھنؤ آگئے۔ اب تک یہیں کارگزار ہیں۔

خوش الحان۔ ادائی پر قدرت حاصل ہے۔ عربی لحن سے خوب پڑھتے ہیں۔ آپ کی وجہ سے شاگردوں میں بھی اچھا ذوق پیدا ہو گیا ہے۔ ۱۳۸۶ھ میں انتقال ہوا۔" (ص ۱۴۱۳)

Marfat.com

مولانا قاری عبدالکریم ترکستانی

آپ سنکیانگ روسی ترکستان کے رہنے والے ہیں۔ ایمان بچانے کے لئے حجاز چلے گئے۔ اکثر کتابیں مکہ مکرمہ میں پڑھیں۔ مکہ مکرمہ میں روٹیاں بیچ بیچ کر تحصیلِ علم کی۔ مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا۔

دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند میں پڑھا اور فراغت حاصل کی۔

علمِ تفسیر کی تحصیل مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔

علمِ قرأت کی تحصیل حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب سے کی۔

مزنگ لاہور میں خطیب رہ چکے ہیں۔

کراچی میں خدام الدین کی برانچ میں کافی عرصہ تک تدریسی خدمات انجام دیں۔

اب کوئی دس سال سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں۔

عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہے۔

شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔[1]

---

[1] قاری فیوض الرحمن، شیخ التفسیر مولانا احمد علی اور ان کے خلفاء۔ لاہور: ۱۹۷۶ء : ص ۳۰۲

Marfat.com

مولانا قاری عطاء اللہ ڈیروی[1]

آپ ۱۹۳۵ء کے قریب مڑھا لکھانی تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے والد صاحب کا نام محمد عیسیٰ خان ہے۔

ابتدائی تعلیم: اپنے قصبہ کے حافظ غلام حیدر صاحب سے قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر مولانا شمس الحق (ساکن کرٹی شموزئی ڈیرہ اسماعیل خاں) فاضل دیوبند سے پڑھتے رہے، زاں بعد مولانا عبداللہ بہلوی ملتانی سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں۔

پھر مدرسہ مخزن العلوم والفیوض خان پور رحیم یار خاں میں دو سال کے عرصہ قیام میں تفسیر قرآن کی تکمیل کی۔ حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی صاحب نے خصوصی سندت سے نوازا۔

تجوید: قاری محمد صاحب ساکن مہڑ بندھ مہاجر مدینہ سے روایت حفص کی تکمیل کی۔ دوبارہ روایت حفص کی تکمیل قاری عبدالماجد محمد ذاکر صاحب سے کی۔ انہی سے قراءت سبعہ پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ عشرہ کی تکمیل بطریق دُرّہ مولانا قاری اظہار احمد تھانوی سے کی۔ ممتحن قاری محمد شریف صاحب تھے۔

تدریس: حضرت قاری عبدالمالک صاحب کے وصال کے بعد مسجد دھیان شاہ لٹن روڈ مزنگ لاہور میں تدریس پہ مامور ہوئے اور اب تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ روایت حفص میں فارغین کی تعداد تین سو اور سبعہ کے فارغین کی تعداد ۳۰ کے قریب ہے، سبعہ عشرہ کے فارغین میں جناب حکیم مولوی قاری محمد عارف ایم اے خطیب مسجد ہاسٹل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور خاص طور پہ قابل ذکر ہیں۔

---

[1] سوانحی تذکرہ براہ راست قاری عطاء اللہ صاحب سے لاہور جا کر لیا تھا۔

Marfat.com

قاری سید علی

آپ حبیب اللہ صاحب کے فرزند ہیں۔

۱۹۳۰ء کے قریب "بانڈی پورہ" بارہ مولا سری نگر کشمیر میں پیدا ہوئے۔

تعلیم مولوی محمد یوسف ساکن ہمشیریاں (مانسہرہ، ہزارہ) پھر مولوی عبدالرحمٰن فاضل دیوبند ساکن بانڈی ڈھونڈاں سے پڑھتے رہے۔ ازاں بعد مولوی محمد نعمان ساکن بیڈرہ مانسہرہ ہزارہ سے پڑھتے رہے۔ حفظ دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں حضرت قاری عبدالمالک صاحب سے کیا، پھر حضرت قاری صاحب نے آپ کو وہیں مدرس مقرر کر دیا روایتِ حفص کی تکمیل قاری عبدالمالک صاحب سے کی، آپ کے ہم مدرس ساتھیوں میں قاری محمد افضل، قاری عبدالقادر، مولانا قاری حسن شاہ ہزاروی، قاری غلام فرید اور مولانا قاری اظہار احمد تھانوی ہیں۔

دارالترتیل لٹن روڈ باغیچہ نواب صاحب مزنگ میں ۱۰ سال کے قریب تدریس کی۔

آج کل مدرسہ تعلیم القرآن کوٹ عبداللہ شاہ مکان ۵ گلی ۶۱ میں پڑھا رہے ہیں۔

اولاد آپ کے پانچ بچے اور اتنی ہی لڑکیاں ہیں۔ عبدالحنان، عبدالمنان، حافظ عبدالرحمٰن، افتخار الدین اور حافظ عبدالجبار ہیں۔

Marfat.com

قاری حافظ نسیم الدین عظیم آبادی

"وطن ندول ۔ پٹنہ ، ولادت ۱۳۲۶ھ

۱۳۴۲ھ میں مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں داخل ہوئے۔ ۱۳۴۵ھ تک وہاں رہ کر حفظ و قرأت کی تکمیل کی۔

قاری عبدالمالک کے شاگردوں میں تھے۔ محلہ دریاپور پٹنہ کی مسجد میں امام ہیں۔"[1]

قاری حافظ عبدالعزیز اکبرآبادی

"وطن آگرہ۔ والد کا نام نور محمد۔ ولادت ۱۳۱۳ھ میں ہوئی شیخ القراء عبدالمالک صاحب جب آگرے میں تھے اس وقت ۱۳۲۶ھ میں ان سے بروایتِ حفص تجوید سیکھی۔ عربی درسیات کی تکمیل بھی کی ہے۔ آج کل آگرے میں تجارت کرتے ہیں۔ بہت نیک دل، منکسرالمزاج۔ خوش اخلاق ہیں۔" (ج ۱ ص ۱۳)

---

[1] قاری بسم اللہ۔ تذکرہ قاریانِ ہند۔ ج ۱ ص ۵۳

Marfat.com

مقری حافظ مولابخش ٹونکی

"وطن ٹونک۔ ولادت ۱۳۳۰ھ میں ہوئی۔
شیخ القراء عبدالمالک صاحبؒ سے تجوید سیکھی، مدرسہ فرقانیہ ٹونک کے دیرینہ اساتذہ میں سے ہیں۔ فی الوقت ٹونک میں رہتے ہیں۔ بہت ضعیف ہوگئے ہیں۔ مگر تجوید کی تعلیم میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔

قاری محمد قاسم لکھنوی

"وطن لکھنؤ۔ آپ نے مقری عبدالمعبود صاحب سے تجوید سیکھی۔ بعدازاں مقری عبدالمالک اور مقری محمد صدیق صاحب مکی میمن سنگھی سے فیض حاصل کیا۔ سبعہ کی سند مقری عبدالمعبود (جو شیخ القراء حافظ ضیاء الدین کے چھوٹے بھائی ہیں سے لی۔ نہایت خوش الحان اور عربی لب ولہجہ میں بے تکلف نہایت ہی عمدہ طریقے سے تلاوت کرتے تھے۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں مدرس ہوگئے تھے۔
۱۳۵۰ھ میں وفات پائی۔" (۱۰۹)

Marfat.com

مولانا قاری فتح محمد پانی پتی

آپ محمد اسماعیل صاحب کے فرزند ہیں۔ ۱۱ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ ۳۱ جنوری ۱۹۰۴ء میں پانی پت کے محلہ راعیاں چوڑا کنواں "بیچ کی بستی" میں پیدا ہوئے۔ ۱½ سال کے تھے کہ چیچک کی وجہ سے نظر جاتی رہی۔

۵ سال کی عمر میں بیچ کی مسجد کے میاں صاحب شرف الدین صاحب سے قرآن مجید کا آغاز کیا۔ پھر ایک استانی صاحبہ امتہ اللہ محلہ پیرزادگان سے ۲۷ پارے حفظ پڑھے۔ قاعدہ بغدادی کے علاوہ ۷ پاروں تک ہجے کرائے۔ محلہ افغانان کے مدرسہ اشرفیہ میں قاری شیر محمد خان صاحب[1] سے باقی تین پارے حفظ کیے۔ تجوید روایت حفص اور دور

---

[1] قاری شیر محمد خان صاحب نے حافظ علی بہادر خان صاحب سے تعلیم حاصل کی۔ پھر قاری عبدالرحمان مکی سے مشق کی تھی۔ پھر قاری محی الاسلام صاحب سے قرأت سبعہ پڑھی۔ عمر تدریس میں گزری، رجب ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۷ء میں وصال ہوا۔

[2] قاری محی الاسلام صاحب پانی پت کے رہنے والے تھے۔ حافظ قاری محمد ابراہیم نابینا کے شاگرد تھے۔ پھر قاری عبدالرحمن صاحب نابینا سے قرأت سبعہ پڑھی۔ پھر مولانا قاری عبدالسلام بن مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی سے بھی پڑھی تھی۔ ۱۹۵۴-۵۵ء میں وصال ہوا۔ ۱۳۱۴ھ

[3] قاری عبدالرحمن نابینا ہاڑی ضلع کرنال کے رہنے والے تھے۔ پھر پانی پت آکر قاری عبداللہ

Marfat.com

کی تکمیل ان سے کی۔ سبعہ کی کچھ روایات بھی ان سے پڑھی تھیں۔ پھر حضرت مولانا قاری محی الاسلام صاحب سے قراءاتِ سبعہ پڑھیں۔ ۱۳۴۷ھ میں فراغت ہوئی۔ پھر مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب سے درسِ نظامی کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ اور مولانا حمداللہ صاحب تلمیذ حضرت شیخ الہندؒ) اور مولانا سعید احمد (اپنے والد صاحب کے شاگرد تھے) بن مولانا فتح محمد تائب لکھنوی سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔ یہ حضرات مسجد گنبدان میں پڑھاتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے کانپور میں مدرسہ تکمیل العلوم قائم کیا تھا اور آخر میں جلال آباد میں مدرسہ مفتاح العلوم میں حدیث پڑھاتے تھے۔

پھر آپ ۱۳۴۹ھ میں دارالعلوم دیوبند میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ سے دورہ حدیث پڑھا۔ مولانا ابراہیم، مولانا محمد رسول خان (مسلم شریف) مولانا اصغر حسین، مولانا اعزاز علی، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے پڑھ کر سند حاصل کی۔ اور مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحب (تلمیذ مولانا قاری عبدالرحمٰن الہ آبادی صدر شعبہ تجوید دارالعلوم دیوبند سے قراءات عشرہ کی تکمیل ۱۳۵۴-۵۵ھ میں کی اور اجازت لی۔

تدریسی خدمات مدرسہ اشرفیہ پانی پت میں ۱۲ ۱۳۰ سال کی عمر تھی کہ پڑھانا شروع کیا۔ پاکستان بننے تک وہاں اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد لاہور (اچھرہ) میں پڑھاتے رہے۔ پھر پنڈدادنخان ضلع جہلم میں ایک سال۔ پھر شکارپور سندھ میں ۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۶ء مدرسہ اشرفیہ فیض القرآن میں تدریس کی۔ پھر

صاحب امرتسری سے قراءات سبعہ پڑھیں اور مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی سے بھی پڑھیں۔ پھر زندگی بھر پڑھاتے رہے۔

؎ قاری عبدالسلام صاحب نے علوم اپنے والد صاحب سے حاصل کئے اور عمر بھر پڑھاتے رہے۔

Marfat.com

۱۹۵۷ء میں دارالعلوم کراچی میں آ گئے اور ۱۹۷۱ء تک پڑھاتے رہے۔ ۱۹۷۱ء میں مکہ مکرمہ/مدینہ منورہ ہجرت فرمالی۔

تصانیف (۱) عنایاتِ رحمانی (۲) اسہل الموارد شرح عقیلۃ المراول قصائد (۳) ناظمۃ الزہر (۴) شرح درّہ (۵) مفتاح الکمال شرح تحفۃ الاطفال (۶) ترجمہ و مختصر شرح جزری (۷) تسہیل القواعد۔

صوفیانہ مسلک ۱۳۵۲ھ میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت ہوئے اور ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب بانی جامعہ اشرفیہ لاہور سے تکمیل کی اور مجاز ہوئے۔ اور ۱۹۵۵ء میں اجازتِ بیعت سے نوازے گئے۔

اولاد نور محمد ایک فرزند تھے جو ۱۳۵۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۶۱ھ میں ۸ سال کی عمر میں چھ رمضان جمعہ کے دن وفات ہوئی۔ آخر سے حفظ کرتے ہوئے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ تک ہی حفظ کیا تھا کہ وصال ہوا۔

قاری ناز خان

"مولد کانپور۔ قاری اسد حسن خان کے ہم سبق ہیں۔ لکھنؤ جا کر مدرسہ فرقانیہ سے تجوید کی سند ۱۳۴۹ھ میں حاصل کی۔ عرصہ دراز تک ٹونک میں تجوید کا درس دیتے رہے۔" (صفحہ ۹)

Marfat.com

قاری غلام فرید کیمبلپوری

آپ موضع "کھوئیاں" نزد ٹمن تحصیل تلہ گنگ ضلع کیمبلپور میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام سلطان محمد ہے۔ قومیت میال ہے۔

ابتدائی تعلیم قرآن مجید ملتان خورد کے حافظ عبدالرحمٰن صاحب سے حفظ کیا۔ کتب فارسی موضع "لوٹری" میں مولانا غلام رسول صاحب سے پڑھیں۔ صرف کی کتابیں بھی انہی سے پڑھیں نحو، اصول اور فقہ حضرت مولانا امام غزالیؒ فاضل دیوبند ساکن ٹمن سے پڑھیں اور کچھ کتابیں مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد لاہور میں پڑھیں۔

علم تجوید علم تجوید کی تحصیل امام فن حضرت مولانا قاری محمد عبدالمالکؒ سے ۱۹۵۶ء میں دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں کی۔ روایت حفص سے فراغت پر دستار بندی مولانا قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند نے کرائی۔

تدریسی خدمات ۱۹۵۸ء میں حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ نے آپ کو شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ کے مدرسہ میں برائے تدریس بھیجا۔ اس وقت سے اسی مدرسہ میں ناظرہ با تجوید اور حفظ اور روایت حفص کرا رہے ہیں۔

۱۹۵۸ء میں دورۂ تفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ سے پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ ۱۹۶۰ء میں حضرتؒ ہی نے آپ کو تدریس کے ساتھ امامت کے فرائض بھی سونپ دیئے جو آپ

Marfat.com

برابر اس وقت تک ادا کر رہے ہیں۔

شادی شادی کا انتظام بھی حضرت لاہوریؒ نے کروایا اور خود ہی نکاح پڑھا۔ پانچ فرزند اور دو بیٹیاں ہیں۔ حافظ قاری عبدالمالک، حافظ عبدالخالق، حافظ عبدالباسط، عبدالناصر اور عبدالماجد اور اسماء ریحانہ اور آسیہ بی بی۔

بیعت بیعت کا تعلق شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ سے ہے۔

تلامذہ آپ سے حفظ کی تکمیل کرنے والوں کی تعداد ۵۰، ناظرہ پڑھنے والوں کی دو سَو اور روایتِ حفص کی سند حاصل کرنے والوں کی تعداد ۱۵ ہے۔

قاری نور محمد بلوچستانی

قاری سید افتخار احمد کا بیان ہے کہ

"قاری نور محمد بلوچستان کے مشہور قاریوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے حفظ اور روایتِ حفص، کی تکمیل حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ سے کی، مگر سند نہیں لی۔

مدرسہ تجوید القرآن عید گاہ طوغی روڈ پر کچھ عرصہ تدریس کی ہے۔ اب تجارت کرتے ہیں۔"

Marfat.com

مولانا قاری محمد حبیب اللہ کراچوی

آپ کا خاندان ایک ہی خاندان تھا، افغانستان سے آکر صوبہ سرحد کے علاقہ میں آباد ہوا۔ آپ کا تعلق پٹھانوں کی شاخ ناصر کمال خیل سے تھا۔ آپ کے والد مولانا حکیم غلام حیدر صاحب ایک جید عالم، نامور طبیب، مصنف اور اپنے علاقہ کے مفتی تھے۔

تحصیلِ علم: اپنے بڑے بھائی حکیم عبداللہ مرحوم کے ہمراہ ٹونک پہنچے۔ پہلے قرآن مجید حفظ کیا پھر علوم دینیہ کی تحصیل ٹونک اور لکھنؤ میں کی۔ آپ کے اساتذہ میں مفتی سراج الدین مدرس مدرسہ ناصریہ ٹونک، مولانا علامہ حیدر حسن محدث کے نام آتے ہیں۔ دورۂ حدیث مولانا حیدر حسن خان صاحب سے پڑھا تھا۔ شاہی دارالعلوم خلیلیہ ٹونک سے بھی سند الفراغ حاصل کی۔

علمِ قراءات: علم تجوید و قراءت کی تحصیل آپ نے امام التجوید والقراءات حضرت مولانا قاری عبدالمالک (تلمیذ حضرت مولانا قاری عبداللہ مکی) سے کی اس کی تفصیل قاری عنایت اللہ صاحب کی تحریر کے مطابق یوں ہے۔

شیخ الحدیث علامہ حیدر حسن خان نے مولانا عین القضاۃؒ کی اجازت سے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ کے نام سے ٹونک میں مدرسہ فرقانیہ قائم کیا تو قاری حضرت عبدالمالکؒ کو لکھنؤ سے ٹونک لے آتے، اس مدرسہ کا افتتاح والیٔ ریاست نواب ابراہیم علی خان کے ہاتھوں جو خود ایک عالم اور حافظ قرآن تھے۔ قاری عبدالمالکؒ کی تلاوت سے ہوا اس میں آپ نے وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ الخ سبعہ قراءات میں تلاوت کیا

Marfat.com

اس افتتاح میں حفاظ و علماء، مفتیان کرام اور عوام کی ایک کثیر تعداد شریک تھی۔ مدرسہ فرقانیہ میں آپ (قاری حبیب اللہ) قاری عبدالمالکؒ کی خدمت میں علم قراءت کی تحصیل کے لیے حاضر ہوئے اسی دوران قاری عبدالرحمٰن مکی نے اپنی بیماری کی وجہ سے قاری عبدالمالکؒ کو لکھنؤ طلب کیا اور اپنی جانشینی کا حکم دیا۔ چنانچہ ۱۹۳۰ء یا ۱۹۳۱ء میں قاری عبدالمالکؒ لکھنؤ تشریف لے گئے اور قاری حبیب اللہ کو بھی لکھنؤ آنے کا فرمایا۔ نیز فرمایا کہ وہاں قراءات سبعہ عشرہ کی تکمیل کے بعد حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی کے ہاتھوں سند دلواؤں گا قاری عبدالمالکؒ کے تشریف لے جانے کے بعد قاری حبیب اللہ صاحب قاری صاحب کا سامان وغیرہ لے کر لکھنؤ آ گئے، اسی تعلیم کے دوران قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی کا وصال ہو گیا اور یہ آرزو پوری نہ ہو سکی ان کی تیمارداری اور خدمت کا البتہ شرف ضرور حاصل ہوا اور تجہیز و تکفین اور تدفین میں شرکت کی سعادت بھی ملی۔

قاری عبدالمالکؒ کو قاری حبیب اللہ سے بے انتہا محبت تھی اور ان پر فخر تھا مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ کے جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر قاری عبدالمالکؒ نے بھرے جلسہ میں اپنے سر سے اپنی دستار مبارک اتار کر ان کے سر باندھ دی جبکہ دیگر طلبہ کو مدرسہ کی جانب سے دی جانیوالی دستار فضیلت ہی دی گئی یہی نہیں بلکہ قاری عبدالمالکؒ نے مدرسہ کی سند کے علاوہ قراءات سبعہ وعشرہ کی اپنی مخصوص سند بھی عطا فرمائی۔ دوران تعلیم قاری حبیب اللہ کو اپنے استاد گرامی کے معاون کی حیثیت سے کام کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ نیز قاری عبدالمالکؒ کے خاص صندوق کی کنجی بھی ان کے پاس رہتی تھی جس میں قاری صاحب کی اسناد، خاص کتابیں اور دیگر اشیاء ہوتی تھیں"۔

مسند تدریس : علم قراءات کی تکمیل کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو اس کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ حضرت قاری عبدالمالکؒ اور علامہ حیدر حسن کی خواہش پر مدرسہ

Marfat.com

فرقانیہ ٹونک میں ۱۹۳۲ء تا ۱۹۵۰ء شیخ القراوات والتجوید کی حیثیت سے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ اس طرح انہیں اپنے استاذ کی حیات ہی میں ان کی جانشینی کا شرف حاصل ہوا۔

مدرسہ فرقانیہ ٹونک برصغیر میں لکھنؤ کے بعد علم قراءات کا دوسرا مرکز ہے اب تک اس ادارہ میں قاری حبیب اللہ کے شاگرد پڑھا رہے ہیں۔

اس کے بعد ناربتہ ناظم آباد کراچی میں تجوید و قراءات کا ایک مرکز قائم کیا اور آخری وقت تک اس میں تدریس کرتے رہے۔ قاری صاحب کے تلامذہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ اور مختلف ملکوں اور شہروں میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

قاری صاحب کو علم قراءات میں کمال حاصل تھا۔ قرآن مجید بھی بہت پختہ یاد تھا۔ آپ علم تجوید کی بولتی ہوئی کتاب اور اتقار فی تھے۔ آپ قراءات، الشاطبیہ، الدرۃ اور الرائیہ کے حافظ تھے۔ اس علم پر اتنا عبور تھا کہ تصنیف کے دوران بہت کم کتابوں کی طرف مراجعت کی ضرورت پیش آتی تھی۔

تصانیف : آپ کی تصانیف میں "موضح القراءات فی سبع القراءات" خاص طور پر قابل ذکر اور قابل قدر تصنیفی کارنامہ ہے۔ یہ قرآن کریم کے تیس پاروں پر مشتمل اس کتاب کی مکمل قراءات سبعہ ہے اس میں آپ نے ساتوں امام قاریوں کے لیے قرآن مجید کے ہر ہر لفظ کے اصولی اور فرشی اختلافات قراءات کو بیان کیا ہے۔

دوسری گرانقدر تصنیف "اجراء السبعہ بطریق جمع الجمع علی منہاج الشاطبی (غیر مطبوعہ) فن اجراء قراءات کا شاہکار ہے۔

تیسری تصنیف "معارف التجوید مع رسم القرآن المجید" ہے اس میں تجوید کے نازک ترین اور مشکل مسائل نہایت آسان پیرائے میں بیان کیے ہیں۔

Marfat.com

چوتھی تصنیف ''سوانح قرائے سبعہ'' ہے۔

پانچویں ''معلم القرآن'' ہے یہ قرآن مجید پڑھنے کے سلسلہ میں نہایت مفید قاعدہ ہے

جمعیت تعلیم القرآن کا قیام

یہ جمعیت حاجی محمد رفیع صاحب کی کوششوں سے وجود میں آئی۔ اس کے مقاصد میں قرآنی مدارس کا قیام اور اس کی اشاعت و فروغ ہے قاری صاحب کا اس سے ابتدائے قیام ہی سے تعلق تھا اس کے تحت بیسیوں مدارس قرآنی قائم ہیں۔

اخلاق و عادات: قاری حبیب اللہ صاحب نہایت عابد۔ زاہد، متقی اور پارسا افراد میں سے تھے۔ سیاست سے تو بالکل ناآشنا تھے۔ زندگی بہت سادہ اور بے تکلف اور سلف صالحین کا نمونہ تھی۔ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ اپنے استاذ قاری عبد المالکؒ کے نہایت معتمد[1] تھے۔

وصال: ۲۰ جمادی الآخرۃ ۱۴۰۰ھ بروز منگل پونے چار بجے وصال ہوا اور اپنے مدرسہ کے احاطہ میں دفن کیے گئے۔

اولاد: ہیں دو فرزند حافظ قاری عبد اللہ اور قاری رضوان اللہ ہیں اول الذکر امریکہ میں سائنس کے ایک ادارہ سے وابستہ ہیں اور دوسرے زیر تعلیم ہیں۔

---

[1] اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جو پروفیسر سید طلحہ حسنی صاحب نے خود بیان کیا کہ میں لکھنؤ میں قاری عبد المالکؒ سے تجوید و قراءات پڑھتا تھا جب لکھنؤ سے ٹونک جانے لگا تو ان سے پوچھا کہ ٹونک میں کس سے پڑھوں؟ آپ نے فرمایا۔ قاری حبیب اللہ سے پڑھنا۔ وہ تعلیم میں کسی سے رعایت نہیں کرتے چنانچہ انہوں نے ٹونک میں آ کر اس پر عمل کیا۔

قاری عنایت اللہ۔ قاری حبیب اللہ: بینات کراچی

Marfat.com

قاری بسم اللہ لکھتے ہیں

" وطن ٹونک۔ ولادت ۱۳۱۶ھ۔ آپ شیخ القراء عبد المالک صاحب کے تلمیذِ خاص ہیں۔ پہلے ایک روایت سے پڑھنے کے بعد قراءت سبعہ وعشرہ کی تکمیل ۱۳۴۹ھ میں کی۔ مدرسہ فرقانیہ ٹونک کے شیخ التجوید مقرر ہوئے۔ ایک عرصے تک ٹونک میں خدمت انجام دینے کے بعد اب پاکستان چلے گئے ہیں۔

ان کے شاگردوں میں قابلِ ذکر یہ ہیں۔ (۱) قاری محمد امین پیش امام جامع ٹونک۔ (۲) قاری کریم حسین ساکن بہیر مدرس ہیں۔ (۳) قاری معین الدین احمد آباد میں ہیں۔ (۴) قاری صبغتہ اللہ جنہوں نے عشرہ قرآت کی تکمیل کی۔ (۵) قاری غلام محمد شیخ التجوید خلیلیہ (۶) مولوی حافظ قاری محمد یونس ٹونکی۔ (۷) قاری زبیر علی ٹونکی۔ (۸) قاری اصغر علی ٹونکی کھلوڑ ضلع سورت میں شیخ التجوید ہیں۔ (۹) حافظ قاری عبد الشکور ٹونکی جو پاکستان چلے گئے ہیں (۱۰) حافظ قاری الہام الدین ٹونکی جو پاکستان چلے گئے...... قاری محمد عبد اللہ قاری سبعہ، حافظ قاری ظفر اللہ خان قاری عشرہ ٹونکی پاکستان چلے گئے۔ حاجی حافظ قاری منظور شاہ ایک روایت کے قاری، پاکستان چلے گئے۔ حافظ قاری اصغر علی ولد برکت علی، پاکستان میں انتقال ہوا۔ اور مفتی مقریِ احمد حسن خان قاری عشرہ " (ص ۱۵۰ تا ۱۵۱)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں :۔

" ۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ / ۲۲ اپریل ۱۹۸۰ء کو استاذ القراء حضرت قاری محمد حبیب اللہ کا انتقال ہوا۔ اِنّا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم فنِ قراءت وتجوید کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی پوری زندگی قرآن کریم کی

Marfat.com

خدمت میں گزری اور بے شمار لوگوں نے ان سے استفادہ کیا۔ فن قراءت کی خدمت ان کا شب و روز کا مشغلہ تھا۔ جامعہ علوم اسلامیہ میں درجاتِ حفظ کا امتحان حضرت مرحوم خود لیا کرتے تھے۔ ان کی رحلت سے ملک علمِ قراءت و تجوید کے ایک ماہر سے محروم ہو گیا۔ حق تعالیٰ شانہ نے خدام قرآن سے جو وعدے فرمائے ہیں اپنے فضل و احسان سے حضرت قاری صاحبؒ کو ان وعدوں کا مورد بنائے۔ ان کو رحمت و رضوان کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے اور ان کے اخلاف و مستفیدین اور عزیز شاگردوں کو ان کے صدقہ جاریہ کو قائم و دائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

(ماہنامہ بیّنات، بصائر و عبر ص ۵، ج ۳۷ شمارہ ۵، ۶)

قاری غلام النبی

نام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ غلام النبی

ولدیت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الحاج نور محمد مرحوم

ابتدائی تعلیم : افغانستان میں ابتداءً تعلیم عربی اپنے بھائی ملا شیر محمد مرحوم سے بعدہ شیخ مندوں فقیہہ وقت سے فقہ کا استفادہ کیا بعدہ مولانا نور محمد سے ابتداء صرف و نحو بعدہ انقلابات کی وجہ سے افغانستان سے ہجرت کر کے ایران آنا پڑا۔ بعدہ فوراً بلوچستان۔

قبل از تقسیم صوبہ بلوچستان میں آیا۔ مولانا عبدالرزاقؒ نحوی سے نحو کا استفادہ کیا، بعدہ مولانا عبدالغفور کرتوڑی مدظلہ سے کچھ کتابیں پڑھ کر پھر سندھ مولانا غلام رسولؒ سندھ لاڑکانہ والے سے ایک سال استفادہ کر کے پھر دارالعلوم ٹنڈو الہ یار میں داخل ہو کر حضرت مفتی اشفاق الرحمٰن کاندھلوی سے نورالانوار اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری سے ابن عقیل اور حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی

(باقی صفحہ ۳۰۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

Marfat.com

قاری محمد افضل کیمبلپوری

آپ "دھولڑ" ضلع کیمبلپور میں پیدا ہوئے۔

والد صاحب کا نام غلام محمد ہے۔

ابتدائی تعلیم ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، حفظ والد صاحب سے کیا، پھر موضع "لوٹیری" میں کچھ عرصہ تک مولانا غلام رسول صاحب سے پڑھتے رہے۔ پھر اشرف المدارس فیصل آباد میں چھ سال کے عرصہ میں مولانا عبدالرحمٰن (ساکن بجی مانسہرہ ہزارہ فاضل ڈابھیل) سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔

تجوید پھر حضرت قاری محمد عبدالمالک صاحبؒ کی خدمت میں دارالعلوم اسلامیہ پرانی انار کلی لاہور میں پہلے روایتِ حفصؒ کی تکمیل کی اور پھر جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں ایک سال کی تدریس کے بعد دوبارہ حضرت قاری صاحب کی خدمت میں رہ کر قراءات سبعہ کی تکمیل کی۔

آپ کے قراءات سبعہ کے دوسرے احباب عبدالعزیز، عبدالقادر، محمد اسلم اور حضرۃ قاری صاحب کے فرزند محمد ذاکر تھے۔ سبعہ کے امتحان میں قاری محمد ذاکر اول اور آپ دوم رہے۔

تدریس اس دوران کچھ عرصہ ماڈل ٹاؤن اے بلاک کی جامع مسجد میں تدریس بھی کرتے رہے۔ فراغت کے بعد مدرسہ تعلیم الاسلام مسجد گنبد والی جہلم میں تدریس پر مامور ہوئے، پھر دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار پنڈی میں پڑھانے لگے۔ یہاں ایک عرصہ تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ یہیں آپ پڑھا رہے تھے کہ آپ کا ۱۹۶۹ء میں وصال ہوا۔

اولاد اولاد میں دو فرزند۔ ایک حافظ قاری محمد اشرف متعلم جامعہ اشرفیہ لاہور ہیں۔

تلامذہ آپ کے تلامذہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔

Marfat.com

قاری حافظ حاجی مولانا سعد اللہ بخاری قاری سبعہ

" وطن بخارا۔ والد کا نام مولانا محمد سعید۔ ولادت ۱۳۲۲ھ مدرسہ فتح پوری دہلی سے عربی درسیات کی تکمیل کی۔ ایک سال تک وہیں مدرس کی خدمت انجام دیتے ہوئے حفظ کی تکمیل کی۔ پھر تجوید و قرأت سیکھنے کی غرض سے مدرسہ فرقانیہ میں داخل ہوئے۔ ساڑھے پانچ سال تک وہاں رہ کر شیخ القراء عبدالمالک صاحب سے پہلے بروایت حفص تجوید سیکھی اور پھر سبعہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۶۳ھ میں مونگھیر کی جامع مسجد میں امام ہو کر گئے۔ جہاں آپ نے مدرسہ تجوید القرآن قائم کیا۔ ساتھ ہی حفظ بھی کراتے رہے۔ اب تک آپ کے مدرسے سے ۲۵ حافظ اور ۳۰ قاری بروایت حفص فارغ ہو چکے ہیں۔ تجوید کی اشاعت میں دل و جان سے کوشاں ہیں۔ ابتدا میں لوگوں نے مخالفت کی۔ مگر رفتہ رفتہ فضا سازگار ہو گئی۔ مدرسہ تجوید القرآن میں ۸۰ اور ۹۰ کے درمیان طالب علم ہیں۔ آپ کے پاس ایک خوشخط حمائل ہے جس کے حاشیے پر سبعہ کے اختلافات درج ہیں۔ یہ حمائل اورنگ زیب کے عہد میں ۱۰۹۴ھ لکھی گئی۔" (تذکرہ قاریان۔ ج ۱ ص ۴۵، ۴۶)

Marfat.com

قاری غلام نبی گیاوی

" وطن گیا۔ ولادت ۱۳۲۳ھ۔ حفظ و تجوید و قرأت کی تکمیل گیا کے مشہور قاری حافظ عبدالقدوس سے کی۔

اس کے بعد لکھنؤ جا کر شیخ القرا، عبدالمالک صاحب سے سبعہ قراءت کی تکمیل کی۔ بڑے خوش الحان قاری تھے۔

۴۵ سال کی عمر میں ۱۳۶۷ھ میں انتقال ہوگیا۔ (ج ۲ ص ۳۴۱)

قاری حافظ جلیل اشرف مونگھیری

" وطن مینڈا ضلع مونگھیر

ولادت ۱۳۳۱ھ میں ہوئی۔ پہلے حافظ و قاری ارادت الحق صاحب سے تجوید سیکھی، پھر حفظ کی تکمیل کی۔ حافظ قاری عبدالقدوس سے سلسلۂ درس جاری رہا۔ پھر قاری اطیع اللہ صاحب سے اس کی تکمیل کی بعد ازاں مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ جا کر قاری عبدالمالک سے ابتداءً بروایت حفصؒ اور پھر سبعہ کی تکمیل کی۔ علوم دینیہ کی تکمیل ندوۃ العلماء لکھنؤ سے کی۔ جب قاری عبدالمالک صاحب ٹونک گئے تو آپ بھی ان کے ہمراہ چلے گئے۔ بعد ازاں کلکتہ آکر ایک عرصہ تک مدرسہ عالیہ میں مدرس رہے۔ تقسیم کے بعد جب مدرسہ کلکتہ ڈھاکہ منتقل ہوا تو پھر آپ بھی اسٹاف کے ساتھ منتقل ہوئے۔ اب ڈھاکہ میں تجوید و قرأت کا درس دیتے ہیں

(تذکرہ ص ۲۰۰)

Marfat.com

قاری محمد علی میکش اکبرآبادی

"وطن آگرہ۔ ولادت مارچ ۱۹۰۲ء۔ مطابق ۱۳۱۹ھ میں ہوئی
مدرسہ عالیہ سے عربی و فارسی کی تکمیل کی۔ قاری عبدالمالک سے اولاً ایک روایت سے، پھر قراءت سبعہ سیکھیں۔ شاطبی اور الجزری سبقاً سبقاً پڑھی ہیں۔
ایک روایت سے اچھا پڑھتے ہیں۔
آگرے کے ممتاز شعراء میں آپ کا شمار ہے۔" (ص۵۶)

○

قاری اسد حسن خان ٹونکی

"وطن ٹونک۔ والد کا نام قاری حیدر حسن خان
جو ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شیخ الحدیث رہ چکے ہیں۔
ولادت ۱۳۲۹ھ، لکھنؤ جاکر مدرسہ فرقانیہ سے تجوید کی سند ۱۳۴۹ھ میں حاصل کی
واپس آکر ٹونک میں درس میں لگے رہے۔
اب پاکستان میں مقیم ہیں۔ قاری عبدالمالک صاحب کے شاگرد ہیں۔" (ص۵۹)

Marfat.com

حضرت قاری صاحبؒ کے خطوط

ذیل میں حضرتؒ کے چند خطوط نقل کیے جاتے ہیں جو انہوں نے وقتاً فوقتاً برادر مکرم مولانا حافظ عبدالدیان کلیم صاحب فاضل دیوبند حال استاذ اسلامیہ کالج پشاور کے نام لکھے تھے۔ پوری کوشش کے باوجود آپ کے اور خطوط مل نہ سکے۔ ایک خط البتہ قاری ابراہیم شاہ صاحب کے نام ہے جو درج ذیل ہے۔

۱۔ محبی! السلام علیکم۔ خط آیا۔ آپ کی طویل علالت سے افسوس ہوا۔ فالحمد للہ علی ذٰلک ہم الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ جب لاہور آئیں تو ضرور ملاقات کریں۔ سب کی طرف سے سلام۔ عبدالمالک از لاہور ۲۴ مکان ۷ ملتان روڈ۔ مقابل قصر سخاوت

۲/ اکتوبر ۵۹ء

۲۔ عزیزم مولوی عبدالدیان بعافیت باشد السلام علیکم! خیریت نامہ آیا۔ آپ کے تعلیمی مشاغل معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مقاصد تعلیمی میں کامیاب و بامراد فرمائے آمین۔ میں بوجہ کثرت مصروفیت تعلیم و تدریس کی وجہ سے عدیم الفرصت ہوں۔ صرف جمعہ کے روز جوابات خطوط لکھتا ہوں۔ اس وجہ سے تاخیر ہوئی۔ باقی الحمد للہ میں مع جملہ اہل و عیال بخیریت ہوں۔ والسلام خیر طلب قاری عبدالمالک۔

از لاہور دارالعلوم پرانی انارکلی۔

مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۸۳ھ جمعہ

Marfat.com

۳۔ عزیزم مولوی عبدالدیان سلمٗہ خط آیا۔ حضرت مرحوم کے انتقال کی خبر تمہارے خط سے پیشتر ہی معلوم ہو چکی تھی۔ صدمہ ہوا۔ مرحوم اپنی نظیر چھوڑ کر نہیں گئے۔ علم ادب گویا یتیم ہو گیا۔ اللہ ان سے راضی ہو، اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ قاری حفظ الرحمٰن صاحب کو بہت بہت سلام۔ فقط عبدالمالک از دار العلوم اسلامیہ

لاہور ۱۷ر مارچ ۵۵ء پنجشنبہ

۴۔ محب مخلصم۔ السلام علیکم! الحمدللہ خیریت طرفین حاصل ہے۔ جوابی کارڈ آیا۔ کوائف معلوم ہوئے۔ اختتام سیلاب کے بعد کوئی خط آپ کا مجھے نہیں ملا۔ ماہ اگست ۵۵ء میں میرا جانا انڈیا ہوا تھا۔ واپسی کے بعد دیوبند بھی گیا تھا۔ صرف ایک شب قیام کرکے چلا آیا۔ آپکے پوچھا لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ قاری حفظ الرحمان صاحب کی درسگاہ ہی میں قیام کیا تھا۔ الحمدللہ سب طرح خیریت و عافیت ہے۔ آپ جب اپنے والد ماجد کو خط لکھیں، تو میرا بھی سلام کہہ دیں۔ والسلام خیر طلب عبدالمالک از لاہور

۱۱ر دسمبر ۵۵ء ۲ بجے دن

۵۔ عزیزم السلام علیکم! خیریت نامہ آیا۔ کوائف معلوم ہوئے۔ آپ کے مشاغل درس و تدریس سے فرحت ہوئی۔ اللہ تعالےٰ آپ کے علوم دینیہ کی خدمات قبول کرے۔ آمین۔ قاری حفظ الرحمان صاحب درحقیقت بہت سی خوبیوں کے حامل ہیں۔ دیوبند جیسے ادارہ میں وہ مغتنمات میں سے ہیں۔ ضرور کچھ وقت نکال کر ان سے استفادہ کریں۔ ایسے شفیق اساتذہ کم ملتے ہیں۔ میں انڈیا سے ۱۳ر جون کو واپس آیا۔ ابھی تک صحیح طور پر اسباق شروع نہیں ہوئے۔ باقی خیریت ہے۔

عبدالمالک از لاہور دارالعلوم پرانی انارکلی

۵ ذیقعد ۷۴ھ

۶۔ عزیزم بعافیت باشند السلام علیکم! خیریت نامہ آیا۔ کوائف معلوم ہوئے۔ بھائی صاحب کی مفارقت کا بہت لوگوں پر اثر ہے۔ جس کو جتنا تعلق تھا اتنا ہی متاثر ہے۔ ان کی ذات مغتنمات

Marfat.com

سے بھی ۔ بہر حال صبر کرنا ہی ہم لوگوں کا موجب رفع ملال صدمہ ہے ۔ جس زمانہ میں ان کو پاؤں میں چوٹ آئی تھی ۔ اسی وقت سے کچھ نہ کچھ سلسلہ علالت جاری رہا ۔ بالآخر ۱۰ ر رمضان بروز پنجشنبہ ۸ بجے صبح رحلت ہوئی ۔ میں کچھ روز پہلے سہارنپور پہنچ گیا تھا ۔ جنازہ میں بڑا مجمع تھا ۔ باقی خیریت ہے ۔

عبدالمالک از لاہور مکان ۴۷ ملتان روڈ سٹریٹ ۹ ار جون ۵۵ء

میں اب دارالعلوم میں نہیں رہتا ۔ مکان بدل دیا ہے ۔ جس کا پتہ اوپر درج ہے فقط

---

۷ ۔ محبی السلام علیکم ! عرصہ کے بعد محبت نامہ موجب مسرت و اطمینان ہوا ۔ الحمد للہ میں خیریت سے ہوں اور آپ کی صحت و عافیت کا داعی و خواہاں ہوں ۔ ۱۲ ر ستمبر ۵۵ء روز جمعہ کو پاکستانی زائرین کا قافلہ لاہور سے سرہند گیا تھا جس کے ہمراہ میں بھی روانہ ہو کر سرہند پہنچا ۔ مختلف مقامات کے لوگ میرے احباب میں تھے جن سے ملاقات ہو گئی ۔ ۱۵ ر ستمبر کی شب کو واپس لاہور پہنچا ۔ لیکن آمد و رفت میں بڑی تکلیف پہنچی ۔ کیونکہ سفر ادمنی بسوں میں کیا گیا تھا ۔ اب تک کافی اضمحلال ہے ۔ والسلام

عبدالمالک از لاہور دارالعلوم پرانی انارکلی

۱۷ ر ستمبر ۵۵ء

---

۸ ۔ عزیزم بعافیت باشند السلام علیکم ! خیریت نامہ آیا ۔ کوائف معلوم ہوئے ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالے ختم قرآن کی توفیق فرمائے ۔ والد صاحب کو جب خط لکھیں تو میرا بھی سلام لکھ دیں ۔ الحمد للہ روزے ہو رہے ہیں تین چار روز سے گرمی سخت پڑنے لگی ہے ۔ والسلام خیر طلب عبدالمالک از لاہور ۱ ر مئی ۵۶ء

۲۵ رمضان المبارک

---

۹ ۔ محبی بعافیت باشند السلام علیکم محبت نامہ آیا ۔ کوائف معلوم ہوئے مجھے بھی افسوس ہے کہ دو مرتبہ آپ آئے ملاقات نہ ہوئی ۔ انشاء اللہ آئندہ جب آپ دیوبند جائیں گے تو لاہور ہو کر ہی جاتے ہے باقی الحمد للہ میں بہمہ وجوہ خیریت سے ہوں ۔ آپ کے حصول مقاصد کے لئے دعا کرتا ہوں ۔

خیر طلب ۔ عبدالمالک از لاہور ۲۵ ر ستمبر ۵۲ء

Marfat.com

۱۰۔ محب مخلصم السلام علیکم! میں بخیریت سے رہ کر طالب عافیت ہوں۔ بضرورت شادی برخوردار شاکر سلمہ ہم سب لوگ وسط رمضان میں کراچی آگئے ہیں۔ تاریخ عقد ۴ شوال معین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بحسن وخوبی اس فرض سے سبکدوش کرے آمین۔ اور ہر طرح خیریت ہے۔

دعاگو قاری عبدالمالک معرفت حکیم عبدالرشید

رام سوامی کراچی ۲۹ر رمضان شہ چہارشنبہ

۱۱۔ محبی السلام علیکم! الحمدللہ میں بخیریت رہ کر خیریت کا طالب ہوں۔ محبت نامہ آیا۔ کوائف معلوم ہوئے۔ اس سے قبل آپ کا کارڈ آیا تھا جس میں آپ نے لکھا تھا کہ جمعہ کو شہر جا کر مفصل معلومات کر کے لکھوں گا۔ چنانچہ میں منتظر رہا کہ تفصیلی خط آجائے تو جواب لکھوں۔ بہرحال مجھے جو اطلاع دی گئی وہ غلط ثابت ہوئی۔ الخیر فی ما وقع۔ میں کیا اور میری جائے کیا۔ یہ سب آپکے مخلصانہ جذبات کا اثر ہے باقی خیریت ہے۔ اور بھی بعض خطوں کے جوابات لکھنے ہیں۔ اس لئے ختم کرتا ہوں۔ والسلام

خیر طلب قاری عبدالمالک صدر شعبہ تجوید دارالعلوم پرانی انارکلی لاہور

۷ر فروری شہ جمعہ

۱۲۔ محبی السلام علیکم! کارڈ ملا۔ کوائف معلوم ہو کر مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند سے آپ کو کامیاب فرمایا۔ رب آپ سے علمی خدمات لے اور مخلوق کو فائدہ پہنچے۔ میرا خیال تھا کہ آپ شیخ کے ساتھ ٹانڈہ چلے گئے ہوں گے۔ قاری حفظ الرحمان صاحب درحقیقت مجسمۂ اخلاق ہونے کے علاوہ فن تجوید وقراءۃ کے بھی ماشاءاللہ عامل وکامل ہیں۔ نہایت مناسب ہے کہ آپ ان سے مزید استفادہ کریں۔ یہاں بارش وابرباراں کا سلسلہ جاری ہے جس سے موسم خوشگوار ہے۔ اور روزے ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔ اب میں آخر رمضان یا عید کے متصل پھر سہارنپور وغیرہ جاؤں گا۔ ۱۰ر شوال تک واپسی ہوگی۔ باقی خیریت ہے۔ خیر طلب عبدالمالک از لاہور دارالعلوم ۱۲ر رمضان۔

۷ر مئی شہ

Marfat.com

۱۳۔ محبی السلام علیکم! عرصہ کے بعد آپ کا خیریت نامہ آیا آپ کی یاد آوری موجب مسرت ہے۔
کل اور آج مدرسہ ہذا کا سالانہ جلسہ دستار بندی ہو رہا ہے۔ قاری طیب صاحب کی تقریر تھی اور آج بھی
شب کو ہوگی۔ گذشتہ جمعہ ۲۴۔۲۵۔۲۶ اکتوبر کو اشرفیہ کا جلسہ تھا خیال تھا کہ آپ حسب معمول
شرکت کریں گے۔ کوئی خاص مانع ہوا ہوگا ادھر چند ماہ سے میں بھی بوجوہ پریشان ہوں جس کی تفصیل کا موقع
نہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ باقی حالات بدستور ہیں۔ والسلام عبدالمالک صدر شعبہ تجوید دارالعلوم اسلامیہ

یکم نومبر ۱۹۶۸ء صبح

۱۴۔ محب مخلصم السلام علیکم! خط آپ کا آیا۔ کوائف معلوم ہوئے۔
یہ بھی اتفاقی بات ہے کہ آپ چند بار آئے اور میں موجود نہ تھا۔ حالانکہ میں بہت کم کہیں
آتا جاتا ہوں۔
چائے کی کمی نہیں۔ ہر وقت چائے موجود ہے۔ لیکن وقت کا تناسب طبیعت کا حضور چائے
کے کیف کو بڑھا دیتا ہے۔ والد صاحب کو جب خط لکھیں تو میری طرف سے بھی سلام لکھ دیں۔
والسلام عبدالمالک از دارالعلوم لاہور
۲۲ جنوری ۱۹۶۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مندرجہ ذیل خط شیخ العرب والعجم حضرۃ مولانا القاری المقری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ
لکھنوی ثم علی گڑھی کا بندہ کو تعلیم القرآن مکھڈ ضلع کیمبل پور میں موصول ہوا جسکی نقل بعونہ تعالیٰ محفوظ تھے
المفتقر الی اللہ سید محمد ابراہیم شاہ

عزیزم ابراہیم شاہ بعافیت باشند
یہاں خیریت ہے تمہارا لفافہ آیا۔ اس سے قبل کوئی اور کارڈ نہیں ملا۔ خوب
محنت سے دل لگا کر کام کرو اور اسکے ساتھ ایک سبق عربی کے جاری رکھو۔
اور تقریر کرنے کی بھی مشق کرو اور نہایت وقار سے رہو طبیعت میں لالچ بالکل نہ

Marfat.com

ہو بے لوث اور بے طمع رہ کر وقت گزارو ۔ حافظ یوسف صاحب فضل الٰہی کو سلام

محمد عبدالمالک

از ۔ لاہور ۴ مقابل قصر سخاوت ملتان روڈ لاہور ۱۸

۱۹ نومبر ۱۹۵۹ء

عزیزم ابراہیم شاہ بعافیت باشند ۔ یہاں خیریت ہے ۔ تمہارا لفافہ آیا ۔ اس سے قبل کوئی اور کارڈ نہیں ملا ۔ خوب محنت سے دل لگا کر کام کرو اور اپنے دو ایک سبق عربی کے جاری رکھو ۔

اور تقریر کرنے کی بھی مشق کرو ۔ اور نہایت وقار سے رہو ۔ طبیعت میں لالچ بالکل نہ ہو بے لوث اور بے طمع رہ کر وقت گزارو ۔

حافظ یوسف صاحب ، فضل الٰہی صاحب کو سلام

محمد عبدالمالک

ملتان روڈ ۱۸ ۱۹ نومبر ۵۹ء از لاہور مقابل قصر سخاوت

Marfat.com

تقاریظ

ذیل میں ہم قاری صاحب کی تقاریظ کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

تقریظ

حضرۃ مولانا قاری عبدالمالکؒ صاحب نور اللہ مرقدہٗ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں نے ان حواشی کو جابجا سے دیکھا۔ محبی قاری حفظ الرحمٰن صاحب نے تجوید کے بعض ان مسائل کو جو متن میں قابل وضاحت تھے۔ عمدہ پیرائے میں حواشی کے ذریعہ سے عام فہم اور واضح کر دیا گو رسالہ جمال القرآن کے بعض دیگر حاشیے بھی نظر سے گزرے لیکن یہ چند اور مختصر حواشی بھی جو مفید اور ضروری تھے انشاء اللہ طلاب تجوید کے واسطے نافع ثابت ہوں گے۔

فقط

عبدالمالکؒ

یکم ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

روز جمعہ لکھنؤ

Marfat.com

الحافظ القاری المقری عبدالمالک صاحبؒ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، امابعد! رسالہ معلّم التجوید للمتعلم المستفید مولفہ مجبی قاری محمد شریف صاحب صدر شعبۂ تجوید مدرسہ تجوید القرآن لاہور کو میں نے اکثر جگہ سے دیکھا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ موجودہ جتنے اردو میں تجوید کے رسائل ہیں، یوں تو سب ہی بہتر اور نافع ہیں۔ لیکن اس رسالہ میں مؤلف نے تجوید کے جملہ مسائل کو نہایت کاوش کے ساتھ عمدہ اور سلیس عبارت میں سمجھانے اور ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے جس سے معمولی استعداد کا طالب علم بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ نیز تجوید کے تمام مسائل سلف اور خلف کی معتبر کتابوں سے لئے گئے ہیں۔ پھر ہر مسئلہ کو سوال اور جواب کی صورت میں پیش کیا ہے جس سے مسائل کو یاد کر لینے میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے اس رسالہ کو سمجھ کر پڑھ لینے کے بعد پھر بقیہ دیگر رسالوں کے پڑھنے کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور فنِ تجوید و قرأت کی مزید خدمت کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔ عبدالمالک صدر مدرس مدرسہ دار الترتیل لاہور۔ ۲۹ شوال ۱۳۸۵ھ"[1]

---

[1] قاری محمد شریف: معلّم التجوید: لاہور: محرم ۱۳۸۶ھ / اپریل ۱۹۶۶ء : ص ۱، ۲۔

Marfat.com

انجمن کا قرآنی قاعدہ

مرتبہ

ظفر اقبال بن غلام قادر فصیح

ایم اے، بی ٹی، پی ای ایس (ریٹائرڈ)

مع پیش لفظ از

شیخ القراء جناب الحاج القاری عبدالمالک صاحب، مدظلہ العالی!

شائع کردہ

انجمن حمایتِ اسلام، لاہور

Marfat.com

پیش لفظ

از

اِمامُ القُراءۃ جناب الحاجّ الحافظ القاری عبدالمالک صاحب مدّظلّہُ العالی

دارُ العُلوم اسلامیہ
پُرانی انارکلی، لاہور
۲۸ شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

بچوں کی ابتدائی تعلیم ہی آئندہ کی جملہ تعلیمات کا سرچشمہ ہوتی ہے، خصُوصاً تدریس قرآنِ مجید کے لیے توصحیح قواعد وضوابط کی ابتدائی تعلیم بُنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر بچوں کو آغازِ تعلیم ہی سے تلفّظ کے اصُولی قواعد کا عادی بنا دیا جائے، تو پھر پُورے کلامِ الٰہی کی تلاوت میں تلفّظ کی وُہ عام غلطیاں سرزد نہیں ہوں گی جو آج کل سو فیصدی رائج و شائع ہیں اور جن کے باعث کتابُ اللہ کی تلاوت کرنے والے رُبَّ تَالٍ لِلۡقُرۡاٰنِ وَالۡقُرۡاٰنُ يَلۡعَنُهٗ (تلاوتِ قرآن کرنے والے اکثر اشخاص ایسے ہیں کہ قرآن اُن پر لعنت بھیجتا ہے) کے مصداق بنتے ہیں۔ تلفّظ کے اُصُولی قواعد پر کاربند ہونے والے نہ صرف اِس وعید سے محفُوظ ہی رہیں گے، بلکہ ہر ہر حرف کی صحیح تلاوت کے بدلے دس دس نیکیوں کے مستحق بھی ہوں گے۔

تلاوتِ قرآن سکھانے والے متعدد قاعدے وقتاً فوقتاً میری نظر سے گُزرے۔ اُن میں اِس مقصد کے حصُول کی کوشش کی گئی تھی لیکن وُہ قاعدے مختلف حیثیتوں سے کافی ووافی نہ تھے۔ اِس وقت میرے پیشِ نظر انجمن حمایتِ اسلام لاہور

Marfat.com

کا قرآنی قاعدہ ہے۔ مَیں نے اِسے اوّل سے آخر تک بغور پڑھا ہے۔ اِس قاعدے میں بفضلہٖ تعالیٰ وہ تمام ضروری ضوابط و ہدایات موجود ہیں، جن کی عملی مشق بہم پہنچنے سے ہر مُبتدی کلامِ الٰہی کو صحیح پڑھ سکتا ہے، بشرطیکہ مُعلّم حضرات بھی اس کے عملاً اہل اور حامل ہوں۔ اِس قاعدے کی خصُوصیات حسبِ ذیل ہیں:۔

(ا) زبان کی سلاست اور طالب کی عام فہمی کا پُورا پُورا اہتمام و التزام کیا گیا ہے۔

(ب) بچّوں کو ابتداءً جن حرُوف سے رُوشناس کرایا گیا ہے اُن میں مخارج کی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

(ج) مخارجِ حرُوف کے سلسلے میں اُن اعضاء کے خاکے اور نقشے کھینچے گئے ہیں جن سے اُن حرُوف کی آوازیں ادا ہوتی ہے۔

(د) حرکاتِ ثلٰثہ (فتح و کسرہ و ضم) کی صحیح کمیّت و کیفیتِ ادا کو کما حقّہٗ واضح کیا گیا ہے۔

(ﮦ) مُفردات کے بعد مرکّبات کے اسباق میں یہ التزام ہے کہ تمام مرکّب کلمات قرآن مجید ہی میں سے لیے گئے ہیں۔ پُورے قاعدے میں ایک بھی غیر قرآنی لفظ نہیں۔

(و) حرُوف کے مخارج اور صفاتِ ضرُوریہ کو کما حقّہٗ بیان کیا گیا ہے۔

(ز) بعض حرُوف کے اتصال و ترکیب سے جو خاص خاص کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں، مثلاً، اظہار، ادغام، اخفاء، اقلاب وغیرہ، موزوں مثالوں سے اُنھیں بخوبی واضح کر دیا گیا ہے۔

(ح) حرُوفِ متحرکہ و ساکنہ و مُشدّدہ کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے۔

(ط) قرآنی رسمُ الخط کا ذکر حسبِ ضرُورت کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں اُن حرُوف کی تعیین بھی کر دی گئی ہے جو مکتوب ہیں، ملفوظ نہیں یا صرف حالتِ وقف میں ملفوظ ہوتے ہیں۔

(ی) الفاتِ زائدہ، حرُوفِ مقطعات، رُموزِ اوقاف اور قواعدِ وقف وغیرہ کا بیان بھی بقدرِ کفایت موجود ہے۔

مجھے یہ لکھتے ہوئے کوئی تامّل نہیں کہ یہ قاعدہ اگرچہ ابتدائی تعلیم کے لیے لکھا گیا ہے تاہم پُورے قرآن مجید اور انتہائی تعلیم کا حامل ہے۔ مُعلّمین کو خداوندِ کریم توفیق عطا فرمائے کہ وہ خود بھی ان ضوابط و قواعد پر عمل کرتے ہوئے بچّوں کی صحیح رہنمائی کر سکیں۔ آمین!

خادمُ القرآن

قاری عبدالمالک

صدر شعبۂ تجوید و قراءۃ

Marfat.com

مکرمی جناب قاری[1] صاحب زید لطفہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب کا عنایت نامہ مع کتاب 'عذار القرآن' موصول ہو کر باعث مسرت ہوا۔ بوجہ عدیم الفرصتی جواب سے محروم رہا۔ کتاب کو مختلف مقامات سے دیکھا معلوم ہوا ہے کہ اس کے مسائل بڑی تحقیق و تدقیق سے جمع کیے گئے ہیں خصوصاً وقف اور وصل کا بیان مجھے بہت پسند آیا۔ بڑے عمدہ اسلوب سے لکھا ہے کہ یہ کتاب طلبہ کے لیے ایک مکمل اور مفید ذخیرہ ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اجر جزیل اور شائقین کو توفیق عمل عطا فرماوے والسلام مع الاکرام

عبد المالک کان اللہ لہٗ مدرس مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ ۵ صفر ۱۳۶۱ھ

[1] یہ تقریظ قاری محمد اسماعیل پانی پتی کی کتاب عذار القرآن میں چھپی ہے۔

Marfat.com

تمہارے سوا کچھ تمنا نہیں ہے

" حضرت مولانا قاری عبدالمالک لکھنوی تجوید و قرأت کے فن میں ایک خاص مقام رکھتے تھے. ساتھ ساتھ شعر و ادب سے بھی دلچسپی تھی. خلش تخلص کرتے تھے. ان کی ایک غیر مطبوعہ غزل جو انہوں نے بروز پنج شنبہ ۹ دسمبر ۱۹۴۳ء کو اپنے صاحبزادہ جناب قاری عبدالرشید خافر (مقیم کراچی) کو مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ سے بھیجی تھی، ہمیں رئیس عالم صاحب کی معرفت موصول ہوئی ہے جسے ہم قاری صاحبؒ کے تبرک کے طور پر شائع کرتے ہیں.

محبت کسی کی اگر دل نشیں ہے
تو عالم کا ہر ذرّہ ذرّہ حسیں ہے

دمِ نزع بالیں پہ وہ مہ جبیں ہے
عجب کشمکش میں یہ جانِ حزیں ہے

یہی اپنا مسلک یہی اپنا دیں ہے
جو راضی خدا ہے تو سب کچھ یہیں ہے

نہ ہے کامیابی نہ ہے خوش نصیبی
درِ یار ہے اور اپنی جبیں ہے

محبت نے بدلی مرے دل کی دنیا
نہ وہ آسماں ہے نہ اب وہ زمیں ہے

نہ ہو جائے برہم کہیں نظمِ عالم
بہت مضطرب آج قلبِ حزیں ہے

تمہاری خوشی پہ ہے قربان سب کچھ
جو دنیا کے غم ہوں تو کچھ غم نہیں ہے

نظامِ جہاں کی ہے بنیاد اس پر
ہر اک شے محبت سے رنگیں ہے

مری آرزو تم مرا مدعا تم!
تمہارے سوا کچھ تمنا نہیں ہے

محبت نے کھویا مجھے دو جہاں سے
خلش ہیں کہیں اور مرا دل کہیں ہے" [1]

---

[1] ماہنامہ بینات کراچی۔ ذیقعد ۱۴۰۳ھ۔ ص ۲۲

Marfat.com

حضرت قاری عبدالخالق صاحبؒ

آپ ۱۲۹۰ھ کو علی گڑھ میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام شیخ جیون علیؒ ہے۔[1]

ابتدائی تعلیم ابھی چھ سال کے تھے کہ والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ نے محلہ کی ایک معلمہ کے سپرد کیا۔ ان سے آپ نے قاعدہ اور چند پارے پڑھے۔ بعد میں آپ کی والدہ نے آپ کو مولوی صدیق حسین کے سپرد کیا۔ جو محلہ کنہرہ کی مسجد میں تعلیم دیتے تھے۔ یہاں آپ نے قرآن مجید ناظرہ ختم کر کے حفظ شروع کر دیا۔ پانچ سال کے عرصہ میں تکمیل کی۔ اس کے بعد آپ گردان کرتے رہے اور رمضان المبارک میں اپنے محلہ کے قریب نور خاں والی مسجد میں پہلی محراب سنائی۔

سفرِ حج رجب ۱۳۱۳ھ میں والدہ صاحبہ نے سفرِ حج اختیار کیا۔ آپ، بڑے بھائی حاجی

---

[1] شیخ جیون علی کی پہلی بیوی سے ایک فرزند حاجی عبداللہ اور ایک دختر تولد ہوئیں۔ ان کی وفات کے بعد انہوں نے دوسری شادی کی۔ دوسری بیوی سے قاری عبدالخالق اور قاری عبدالمالک پیدا ہوئے۔ چونکہ دونوں کی ولادت شیخ جیون علی کے بڑھاپے میں ہوئی۔ اس لیے دونوں کے ساتھ انہیں بے حد پیار تھا۔ مگر جب قاری عبدالخالق صاحب کی عمر ابھی چھ سال ہی کی تھی ان کا وصال ہو گیا۔ ان کے وصال کے دو ماہ بعد قاری عبدالمالک صاحب کی ولادت ہوئی۔

Marfat.com

عبداللہ اور چھوٹے بھائی قاری عبدالمالک[1] بھی ہمراہ تھے۔ یہ مختصر سا قافلہ چند روز بمبئی میں قیام کے بعد مغل لائن کے کسی جہاز کے ذریعہ روانہ ہوا۔ یہ شعبان کا آخیر تھا۔ جدہ میں دو راتیں قیام کر کے بذریعہ اونٹ مکہ مکرمہ روانہ ہوا۔ اور ۱۰ رمضان کو مغرب کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ اس قافلہ کے معلم عبداللہ سندھی تھے جنہوں نے ان حضرات کو محلہ شامیہ کے ایک مکان میں ٹھہرایا۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد والدۂ محترمہ نے مستقل وہیں قیام کر لیا اور آپ کو مدرسہ صولتیہ میں حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب کے سپرد کر دیا۔ یہاں چار سال تک آپ ان سے پڑھتے رہے۔ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ کو والدہ کے ہمراہ مدینہ منورہ حاضری دی، چھ ماہ کے بعد واپسی ہوئی اور پھر حضرت قاری عبداللہ صاحب سے پڑھنے لگے۔ تقریباً سات سال کے عرصہ میں قاری صاحب سے مکمل قرآن مجید کی مشق کی اور داخلِ نصاب تجوید کی کتابیں بھی پڑھیں۔

وطن کو واپسی آپ کے بڑے بھائی حاجی عبداللہ چھوٹے بھائی قاری عبدالمالک صاحب کو لے کر ہندوستان آ گئے جس کی وجہ سے والدہ صاحبہ بے حد پریشان ہوئیں۔ بالآخر ایک سال اور رہ کر اور نواں حج کر کے ۱۳۲۰ھ میں والدہ کے ساتھ بمبئی کے راستہ سے ہندوستان آئے یہاں علی گڑھ میں قاری عبدالمالک آپ کو مل گئے جس سے والدہ صاحبہ کی پریشانی ختم ہوئی۔

تدریس اہلِ محلہ کے اصرار پر ایک مکان میں بچوں کو پڑھانا شروع کر دیا۔ ان دنوں ۱۳۲۱ھ میں سہارنپور میں مدرسہ تجوید القرآن قائم ہو چکا تھا۔ مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں دونوں

---

[1] قاری عبدالمالک صاحب کو بڑے بھائی عبدالخالق صاحب اپنے استاد مولوی صدیق حسین کے ہاں اپنے ساتھ لے جاتے اور خود بھی پڑھاتے۔ ابھی قاری عبدالمالک صاحب کا ناظرہ قرآن مجید بھی ختم نہ ہوا تھا کہ سفرِ حج پر والدہ ماجدہ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

بھائیوں کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی، قاری عبدالسلام پانی پتی اور قاری ابراہیم کرنالی کے بعد جب آپ نے اور قاری عبدالمالک نے تلاوت کی تو سامعین سکتہ میں آگئے، کیونکہ اس سے پہلے حجازی لہجہ سے سب کے کان ناآشنا تھے۔ جلسہ کے اختتام پر دونوں بھائیوں کو تدریس کی دعوت دی گئی۔ آپ دونوں نے اس وقت اجازت لی مگر بعد میں آنے کا وعدہ کر لیا۔ یکم ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ میں مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں دونوں بھائیوں نے تدریس کا آغاز کیا۔ اور حجازی لہجہ میں آپ کی تدریس سے شہر میں دھوم مچ گئی۔ یہاں تین سال تک آپ کے ساتھ قاری عبدالمالک صاحب نے بھی پڑھایا۔

یہاں اخلاص اور ایثار کے ساتھ آپ تعلیم دیتے رہے۔ مظاہر علوم اور دارالعلوم دیوبند سے بھی بلاوے آئے۔ مگر آپ نے یہاں کی تدریس کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ کئی کئی ماہ بغیر تنخواہ کے گزر گئے۔ مگر آپ نے کبھی اس کی پرواہ نہ کی۔

تحریکِ خلافت کے دوران تمام جلسوں میں افتتاحی تلاوت آپ ہی کی ہوتی تھی۔ آپ جامع مسجد سہارنپور کے خطیب بھی تھے۔ اور خطیب مقرر ہونے پر اپنی مرضی سے مدرسہ کی تنخواہ میں کمی کر دی۔

والدہ کا انتقال ۱۳۴۰ھ میں ۱۰ شعبان کو انتقال کیا اور سہارنپور میں دفن کی گئیں۔

تلامذہ آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور آج اس فن کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

وصال ۱۱ اپریل ۱۹۵۷ء بروز جمعرات وصال ہوا۔

اولاد آپ کی شادی ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ میں ہوئی، پانچ بچیاں اور ایک فرزند (قاری) عبدالباری تولد ہوئے۔ پہلی تین بچیاں بچپن ہی میں اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ دو میں سے بڑی مولوی حافظ مشتاق احمد نہٹوری فاضل دیوبند سے منسوب ہوئیں جو ڈیرہ دون میں معلم اور

Marfat.com

مفسرِ قرآن تھے اور ۱۹۴۶ء کے فسادات میں وہیں شہید ہو گئے۔ مرحوم نے تین بچے چھوڑے جن میں ایک بچہ فوت ہو گیا۔ ایک لڑکی اور ایک لڑکا بقیدِ حیات ہیں۔ چھوٹی لڑکی عشرت اللہ صاحب سے منسوب ہیں جو علی گڑھ میں رہتے ہیں۔

تصنیف آپ نے تجوید کے مسائل کو آسان زبان میں پیش کیا اور "تیسیر التجوید" کے نام سے ایک عمدہ کتاب لکھی جو آپ کی تصنیفی یادگار ہے۔ مولانا قاری اظہار احمد تھانوی نے اس کتاب پر ایک شاندار حاشیہ بھی تحریر کیا ہے۔ [1]

---

[1] سوانحی تذکرہ کا مواد تیسیر التجوید کے آخر میں "سوانح حیات" سے لیا گیا ہے اور یہ مواد خلاصہ ہے اس تحریر کا جو خود حضرت قاری عبدالخالق صاحب نے اپنے حالاتِ زندگی پر چھوڑی۔ جناب قاری عبدالخالق صاحب کے بھتیجے اور قاری عبدالمالک صاحب کے فرزند جناب قاری عبدالماجد محمد ذاکر صاحب کی تحویل میں ہے۔

Marfat.com

مولانا محمد سلیم لکھتے ہیں :-

"یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہندوستان و پاکستان کے طول و عرض میں جہاں کہیں فن تجوید کا سلسلہ اور قراءاتِ سبعہ کا چرچا دکھائی دیتا ہے یقیناً بالواسطہ یا بلاواسطہ وہ مدرسہ صولتیہ (مکہ مکرمہ) کا فیض ہے۔ مدرسہ صولتیہ کے تعلیم یافتہ طلبہ جنھوں نے ہندوستان (قدیم) میں تجوید و قراءت کی ترقی و تعلیم میں خاص حصہ لیا ان میں خصوصیت کے ساتھ قرّاء ذیل قابل ذکر ہیں :-

۱۔ مولوی قاری محمد سلیمان صاحب مرحوم علوی بھوپال۔ (ڈائریکٹر محکمہ تعلیم بھوپال)

۲۔ قاری سید حسن صاحب دجانہ ضلع رہتک۔

۳۔ قاری عبد الرحمٰن صاحب مرحوم احیاء العلوم الہ آباد۔

۴۔ قاری عبد الخالق صاحب مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور۔

۵۔ قاری ابراہیم رشید خطیب مکہ مسجد حیدر آباد۔

۶۔ " عبد الوحید خاں صاحب دار العلوم دیوبند۔

۷۔ " عبد المالک صاحب مدرسہ فرقانیہ لکھنو۔

۸۔ " فیض عالم صاحب گولڑا، راولپنڈی۔

۹۔ " محمود یار صاحب بھوپال [مہتمم و صدر مدرسہ عبیدیہ تجوید القرآن بھوپال]

۱۰۔ " مطیع اللہ صاحب ملتان۔

۱۱۔ " میراں شاہ مرحوم معلم تجوید دار العلوم ندوہ لکھنو۔

۱۲۔ " مولانا ضیاء الدین صاحب مہتمم مدرسہ باقیات الصالحات مدراس۔

۱۳۔ قاری حمید الدین صاحب بانی مدرسہ تجوید سنبھل ضلع مراد آباد۔

۱۴۔ مولوی قاری سید مرتضیٰ حسینی صاحب بمبئی۔ " [۱]

مولوی محمد مسعود شمیم نے چند اور ناموں کا اضافہ کیا ہے :-

---

[۱] مولانا محمد سلیم : ایک مجاہد معمار، کراچی ۱۹۵۲ء، ص ۶۲، ۶۳

Marfat.com

۱۵۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی۔

۱۶۔ قاری محمد صدیق صاحب مرحوم دہلی۔

۱۷۔ قاری محمد میاں صاحب مرحوم لدھیانہ۔

۱۸۔ قاری خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم ڈھاکہ۔

۱۹۔ حافظ قاری محمد صغیر مرحوم مکہ ربنگال۔

۲۰۔ قاری محمد اکرم نعمانی کابل۔

۲۱۔ قاری فیض الحسن مرحوم وجانہ۔

۲۲۔ قاری بدر الاسلام مرحوم کیرانہ۔

۲۳۔ قاری عبد اللہ رشید مرحوم۔

ﮯ مولانا محمد مسعود شمیم: مدرسہ صولتیہ: رجب ۱۳۹۸ھ: ص ۱۲-۱۳۔

Marfat.com

شیخ القرا عبد الخالق سہارنپوری

وطن علی گڑھ، والد کا نام شیخ جیون علی، ولادت ۱۲۹۰ھ میں ہوئی۔ والد کا انتقال ۱۳۰۲ھ میں ہوا۔ ابتدائی تعلیم شیخ حسین سے حاصل کی حفظ کی تکمیل بھی انہی کی نگرانی میں ہوئی۔ ۱۳۱۳ھ میں والدہ اور چھوٹے بھائی عبد المالک کے ساتھ حج کو روانہ ہوئے۔ بعد فراغ حج مدرسہ صولتیہ میں شیخ القراء محمد عبد اللہ مہاجر مکی کے پاس تجوید و قرأت و علوم حاصل کئے۔ چار سال مکہ معظمہ میں قیام کر کے ۱۳۱۷ھ میں مدینہ منورہ گئے۔ چھ ماہ وہاں قیام کرنے کے بعد مکہ معظمہ واپس آئے جہاں مزید تین سال قیام کیا۔ اس عرصے میں قرأت کی درسی کتابیں اور پورا قرآن مجید شیخ القرا محمد عبد اللہ صاحب کو سنایا۔ ۱۳۲۱ھ میں نواں حج کر کے ہندوستان واپس ہوئے۔

۱۳۲۲ھ میں مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں آپ کا تقرر ہوا۔ اس وقت سے لیکر ۱۳۷۶ھ تک یعنی ۵۴ سال تجوید و قرأت کی خدمت انجام دی۔ آپ حجازی لہجہ میں بے تکلف قرآن مجید پڑھتے تھے۔ بناوٹ کو پسند نہ کرتے۔ خوش گو تھے اور عربی لہجہ کے بہت ماہر تھے۔ ترتیل میں عام طور پر چینی لہجہ اختیار کرتے تھے۔ آواز نہایت صاف، بلند اور باریک تھی۔ سانس بہت لمبی تھی۔ ترتیلاً و تحقیقاً بڑی بڑی آیتیں جن کو متوسط سانس والا کم از کم تین چار سانس میں پڑھ سکتا ہے۔ ان کو ایک ہی سانس میں بے تکلفی سے پڑھنا ان کے لیے معمولی بات تھی۔

آپ بڑے متقی، عابد و زاہد تھے۔ جامع مسجد سہارنپور کے امام و خطیب بھی رہے۔ تجوید کے قواعد میں "تیسیر التجوید" ایک کتاب تالیف کی جو طبع ہو چکی ہے۔

آپ کے فرزند قاری حافظ عبد الباری عشرہ کے قاری ہیں۔ علی گڑھ میں درس دیتے ہیں۔ شیخ القراء عبد الخالق صاحب نے ایک ہزار قاری بنائے۔ رمضان ۱۳۷۶ھ میں انتقال ہوا۔

Marfat.com

قاری عبدالباری صاحب سہارنپوری

آپ امام المجودین حضرت قاری عبدالخالق صاحبؒ کے فرزند ہیں۔
سنہ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء میں آپ کی پیدائش ہوئی۔

قرآن مجید اپنے والد صاحب سے حفظ کیا، پھر سنہ ۱۳۴۶ھ میں مظاہر العلوم میں داخلہ لیا اور فارسی اور عربی کی کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔ سنہ ۱۳۵۲ھ تک مظاہر علوم ہی میں تعلیم حاصل کی۔

بارہ سال تک آپ نے مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں درس دیا، پھر کچھ عرصہ کے لیے علی گڑھ چلے گئے اور وہاں پڑھاتے رہے۔ آپ عشرہ کے قاری تھے۔

جامع مسجد سہارنپور کے امام وخطیب رہے۔ آپ کے خاندان نے کوئی پچاس سال یہ خدمت انجام دی۔ ۷ ذیقعدہ سنہ ۱۳۹۴ھ / ۲۲ نومبر سنہ ۱۹۷۴ء کی صبح کو وصال ہوا۔

اولاد سب سے بڑے بیٹے حافظ عبدالہادی صاحب۔ اُنھوں نے حفظ اپنے والد صاحب سے کیا اور ٹیکنیکل لائن اختیار کی، دوسرے بیٹے حافظ قاری عبدالباقی صاحب ہیں جو آجکل ریاض کی الجمیع کمپنی میں کسی فنی خدمت پر مامور ہیں۔ آپ کے تیسرے بیٹے ضیاء الخالق ہیں، ان کا مشغلہ تجارت ہے، چوتھے بیٹے تسکین احمد ہیں، یہ حافظ قرآن ہیں اور درس نظامی کی تکمیل کر رہے ہیں، پانچویں بیٹے متین احمد ہیں، اسکول میں زیر تعلیم ہیں۔ اور آپ کی اتنی ہی دختران ہیں۔

لہ یہ مواد مولانا محمد شاہد صاحب کی علمائے مظاہر ج ۱ ص ۲۳۳ سے لیا گیا ہے۔

Marfat.com

مولانا محمد یعقوب ہزاروی

آپ پٹھانوں کے خاندان سواتی (بائی خیل) سے تعلق رکھتے تھے جو ایک علمی خاندان تھا۔ آپ کے والد مولانا غلام علی اور دادا مولانا محمد ظریف خان بھی عالم دین تھے۔ ۱۸۹۸ء کے لگ بھگ سالدار تحصیل مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب اور بڑے بھائی مولانا محمد قلندر صاحب سے حاصل کی، پھر ہزارہ اور کیمبل پور کے مختلف علماء سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں، ازاں بعد جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں مولانا مہر محمد صاحب سے پڑھتے رہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں کچھ عرصہ علامہ محمد انور کشمیری سے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ پھر مدرسہ عالیہ رامپور کے اساتذہ سے پڑھتے رہے، مدرسہ عزیزیہ رامپور کے اساتذہ مولانا سید احمد شاہ اور مولانا منور علی محدث سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ اسی دوران الٰہ آباد یونیورسٹی سے "مولوی فاضل" کا امتحان پاس کیا۔ دوبارہ دورۂ حدیث کے لیے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لیا اور مولانا حیدر حسن خان محدث سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ فرقِ باطلہ سے مناظرہ کے سلسلہ میں مولانا عبدالشکور لکھنوی سے تربیت حاصل کی۔ مدرسہ تکمیل الطب لکھنؤ سے طب و جراحت کی سند حاصل کی۔

علمِ تجوید کی تحصیل ایشیا کے مشہور استاد مولانا قاری عبدالمالک صاحب سے کی۔ مدرسہ قدیمیہ لکھنؤ اور مطلع العلوم رامپور میں تدریس کرتے رہے، ۱۹۳۹ء میں والدین کے اصرار پر وطن آئے اور واہ سیمنٹ ورکس کی جامع میں امام و خطیب مقرر ہوئے اور منبع العلوم کے نام سے دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی جس میں آخر تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کے تلامذہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔

بعض درسی کتابوں پر آپ کے مفید حواشی ہیں جو غیر مطبوع آپ کی اولاد کے پاس ہیں آپ نے چالیس سال سے زیادہ امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے۔

۲۶ رجب ۱۴۰۲ھ / ۲۱ مئی ۱۹۸۲ء بروز جمعہ واصل بحق ہوئے۔ میں پانچ لڑکے قاضی محمد ایوب، محمد یوسف، محمد یونس، محمد طیب اور محمد طاہر بھی عالم ہیں اور اتنی ہی دختران ہیں۔

Marfat.com

مولانا حافظ محمد داؤد ایڈووکیٹ ہزاروی

آپ ۱۸ ر ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ بروز اتوار امرتسر میں پیدا ہوئے اس وقت آپکے والد حافظ محمد یونس صاحب امرتسر میں بہ سلسلہ ملازمت مقیم تھے۔

چھ سال کی عمر میں والد صاحب نے کاندھلہ بھجوا دیا۔ ۱۲-۱۳ سال کی عمر تک کاندھلہ میں کوئی معقول انتظام تعلیم کا نہ ہو سکا آپ کے بڑے بھائی پروفیسر محمد عثمان صاحب علی گڑھ سے گرمیوں کی تعطیل میں کاندھلہ آئے تو انہیں آپ کی تعلیم کی طرف توجہ ہوئی، پہلے خود قرآن مجید حفظ کرانا شروع کیا۔ انتہائی شفقت اور روزانہ انعام دے کر آپ کو تعلیم کی طرف مائل کیا۔ تعطیل کے بعد کاندھلہ کے مکتب میں حافظ رحیم بخش صاحب سے حفظ کرنا شروع کیا۔

انہی سے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب نے حفظ کیا تھا۔ پہلے سال میں گیارہ پارے حفظ کئے، دوسرے سال میں حافظ صاحب کی خصوصی توجہ سے قرآن مجید مکمل حفظ کر لیا۔ تیسرا سال دور کے لئے مخصوص رہا۔ اس کے بعد مقامی مدرسہ عربی نصرۃ الاسلام جو مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے والد مولانا محمد اسماعیل مرحوم کے زیر نگرانی جاری تھا، داخلہ لے لیا، یہ ۳۷-۱۳۳۶ھ کا زمانہ تھا۔ اس مدرسہ کے روح رواں حضرۃ مولانا عبداللہ صاحب گنگوہی مصنف تیسیر مبتدی تھے۔ جن سے مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا شبیر علی وغیرہ حضرات ابتدائی تعلیم عربی حاصل کر چکے تھے۔ دو سال کے عرصہ میں ان سے صرف و نحو کی کوئی ۳۰ کے قریب کتابیں پڑھ لیں۔

شوال ۱۳۳۹ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ یہاں چھ سال کے عرصہ میں درس نظامی کی تکمیل کی ۱۳۴۵ھ میں حضرت مولانا عبدالرحمن کاملپوری سے دورہ حدیث پڑھ کر، ۱۸ کتابوں میں امتحان دیکر ۳۲۶ نمبر حاصل کر کے آخری امتحان میں اول آئے ۱۳۴۴ھ میں

Marfat.com

مدرسہ کی شعبان کی تعطیلات میں مولوی عالم کا امتحان جامعہ پنجاب سے پاس کر لیا دورہ حدیث کی تکمیل کے بعد اسی جامعہ سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ مظاہر العلوم کی تعلیم کے دوران حضرت قاری عبدالخالق صاحب سے روایت حفصؒ کی تکمیل کر کے سند حاصل کی پھر علیگڑھ بھائی صاحب کے ہاں جا کر ۱۹۲۸ء میں میٹرک ۱۹۲۹ء میں انٹر اور ۱۹۳۰ء میں (صرف انگریزی میں) بی اے کے امتحان جامعہ پنجاب سے پاس کر لئے۔ بی۔اے کا نتیجہ نکلا تو بھائی صاحب کا تعلق طلاقت علیگڑھ سے منقطع ہو گیا اور وہ اسلامیہ کالج پشاور میں پروفیسر حساب کی حیثیت سے آ گئے۔ ۱۹۳۰ء میں سروہی چلے گئے اور وہاں کچھ عرصہ مہاراجہ جو مسلمان ہو گیا تھا کو تعلیم دین دیتے رہے ۱۹۳۳ء تک وہاں قیام رہا ۱۹۳۵ء میں علی گڑھ میں ایم۔اے۔عربی کا داخلہ لیا اور ۱۹۳۷ء میں ایم اے عربی کے ساتھ ایل ایل بی کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ قانون کی کلاسیں مغرب کے بعد ہوا کرتی تھیں دونوں امتحان درجہ اول میں پاس کئے عربی (ایم۔اے) میں خصوصی امتیاز بھی حاصل رہا۔ کالج میں عربی لیکچرر کے لئے چھ ماہ تک علی گڑھ میں قیام کیا مگر خدا کی قدرت کوئی جگہ نہ ملی ۱۹۳۳ء میں شادی ہو گئی تھی اس لئے مجبوراً وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ پہلے اپنے ضلع مظفر نگر میں پریکٹس شروع کی۔ پھر قیام پاکستان کے بعد ایبٹ آباد میں کوئی چالیس سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اب دو سال ہو گئے ہیں کہ وکالت کا کام بالکل چھوڑ دیا ہے۔

حافظ صاحب نے ایک ملاقات میں فرمایا کہ جو زندگی اس پیشہ میں گزری برباد ہوئی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب جو آپ کے بھانجے بھی ہیں، آپ کی فراغت کے وقت مدینہ منورہ گئے ہوئے تھے، اگر وہ مظاہر العلوم میں ہوتے تو شاید آپ اس طرف کا رخ بھی نہ کرتے اور مظاہر العلوم ہی میں اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہوتے۔

---

۶ مارچ ۱۹۷۸ء کو وصال ہوا۔

Marfat.com

قاری محمد الیاس صاحب

قاری صاحب ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں نسباً سید ہیں۔
آپ ۱۵ دسمبر ۱۹۴۰ء کو تاجک ڈاک خانہ زنگو ضلع کیمبل پور میں پیدا ہوئے۔
ابتدائی تعلیم علاقہ میں حاصل کی پھر سہارنپور میں استاذ القراء حضرۃ قاری عبدالخالق صاحب سے ۱۹۷۴ء میں روایت حفص کی تکمیل کر کے سند حاصل کی۔

تدریسی خدمات:

فراغت کے بعد جناب سیٹھی محمد یوسف کے قائم کردہ مدارس میں تدریس پہ مامور ہوئے اور کچھ عرصہ بعد سیٹھی صاحب کے ارشاد پر بفہ تحصیل مانسہرہ میں آ گئے۔ یہاں پانچ سال تک نہایت محنت سے تدریس کی۔ سینکڑوں طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا۔ کچھ عرصہ مسجد نارڑھی مانسہرہ میں اور مسجد سیٹھی ایبٹ آباد میں بھی پڑھاتے رہے۔ پھر دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں دو سال تک قراءت کی تدریس کی۔ ازاں بعد سیٹھی صاحب کے تعاون سے "مدینۃ الرسول" میں دو سال پڑھانے کی سعادت ملی۔ اس کے بعد ۲ سال پشاور میں قاری کلاس کو پڑھاتے رہے۔ اور تین سال انگلینڈ میں تدریس کی۔ انگلینڈ میں آپ سے ۶۰ بچوں نے تیسواں پارہ اور ایک نے پورا قرآن مجید حفظ کیا۔ آپ سے پچاس سے زائد طلبہ نے حفظ مکمل کیا اور اس سے زائد نے تجوید پڑھی۔ انگلینڈ سے واپسی پہ اپنے گاؤں تاجک میں دارالعلوم ترتیل القرآن کی بنیاد رکھی اس دارالعلوم پر کوئی دو لاکھ روپے خرچ ہو چکا ہے آپ اس کے بانی اور مہتمم ہیں

Marfat.com

آپ راقم الحروف کے بزرگ دوستوں میں سے میں ہیں آپ کا انداز تدریس اتنا عمدہ ہے کہ طلبہ کشاں کشاں آپ کی خدمت میں پہنچتے ہیں اور محبت سے پڑھتے ہیں۔ ویران جگہ پر بھی بیٹھ جائیں تو سینکڑوں طلبہ جمع ہو جاتے ہیں یہ خدا کی دین ہے۔

صوفیانہ مسلک:

مدینۃ الرسول کے عرصہ قیام میں آپ حضرۃ مولانا عبدالغفور صاحب نقشبندیؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان سے سلوک کی تکمیل کی، حضرتؒ نے آپ کو خلافت سے بھی نوازا۔

Marfat.com

أساتذة (قاری صاحب کے اساتذہ)

آل القاري

عائلة المؤلف العلامة القاضي أحمد بن عبد الله القاري المكي من بيوت مكة الشهيرة التي أنجبت عدداً من العلماء والمثقفين الذين أسهموا في نهضة هذه البلاد قديماً وحديثاً.

عميد هذه الأسرة شيخ القراء بمكة المكرمة الشيخ عبد الله بن محمد بشير القاري المتوفى بمكة عام ١٣٣٧ هـ. تتلمذ على يد العلامة مؤسس المدرسة الصولتية الشيخ محمد رحمة الله لازمه ملازمة طويلة وأخذ عنه علومه بالمسجد الحرام والمدرسة الصولتية. صرف الشيخ عبد الله وأخوه الشيخ عبد الرحمن نشاطهما إلى حفظ القرآن وتجويده بالإضافة إلى العلوم الأخرى.

ولما لمس فيه العلامة رحمة الله الكفاءة العلمية عينه مدرسا للقرآن الكريم بالمدرسة. فأوقف حياته كلها على تعليم القرآن. جاء في كتاب (أعلام الصولتية) ما يشيد بجهود فضيلته في هذا المجال:

«وقد تتلمذ عليه ألوف لا مئات من أبناء أم القرى وغيرها. حتى ضرب به المثل في القراءة والصوت. والتربية والتوجيه، وكل تلامذته يذكرونه دائماً بالفضل. والدعاء والثناء الجميل أحسن الله إليه في أخراه كما أحسن في دنياه، وجزاه الخير الذي هو له أهل.

وخلف ذرية مباركة صالحة طيبة استفاد منها الناس وانتفعت بعلومهم الرجال» (١) وممن يعد من العلماء في هذا البيت الشيخ عبد الرحمن بن محمد القاري: شارك أخاه الشيخ عبد الله في التعلم بالمدرسة الصولتية، وتتلمذ أيضاً لمؤسسها العلامة محمد رحمة الله فحفظ القرآن وأجاده. وبعد أن أنهى دراسته سافر إلى الهند بتوجيه من العلامة الشيخ محمد رحمة الله العثماني لنشر علم القراءات والتجويد، فمكث بها طول حياته وتوفي هناك. (٢)

---

(١) أعلام الصولتية، من اعداد المدرسة الصولتية، مخطوط.

(٢) المصدر نفسه.

Marfat.com

أنجب الشيخ عبد الله القاري من الأولاد الذكور:

العلامة القاضي أحمد بن عبد الله القاري ١٣٠٩هـ ـ ١٣٥٩هـ.

العلامة القاضي حامد بن عبد الله القاري ١٣١٤هـ ـ ١٣٩٦هـ.

المربي الكبير الأستاذ محمود بن عبد الله القاري ١٣٢٠هـ ـ ١٣٩٧هـ.

الشيخ سراج عبد الله القاري

وفيما يلي عرض مفصل لتاريخ هؤلاء الأعلام الثلاثة الذين كان لهم دور بارز في الحياة العلمية والعملية يوم كانت مكة مركزاً علمياً هاماً قبل توحيد الجزيرة العربية وبعد أن منّ الله علينا بالوحدة على يد المغفور له جلالة الملك عبد العزيز طيّب الله ثراه.

-ooooo-

Marfat.com

مؤلف المجلة
القاضي أحمد بن عبد الله القاري
١٣٠٩ هـ - ١٣٥٩ هـ

ولد العلامة القاضي أحمد بن عبد الله بن الشيخ محمد بشير في مكة المكرمة سنة ١٣٠٩ من الهجرة. نشأ وتربى في أحضان والده شيخ القراء الشيخ عبد الله كما حفظ القرآن على يده.

التحق بالمدرسة الصولتية وتلقى علومه بها، بالإضافة إلى حضوره حلقات التدريس بالمسجد الحرام التي كانت تزدحم بالعلماء وطالبي العلم في ذلك الوقت. ولن نفتقد تفاصيل حياته العلمية بالمدرسة الصولتية والمنشور السنوي أو البيان السنوي الذي تصدره المدرسة في نهاية كل عام دراسي يزودنا ببعض المعلومات الآتية عن حياته العلمية بالمدرسة:

يشير الجزء الثاني من الكتاب السنوي (صدى العلم من الحجاز) الصادر في ٢٨ محرم عام ١٣٢٩ هـ بأن فضيلة المؤلف أدى الامتحان في تسعة علوم وهي: الحديث، أصول الحديث، علم المعاني، الفرائض، الحكمة، الهيئة، المجيب، الجبر، المقابلة، المختصر. ومنح جائزة علمية وهي كتاب «القاموس المحيط في اللغة»(١).

وفي نهاية الكتاب يشيد بالخطبة التي ألقاها المؤلف في الحفل السنوي أداء ومعنى، وجاء الثناء عليه في العبارة التالية:

«وبعدما وزعت الجوائز قام مقام الخطابة أحد تلامذة المدرسة وهو الحافظ أحمد بن القاري عبد الله وكان لخطبته تأثير عجيب في قلوب الحاضرين، لأن التلميذ مع حداثة سنه كان عذب البيان، وقادراً على الكلام كرجال المحافل».

ويشير الجزء الثالث منه الصادر في ٢١ محرم عام ١٣٣٠ هـ بأن المؤلف أدى الامتحان في المواد التالية:

تفسير البيضاوي، صحيح الترمذي، الهداية، سنن ابن ماجه، مختصر المعاني. ومنح جائزة علمية وهي خلاصة تذهيب الكمال والجاسوس في النقد على القاموس وكان من بين الخطباء في حفل السنوي المعتاد للمدرسة. كما ورد اسمه مدوناً بين أعضاء هيئة التدريس بالمدرسة.(٢)

---

(١) صدى العلم من الحجاز، ج ٢، ص ٥، ٩.

(٢) المصدر نفسه ج ٣، ص ٦، ١٦، ٤٢.

Marfat.com

ويوضح الجزء الرابع الصادر في ٢١ ربيع ثاني عام ١٣٣١ هـ أنه أدى الامتحان في:
تفسير البيضاوي، وسنن أبي داود، وسنن ابن ماجه والهداية. ومنح جائزة تقديرية هي: موضوعات السيوطي، شرح الإشارات مجموع ميرزاهد.(١)

ويشير الجزء الخامس الصادر عام ١٣٣٢ هـ إلى أن فضيلته أدى الامتحان في: البخاري، الهداية، ومنح جائزة تقديرية وهي: الأدب المفرد، مختصر المنتهى لابن الحاجب مع حواشيه.

كما أن اسمه مدون بين أعضاء هيئة التدريس بالمدرسة. وأنه (المعلم للعلوم الآلية). فمن خلال نشاطه في الدراسة والتحصيل، وما نحصل عليه من جوائز تقديرية، وترشيحه من بين طلاب المدرسة للخطابة في المناسبات يتبين لنا نبوغه المبكر، وتقدير المدرسين والإدارة المدرسية له حتى كان محل رعايتهم. كما أن من مظاهر هذا التقدير إسناد التدريس بالمدرسة في المراحل الدراسية الأولى للطلاب النابهين بعد أخذ الدروس اليومية على علماء المدرسة وأساتذتها الكبار، وكان العلامة المؤلف واحداً من هؤلاء. كما يتضح من قوائم العلوم التي درسها بالمدرسة الصولتية أنها كانت متعددة ومتنوعة من لغوية، وشرعية، وفلسفية، ورياضية، وكان لكل هذا أثر في نبوغه العلمي الذي يشهد له به أقرانه ومعاصروه من علماء الحرمين الشريفين. إذ كان معروفاً بينهم بنابغة الصولتية.

يذكر فضيلة الشيخ حسن محمد المشاط أنه لدى تقدم العلامة أحمد القاري للامتحان للتدريس بالمسجد الحرام وكانت هيئة الامتحان مكونة من أربعة علماء يطرح كل واحد سؤاله في مختلف العلوم ويناقشون المتقدم مناقشة قوية مفحمة قلّ من يستطيع النجاح فيها. وكان الأمر بالنسبة للشيخ أحمد القاري أنه إذا طرح عليه السؤال يسهب في الإجابة بطريقة تحليلية عجيبة فإذا ما أراد أحد العلماء الممتحنين مقاطعته قال له: على رسلك فالكلام إلى نهايته. واستطاع بأسلوبه وقوة عارضته وعلمه الغزير أن يتملك إعجاب الممتحنين والحاضرين، وعلى اثر ذلك استحق بجدارة أن يكون من مدرسي المسجد الحرام.

ويتحدث كتاب أعلام الصولتية في معرض ترجمته بأنه «نال الإجازات النهائية العالية، وتخرج فيها (المدرسة الصولتية) وهو في زهرة الشباب وعنفوانه، وبرع في جميع العلوم الدينية والدنيوية، وشرع يدرس بمدرسته التي تخرج فيها وذلك في صفر ١٣٣٠ هـ ومكث بها معلماً إلى نهاية ذي الحجة ١٣٣٤ هـ.

---

(١) المصدر نفسه، رقم ٤، ص ٦، ٤٢.

Marfat.com

كما بدأ التدريس بالمسجد الحرام، ودرس العلوم والكتب التي تلقاها لاسيما الفقه الحنفي، الذي تضلع فيه حتى صار حجة ثبتاً عارفاً عالماً يرجع إليه العوام والخواص من الناس مستفتين وسائلين فيجيبهم في تواضع ورفق وبشاشة وكمال خلق فيقتنعون بحكمه. وكان يعقد حلقات دروسه في حصوة باب إبراهيم من المسجد الحرام يرتادها كثير من طلاب العلم حتى كثر عنه الأخذ والتلاميذ في سائر العلوم الدينية».

ويتحدث شاهد عيان لدروسه بقوله:

«صليت المغرب في حصوة باب ابراهيم فعقدت أمامي حلقة كبيرة التف حولها جمع غفير من طلاب العلم، فاقتربت منها فإذا بالشيخ أحمد القاري رحمه الله يتوسطها، وكان أصغر طلابه سناً. ولكن طلاقة لسانه، وسحر بيانه، وحسن إلقائه جمعت عليه القلوب، وخلدت له سمعة طيبة في التدريس والقضاء. ومعاشرة جميع من عرفه واختلط به. دنوت من حلقته وكان موضوع درسه في الحيض فسمعته يقول: المتحيرة هي التي حارت في أسباب نزيف دمها، والمحيرة هي التي حيرت غيرها في أسباب هذا النزيف، وعلى كلتا الحالتين فللعلماء أقوال في أحوالها.

ثم أخذ رحمه الله يشرح لطلابه حالات المحيرة فضقت ذرعاً من درسه لأني في ذلك الوقت كنت حدثاً لم أبلغ سن الرشد، ولم تتسع مداركي لأمثال هذا البحث، وإن كنا نحفظه في المدرسة كالببغاوات، ونسرده في الاختبار دون فهم. ولكن الشيخ أحمد رحمه الله كان لبقاً في تدريسه إذ كان يختصر أمثال هذه المواضيع خشية من ملل طلابه، فاختتم الدرس، وأخرج كراسة أخرى من محفظته الجلدية، وبعد أن بسمل رحمه الله وصلى على رسوله قال:

(باب خيار المجلس في البيع والشراء) عن حكيم بن حزام أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: البائعان بالخيار ما لم يتفرقا فإن صدقا وبينا بورك لهما، وإن كتما وكذبا محقت بركة بيعهما رواه البخاري ومسلم وأبو داود والنسائي وأحمد. ثم وضع كراسته رحمه الله... ثم استمر مسترسلاً في شرح أحكام البيوع إلى أن أذن للعشاء. فاختتم الدرس ورفع يده ودعا لنفسه وطلابه والمسلمين بما شاء تقبل الله منا ومنه إنه سميع الدعاء.

رحم الله الشيخ أحمد القاري فقد كان درسه في البيوع قبل أن يتولى القضاء، وتعرض عليه ألوان من قضايا البيوع، وتحايل الناس، وغشهم، وحرصهم للحصول على المال من شتى الطرق، مشروعة أو غير مشروعة ما دام في ذلك إشباع لنهمهم ولو سنحت له الظروف بالتدريس بعد تولية القضاء لمسنا في شرحه ما فيه عظة وعبرة للتاجر والصانع...»(١)

---

(١) عمر عبد الجبار، سير وتراجم، ص ١٥

Marfat.com

تقلب فضيلته في مناصب قضائية وتعليمية في العهدين الهاشمي والسعودي. انتخب معاوناً لأمين الفتوى بمكة المكرمة عام ١٣٣٦هـ. كما عين عضواً بهيئة التدقيقات الشرعية (تدقيق الصكوك) سنة ١٣٣٩هـ إلى جانب عمله السابق. وبقي يشغل هذه المناصب حتى زوال العهد الهاشمي سنة ١٣٤٣هـ. سافر بعد ذلك إلى الهند وأقام بها حوالي عامين.

وفي عهد المغفور له جلالة الملك عبد العزيز عين قاضياً في جدة سنة ١٣٤٥هـ. ثم استقال من القضاء وأقام بجدة مشتغلاً بالتدريس والدعوة والإمامة في مسجد عكاشة. وفي عام ١٣٤٩هـ صدر أمر جلالة الملك عبد العزيز آل سعود رحمه الله بتعيينه عضواً في مجلس الشورى.

وفي عام ١٣٥٠هـ عين رئيساً للمحكمة الشرعية الكبرى بمكة المكرمة، وشهدت المحكمة في عهده عدة تحسينات وتنظيمات.

وفي عام ١٣٥٧هـ صدرت الموافقة السامية بتعيينه عضواً في رئاسة القضاة (هيئة تمييز الأحكام حالياً)، وظل يشغل هذا المنصب إلى أن وافته المنية في شعبان عام ١٣٥٩هـ بحي السلامة بالطائف، فرحمه الله رحمة واسعة على ما قدمه من خدمات جليلة للعلم والمسلمين.

أولاده: أنجب فضيلته من الأولاد الذكور:

عبد الحي: تدرج في عدة مناصب حكومية وأهلية.

عبد الحميد: وهو يعمل بوزارة الخارجية السعودية.

محمد سعيد: وهو يعمل بوزارة الخارجية السعودية أيضاً.

عبد الفتاح: وهو يعمل بوزارة الإعلام السعودية.

ومن الإناث أربعاً أيضاً.

آثاره العلمية:

فيما عدا التدريس والقضاء اللذين نال فيهما سمعة حسنة وذكرى طيبة حميدة فإنه لم يترك من المؤلفات - فيما نعلمه - سوى هذا السفر الجليل (مجلة الأحكام الشرعية على مذهب الإمام أحمد ابن حنبل رضي الله عنه) الذي نقدمه اليوم بين يدي الباحثين والدارسين ورسالة كان ينشرها على صفحات جريدة صوت الحجاز يرد بها على رسالة مداواة الصائمين للدكتور السيوطي جردها فضيلة الشيخ زكريا عبد الله بيلة أحد علماء مكة المعاصرين.

ولعل التدريس والقضاء قد شغلا وقته عن التأليف، كيف وهو الذي عرف منذ حداثة سنه بالكتابة والبيان.

Marfat.com

القاضي حامد بن عبد الله القاري

١٣١٤هـ - ١٣٩٦هـ

فرع تألق من فروع دوحة آل القاري العلمية، رضع بلبان العلم وهو في مهده، وسقي من ماء ذلك النبع فلا غرو أن يكون بعد ذلك شجرة باسقة من شجرات الشريعة آتت ثمارها يانعة نضرة حلوة نافعة للكثير من طلاب العلم.

شهد عام ١٣١٤هـ ولادته ولعله بدأ يتلقى تدريباته الدينية، وهو في حضن عائلته قبل أن يلتحق بالمدرسة عام ١٣٢١هـ. فعائلات العلم ترى في صغارها منذ ولادتهم ورثة يجب أن تسري دماء التراث في أجسامهم من نعومة أظفارهم.. وظل الشيخ القاري يتدرج في مدارج التعليم والتثقيف في ميادين العلم المختلفة وعلى أيدي فطاحل علماء مكة المشهورين، والذين كانت المدرسة الصولتية «الجامعة» التي تضمهم بين جدرانها. ولا غرو أن يكون في مقدمة من تلقى عنهم والده الشيخ عبد الله القاري المقرىء الشهير وأستاذ علم القرآن في المدرسة.. وانتقل بعد ذلك من حلقة إلى أخرى بل من دوحة علم إلى دوحة أخرى يتزود من الثمار فيقول الأستاذ ماجد رحمة الله في ترجمته للشيخ حامد «وأخذ العلم عن أساتذتها في ذلك العهد الذين كان يعتز بهم من أمثال العلامة الشيخ عبد الرحمن أحمد دهان، والعلامة الشيخ مشتاق أحمد الكارفوروي، والعلامة المفتي عبد اللطيف، ومؤرخ مكة الشهير الشيخ عبد الله غازي، والشيخ عيسى رواس وشقيقه الأكبر الشيخ أحمد القاري والشيخ أحمد ناضرين والخطاط الشهير السيد محمد مرزوقي الكتبي وغيرهم من أساتذة العلم... وعلماء ومدرسي المسجد الحرام».(١)

ولم يكن العلم في عصره هدفاً إلى شهادات بل كان ... العلم ذاته ومن ثم يقول الشيخ في ترجمته لنفسه «لم يكن بالمدرسة الصولتية في وقتنا نظام خاص للشهادات المدرسية مثل ما عليه الحال في مدارس هذا العصر»(٢) ومع ذلك فقد فاز الشيخ بالكثير من شهادات التقدير «وحصل على شهادات علمية وإجازات من أساتذته كما أجازته مدرسة الحرم المكي الشريف في عهد الحكومة التركية بالتدريس في المسجد الحرام عام ١٣٣٢هـ(٣) ويقول عن نفسه «كما أن لدي

---

(١) ماجد مسعود رحمة الله، وفيات الأعيان (الشيخ حامد عبد الله القاري) مجلة المنهل، العدد الرابع، السنة الثامنة والأربعون، ص ٢٩٥.

(٢) ترجمة خطية بقلم الشيخ حامد عبد الله القاري وجدت بين أوراقه.

(٣) المصدر السابق ص ٢٩٦.

Marfat.com

شهادة من رئيس العلماء بمكة بتاريخ ٢٢ جمادى الأولى ١٣٣٥ هـ موظفاً بالحرم الشريف وشهادة أخرى بالتدريس بالمسجد الحرام في ١٣ جمادى الأولى سنة ١٣٣٤ هـ ملازماً بالحرم الشريف وموقعتان بختم أمير مكة الشريف الحسين بن علي.

خدم رحمه الله الميدان العلمي في أكثر نواحيه تدريساً، وقضاء وتأليفاً وادارة. فقد درس بالمدرسة الصولتية منذ عام ١٣٣١ هـ، وفي المسجد الحرام سنة ١٣٣٤ هـ وفي المدرسة الراقية منذ عام ١٣٣٧ هـ، وقد قادته كفاءته إلى تعيينه قاضياً في ينبع البحر عام ١٣٣٩ هـ - ١٣٤٣ هـ حيث دفعت به الظروف إلى الترحال فجال في بلاد الهند، وأندونيسيا، وسنغفورة حيث درس هناك، ثم إلى برنو حيث عين مديراً للمدرسة الإسلامية هناك.

وعاد به الترحال إلى أرض الوطن سنة ١٣٥٨ هـ ليعود إلى خدمته بكل خبراته وكفاءته مدرساً بمدرسة تحضير البعثات ثم معاوناً لقاضي الطائف وكاتب عدل بها سنة ١٣٥٩ هـ، وقاضياً بالقنفذة من ١٣٦٤ هـ - ١٣٦٦ هـ ثم قاضياً بينبع البحر من سنة ١٣٦٦ هـ - ١٣٨٥ هـ حيث بلغ من العمر ما استحق به أن يخلد إلى راحة البدن والاستقرار بعيداً عن الميدان الوظيفي حيث أحيل إلى التقاعد وإن كان نشاطه الفكري والتعليمي الخاص لم يتوقفا يوماً ما.

يقول ماجد مسعود «وكان رحمه الله محبوباً لدى جميع الطبقات لحسن أخلاقه وجميل صفاته فكان يزوره الكثيرون و يستفتونه و يراجعونه في حل مشكلاتهم... وكنت أزور فضيلة الشيخ حامد في داره بزقاق النجارية بالمسفلة فأستفيد من معلوماته وحديثه العذب عن الذكريات القديمة بالمدرسة وفي عهد القضاء، وكان يحفظ الشيء الكثير عن علماء مكة ومدارسها القديمة والعصور التي مرت بالبلاد..» (١)

أما نشاطه التأليفي فيقول رحمه الله عن نفسه:

«كنت أيام تدريسي بالمدرسة الراقية كتبت على نظم التفسير ورسالة في أصول الحديث. ولما كنت بمجاورة حللت الشاطبية وكتبت شرحاً صغيراً على العاصمية ورسالة في التعريفات والمصطلحات المنطقية.

ولما تقاعدت عن العمل بينما كنت أراجع فتاوي الشيخ عبد الحفيظ العجيمي رأيت أن في كتاب الفرائض أخطاء مطبعية فصححت تلك الأغلاط وعملت لكل مسألة فيها التوضيح اللازم وشباكات المناسخات وقد أتممت ذلك ولله الحمد الآن.

ولما كان كل طالب علم يحتفظ لديه بدفتر يقيد به ما يرى فائدة فيه للذكرى في مختلف المسائل من فقه وتفسير وحديث وأدب وتاريخ وغير ذلك فلدي مجموعة من المسائل المتفرقة المفيدة.

---

(١) ماجد مسعود، ص ٢٩٦.

Marfat.com

وأنا الآن أشتغل بجمع الأوراق التي خلفها أخي المرحوم الشيخ أحمد القاري وفيها فوائد متفرقة. أسأل الله أن يوفقني لجمعها وترتيبها حسب الإمكان»(١)

ولكن الأجل لم يتركه رحمه الله ليحقق أمله في جمع وترتيب مؤلفات أخيه فقد أدركه مساء الثلاثاء من ربيع الأول عام ١٣٩٦ هـ. «وهكذا ترك فراغاً كبيراً بوفاته بعد أن أمضى ٨٢ سنة في خدمة البلاد والعلم والقضاء»(٢)

أنجب من الأولاد الذكور من يشغلون مناصب علمية وحكومية وهم:

الشيخ محمد حامد القاري ويعمل موظفاً بالمحكمة الشرعية ومتخصص في جداول المناسخات في علم الفرائض كما يعمل مأذوناً شرعياً وهو أكبر أولاده والشيخ شاكر والشيخ عبد الباري، وله من الإناث ابنتان.

- ● ● ● -

---

(١) ترجمة المؤلف لنفسه.

(٢) ماجد مسعود، ص ٢٩٦.

Marfat.com

الشيخ محمود بن عبد الله القاري

١٣٢٠ هـ / ١٣٩٧ هـ

من أكابر رجال التعليم بمكة المكرمة الذين أوفوا حياتهم منذ البداية حتى الوفاة على خدمة التعليم وتطويره في العهدين عهد الأشراف والعهد السعودي الزاهر. وامتد نشاطهم العلمي إلى البلاد الإسلامية الأخرى.

عاصر التعليم في البلاد الحجازية وفي المملكة العربية السعودية يوم كانت مدارسه معدودة ومراحله محدودة لا تتجاوز الثانوية، وعاصره وكان أحد بناته ومؤسسيه لما اتسع نطاقه وأسست أول كلية في الجزيرة العربية كلية الشريعة بمكة المكرمة كنواة للتعليم الجامعي فكان من أوائل من تولى شؤونها وأسس لنموها وتطورها.

ولد بمكة المكرمة عام ١٣٢٠ هـ، ودرس بالمدرسة الصولتية المواد الدينية واللغة العربية والرياضية وتخرج فيها عام ١٣٣٧ هـ.

بدأ حياته الوظيفية خارج المدرسة الصولتية عام ١٣٣٩ هـ حيث عين معاوناً لمدير مدرسة ينبع التحضيرية، وبعد عام من تعيينه بها أصبح مديراً لها واستمر في هذا حتى عام ١٣٤٢ هـ حيث انتقل إلى جدة فعين مساعداً لمدير المدرسة الابتدائية.

قضى الأستاذ محمود قاري فترة من حياته بعيداً عن موطنه يؤدي رسالة التعليم ففي عام ١٣٤٤ هـ سافر إلى الهند ومنها إلى جاوة حيث مكث بها من عام ١٣٤٥ هـ إلى عام ١٣٤٨ هـ مشتغلاً فيها بالتدريس، وقد عين في جزيرة «بور ينو» مديراً لإحدى المدارس الأهلية. وفي عام ١٣٤٨ هـ عاد إلى أرض الوطن ليواصل جهاده العلمي. ومن ثم تقلب في وظائف علمية وادارية متعددة كان فيها مثالاً عالياً في الإخلاص والتفاني في خدمة الوطن، وكان هذا عاملاً رئيسياً في تسنمه أعلى المناصب التعليمية آنذاك فما يعين في منصب حتى يرقى إلى آخر أعلى منه.

ففي عام ١٣٤٩ هـ عين مديراً لمدرسة الشبيكة التحضيرية بمكة. وفي نفس العام نقلت أعماله إلى التدريس بالمدارس الابتدائية وهي أعلى من المرحلة التحضيرية واستمر بها حتى نهاية عام ١٣٥٤ هـ.

ثم تعين مديراً للمدرسة السعودية بالمعلاة.

Marfat.com

وفي عام ١٣٥٧ هـ تعيّن مدرساً بالمعهد العلمي السعودي وتحضير البعثات ثم مفتشاً بمديرية المعارف.

وفي عام ١٣٥٩ هـ أعيدت خدماته للتدريس في مدرستي المعهد العلمي السعودي، وتحضير البعثات ثم مساعداً لمدير مدرسة تحضير البعثات، وكان يدرس بهاتين المدرستين اللتين كانتا تعتبران أعلى مراحل التعليم بالمملكة علم الفرائض والمواد الرياضية إذ كان مشهوراً بإجادتها، فقد كان من أساتذة المواد الرياضية ومعلميها المجيدين.

وعندما تم تأسيس كلية الشريعة والدراسات الإسلامية مع بداية عام ١٣٦٩ هـ وكانت أول تجربة رائدة للتعليم العالي في المملكة العربية السعودية في عهد العلامة الكبير محمد بن عبد العزيز ابن مانع رحمه الله مدير المعارف احتفظ لنفسه بإدارة الكلية وتخير للإدارة والإشراف الفعلي الأستاذ القدير محمود قاري تقديراً لكفاءته العلمية والإدارية. وكان يشغل إلى جانب وكالة إدارة الكلية بعض الأعمال الإدارية بمديرية المعارف، وظل كذلك حتى نهاية ١٣٧٢ هـ حيث عين مديراً للتعليم.

وفي عام ١٣٧٤ هـ عيّن مديراً للإدارة العامة للامتحانات ومكث يشغل هذا المنصب حتى أحيل للتقاعد عام ١٣٧٦ هـ.

جاء في كتاب اليوبيل الفضي (كلية الشريعة والدراسات الإسلامية في ٢٥ عاماً) في التنويه عن المنجزات في عهده:

«المنجزات في عهد فضيلته (محمود بن عبد الله قاري) استقلال الجهاز الإداري للكلية ومتابعة تطبيق المناهج التي اشترك في وضعها مع اللجنة المكونة لذلك». (١)

وبعد إحالته للتقاعد. لم يتوقف عطاؤه لهذه البلاد، كما أن الأجهزة الحكومية عرفت له قدره وكفاءته. ففي عام ١٣٧٧هـ تعين مديراً لدار الأيتام الخيرية، ثم عُين مستشاراً بإدارة الشؤون الاجتماعية بوزارة العمل والشؤون الاجتماعية وهو آخر منصب حكومي تقلده في حياته.

وقد وافته المنيّة بعد مرض ألزمه الفراش مدة طويلة يوم الجمعة السابع من ربيع الأول عام ١٣٩٧ هـ.

وبمناسبة تأبينه كتب عنه الأديب الكبير الأستاذ أحمد عبد الغفور عطار مقالاً بجريدة الندوة تحت عنوان (محمود قاري العلامة والفرائضي الكبير).

يتحدث فيه عن شخصيته العلمية وأساليبه التربوية حديث العارف به إذ تتلمذ عليه السنين الطويلة نقتبس منه بعض ما يسلط الأضواء على الجانب التربوي وخصائصه العلمية.

(١) كلية الشريعة والدراسات الإسلامية في ٢٥ عاماً (مكة: مؤسسة مكة للطباعة والإعلام)، ص ٣٤.

Marfat.com

يقول الأستاذ أحمد عبد الغفور عطار:

«لقد فارق [الشيخ محمود قاري] هذه الدنيا يوم الجمعة السابع من ربيع الأول سنة ١٣٩٧ هـ بعد أن ترك فيها أولاداً صالحين بررة، وتلامذة يبلغون عشرات الآلات في العالم العربي والإسلامي بينهم آلاف بهذه البلاد أنا أحدهم... كان الشيخ محمود قاري يعلمنا الفرائض في الابتدائية وفي المعهد، وهو فرض عظيم، وعلامة جليل في الفقه الحنفي، وأستاذ بارع في الرياضيات، وكان موسوعة في علوم أخرى، وكان آية في الخلق، وكل أساتذتنا كانوا أرقى النماذج في الصلاح وحسن الخلق والكرم، وفي العلم والأدب...

وكان لشيخنا رحمه الله أسلوب رائع في التربية والتعليم، وكانت العلوم الرياضية عسيرة علينا، فكنا نلجأ إليه فيها إذا لم نفهمها من أستاذنا فيها، وكنا نفهم الصعب منه في يسر وسهولة لأن أسلوب شيخنا القاري في الإفهام كان خيراً من أسلوب أستاذ المادة.

وكان شيخنا فكهاً ظريفاً ولطيفاً...»

ويشير الأستاذ العطار إلى أن الشيخ محمود قاري كان يجيد حرفة التجليد ويستشهد على هذا بقوله:

«وشكونا إلى شيخنا العلامة الشيخ محمود قاري ذات مرة تمزق ما لدينا من الكتب العلمية والأدبية من كثرة تداولها دون تجليد، وما نريد أن ننفقه في التجليد نشتري به كتباً جديدة، فاستعد لأن يعلمنا التجليد يوم الخميس بعد انتهاء حصصه الدراسية، ولشد ما أدهشنا أن شيخنا كان عليماً بالتجليد، وماهراً كل المهارة في صناعته، وأحضر لنا أدواته وعلمنا التجليد الافرنجي في ساعات حتى مهرنا فيه وأخذنا نجلد كتبنا بأيدينا».

ويتمم الأستاذ أحمد عبد الغفور عطار حديثه عن الشيخ محمود قاري بقوله:

«وكان يحسن بعض اللغات مثل اللغة الأندونيسية والأردية وله طلاب ينتشرون في آسيا وافريقيا وبخاصة في أندونيسيا، وليست كثرتهم لأنه قضى بها أربع سنوات من سنة ١٣٤٤ هـ إلى ١٣٤٨ هـ وحسب، بل لأنه كان بين طلبته بمكة في مدارسها وطلبته بالمسجد الحرام كثير من الأندونيسيين.

ويعد الشيخ محمود قاري من بناة نهضة التعليم الإسلامي في أندونيسيا، فهو من واضعي المنهج، ومن أعظم من نشروا العلم فيها، حتى انتشر تلامذته في ذلك الأرخبيل.

وجيل شيخنا من الأساتذة جيل النابغين العباقرة فكل مشائخنا وأساتذتنا كانوا عظماء كباراً في العلم والفضل والنبل والأخلاق وهم الذين بنوا العلم ونهضوا به...»(١)

---

(١) أحمد عبد الغفور عطار، محمود قاري العلامة والفرائضي الكبير، مكة جريدة الندوة، الثلاثاء، ١١ ربيع الأول عام ١٣٩٧ هـ.

Marfat.com

وفي ترجمته التي خطها بيده للمدرسة الصولتية عن ذكرياته بها وأسماء من تلقى العلم بالمدرسة من أفراد أسرته، وزملائه بالمدرسة يقول:

«إن الذكريات كثيرة في أيام الدراسة بالمدرسة فقد كان الطلاب في المدرسة إخوة متحابين مجتهدين في التحصيل، والأساتذة يعطفون على الطلاب أكثر من عطف الآباء. إن والدي عبد الله القاري وكذلك أعمامي عبد الرحمن وولي وحبيب، وكذلك إخواني أحمد قاري، وحامد قاري، وسراج قاري هؤلاء كلهم حفظوا القرآن بالمدرسة وتحصلوا على أكبر شهادة في العلوم جميعاً.

الزملاء كثيرون ولا أستطيع سرد أسمائهم أذكر منهم الشيخ حسن محمد المشاط، والشيخ سراج ششة، والشيخ عبد الصمد فدا، والأستاذ عبد الله فدا، وعلي إلياس. وعبد الغني بشير، وعبد الوهاب إلياس، ومختار بخاري، ومحمود مفتي، وأسعد مفتي وكامل كردي ابن الشيخ ماجد كردي، وعيسى دهان، ومحمد دهان، ومحمود بخاري».

أنجب رحمه الله تعالى عدداً من الأولاد الذكور الذين يشغلون مناصب علمية وحكومية وفنية وهم:

- عبد الله القاري وقد عمل مدرساً بالمعهد العلمي وتحضير البعثات وتقلب في مناصب حكومية عديدة.
- عبد العزيز القاري، تقلب في وظائف حكومية إدارية متعددة في وزارة المعارف وهيئة الرقابة والتحقيق.
- إبراهيم القاري ويعمل بوزارة المالية ممثلاً مالياً.
- رشاد القاري ويعمل مدرساً للتربية الرياضية بوزارة المعارف.
- صالح وأحمد القاري ويعملان طيارين بالخطوط السعودية.

وهكذا فقد أنجبت هذه العائلة في الماضي والحاضر الرجال العاملين الذين أدوا ويؤدون خدمات جليلة لهذه البلاد.

في الختام فإن ذلك غيض من فيض مما جادت به دوحة آل القاري من أمجاد علمية ارتوى من نبعها الصافي طلاب العلم في شتى بقاع الأرض. ولو تركنا العنان للقلم لخط الكثير ولسطر لهذه العائلة صنوفاً من الجهود والأمجاد الكثيرة، ولكن عذرنا أن لهذه الدراسة حدوداً لا بد أن نتوقف عندها.

Marfat.com

ولا يسعنا وكلنا مدينون لهذه العائلة بتلك الجهود إلا أن نطلب من الله جل وعلا لأفرادها وللعلماء الذين جاهدوا في الله حق جهاده الرحمة والجزاء الأسنى ويجعل في ذريتهم الخلف الصالح. آمين إنه سميع مجيب، والله من وراء القصد.

مكة المكرمة في ١٣٩٩/١٢/٢٥هـ
١٤ نوفمبر سنة ١٩٧٩م

المحققان
الدكتور محمد إبراهيم أحمد علي
الدكتور عبد الوهاب إبراهيم أبو سليمان

Marfat.com

شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن مکی رحمۃ اللہ علیہ

"آفتاب تجوید و قراءت صدر المجودین شیخ القراء حافظ محمد عبدالرحمٰن مکی ثم الٰہ آبادی کی ضیا باشی نے پورے ہندوستان کو عموماً اور ممالک متحدہ بہار اور بنگال کو خصوصاً اپنے نور سے منور کر دیا ہے۔ حضرت کے ممتاز شاگرد وقاری ضیاء الدین احمد، محمد صدیق میمن سنگھی، عبدالمالک، ان قراء نے جو قرأت سبعہ و عشرہ پھیلانے میں سعی کی ہے وہ بے حد قابلِ ستائش ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "عبدالرحمٰن تم ہندوستان ہی میں رہو تم سے بہت کام لینا ہے" حرف بحرف پورا ہوا۔ اس واقعہ سے اس تعلق کا خاطر خواہ اظہار ہوتا ہے جو آقائے نامدار ﷺ کو قرآنِ پاک کی ادائی اور رہتی دنیا تک اس کی ترویج و اشاعت سے ہے۔

حضرت کے والد محمد بشیر خان صاحب قصبہ قائم گنج ضلع فرخ آباد (یوپی) کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے کان پور آکر رہ گئے تھے۔ غدر میں حصہ لینے کی وجہ سے انگریزی حکومت نے جائیداد ضبط کر کے پریشان کیا تو ۱۲۷۴ھ میں ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے۔ ان کے تین فرزند تھے۔ (۱) محمد عبداللہ (۲) محمد عبدالرحمٰن (۳) محمد حبیب الرحمٰن۔ والد نے تینوں فرزندوں کو مکہ معظمہ میں تعلیم دلوائی۔ محمد عبداللہ نے مقری ابراہیم سعد مصری سے قراءتِ عشرہ کی سند لی۔ یہ صاحب سلسلہ اور قراءت کے جید استاد تھے۔ قراءت کے ساتھ محمد عبداللہ صاحب نے حفظِ قرآن کی تکمیل بھی کی۔ پھر مدرسہ صولتیہ میں شیخ التجوید مقرر ہو گئے۔ آخر عمر تک قرآن پاک کی خدمت انجام دیتے

Marfat.com

رہے۔ حضرت کا معمول تھا کہ روزانہ درس کے علاوہ ایک گھنٹہ تجوید کی مشق کیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ جب تک مشق نہ ہو آواز و ادائی پر قابو نہیں رہتا۔ ہر قاری کو چاہیئے کہ روزانہ کی مشق ترک نہ کرے۔

حضرت ہی سے آپ کے دونوں چھوٹے بھائیوں نے قرأتِ عشرہ سیکھیں اور ہندوستان واپس آکر یہاں قراءت کا سلسلہ جاری کیا۔ شیخ القراء حضرت محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکی کا فیض سارے عالم میں پھیلا۔ چالیس سال سے زیادہ قرآن کی خدمت کر کے ۱۳۳۶ھ میں وفات پائی مکہ معظمہ میں دفن ہیں۔

قاری محمد عبداللہ صاحب نے مکہ معظمہ ہی میں شادی کی تھی۔ چار لڑکے اور ایک لڑکی تولد ہوئی۔ قاری حافظ محمد احمد، قاری محمد حامد، قاری محمد محمود، قاری محمد سراج۔ لڑکی قاری مرزا محمود سے بیاہی گئی۔ قاری محمد عبداللہ کے سب فرزند مکہ معظمہ ہی میں رہے۔ قاری حافظ محمد احمد صاحب بہت ہی اچھے قاری، حافظ، عالم اور فقیہہ تھے۔ بڑے ذہین و ذکی تھے۔ مناظرہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کی قابلیت سے متاثر ہو کر ملک عبدالعزیز نے آپ کو قاضی القضاۃ بنا دیا۔

دوسرے فرزند قاری حافظ محمود بھی اچھے قاری تھے۔ دو سال ہندوستان میں کلکتہ اور اور الہ آباد میں مقیم رہے، پھر واپس چلے گئے۔

قاری محمد عبداللہ کے داماد قاری حافظ مرزا محمود بیگ کے والد مرزا احمد یار بیگ بھی غدر کے بعد دہلی سے مکہ معظمہ چلے گئے۔ مکہ معظمہ میں مرزا محمود بیگ ۱۳۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم مدرسہ صولتیہ میں ہوئی۔ قاری محمد عبداللہ مکی سے قراءت سیکھی۔ ۱۳۳۵ھ میں سبعہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۸ء میں ہندوستان آئے۔ پہلے چچا خسر قاری عبدالرحمان کے پاس الہ آباد میں قیام کیا۔ وہاں سے بھوپال آئے۔ ۱۹۲۳ء میں مدرسہ عبیدیہ میں مدرس اول بنا کر رکھے گئے۔

Marfat.com

اس کے بعد شاہی قراء میں شمار ہونے لگے۔ جنرل عبید اللہ خاں، مرض الموت میں آپ سے قرآن سنا کرتے تھے۔ اب مدرسہ حمیدیہ میں تجوید و قراءت کا درس دیتے ہیں۔ خوش الحانی سے پڑھتے ہیں، ادائی صاف ستھری ہے اور مخارج وصفات پر بڑا عبور ہے۔

(۲۱۴) شیخ القراء حافظ محمد عبد الرحمن مکی تقریباً ۱۳۰۱ھ میں ہندوستان کو واپس ہوئے۔ کانپور میں مولانا احمد حسن صاحب کے مدرسہ میں مدرس ہوئے۔ یہیں ان کا عقد بھی ہو گیا۔ قاری صاحب نے کانپور سے الہ آباد جا کر عبد اللہ کی مسجد متصل ریلوے اسٹیشن کے مدرسہ احیاء العلوم میں کام شروع کیا۔ یہاں طلبہ کی تعداد چنداں زیادہ نہ تھی اور نہ ان میں استفادے کا شوق تھا۔ اس لئے دل برداشتہ ہو کر حضرت نے واپس مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کر لیا۔ سفر کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ توشہ بھی تیار ہو چکا تھا۔ رات گذارنی باقی تھی۔ صبح کی گاڑی سے روانہ ہونے والے تھے۔ رات کو خواب میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"عبد الرحمن! تم ہندوستان ہی میں رہو۔ ہم کو تم سے بہت کام لینا ہے"۔

صبح ہوتے ہی حضرت نے تمام سامان کھلوا دیا اور ہجرت کا ارادہ ترک کر دیا۔ ہندوستان میں حضرت کا ابتدائی زمانہ تھا۔ لوگ آشنا نہ تھے۔ مگر حضرت نے اس کے بعد سرگرمی سے تجوید و قراءت کی نشر و اشاعت کی طرف توجہ کی۔ رفتہ رفتہ شہرت ہوئی اور وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ پورے ہندوستان سے لوگ کھنچ کھنچ کر آنے لگے۔ حضرت کے شاگردوں کی تعداد اور ان کی جدوجہد دیکھ کر قاری عبد الرحمن صاحب کی خدمات کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔

کئی سال کے بعد دو مرتبہ حج کو گئے۔ آخری عمر میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تشریف لے گئے۔ وہیں ۸ جمادی الاولی ۱۳۴۱ھ کو انتقال ہوا۔ ٹولہ محبوب گنج میں دفن کئے گئے۔

Marfat.com

حضرت عبدالرحمٰن کا حافظہ بہت قوی تھا۔ شاطبیہ، لامیہ، درّہ، طیبتہ۔ یہ سب کتابیں اور قراءت سبعہ وعشرہ کے اصول و فروش بہ جمیع طرق بالکل ازبر تھے۔

مجلس میں قرآن سنانے کی فرمائش کی جاتی تو کبھی تصنع یا تکلف سے نہ پڑھتے۔ بہت سادگی سے سنادیتے۔

قاری حافظ عبدالرحمٰن صاحب کو فنون سپہ گری، کشتی، پہلوانی اور پیراکی میں کمال حاصل تھا۔ روزانہ ورزش کرتے رہتے تھے جس کی وجہ سے جسم خوب بنا ہوا تھا۔ پٹا، بانک، بنوٹ میں ماہرین بھی آپ کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ مولانا عین القضاۃ صاحب کے مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کے تجوید و قراءت کے سالانہ امتحانات کے لیے آپ کو بلایا جاتا تھا۔ جب آپ لکھنؤ تشریف لے جاتے تو تلامذہ کو ورزش کی ترغیب دیتے۔ عشاء کی نماز کے بعد کبھی کبھی ورزشی مظاہرے بھی کرتے۔

آپ کے شاگردوں کی صحیح تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے، کئی ہزار کی تعداد میں تھے۔ ان میں سے ممتاز شاگرد جن کی وجہ سے تجوید و قراءت پھیلی یہ تھے:۔

(۱) شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد صدیقی (۲) مقری عبدالوحید خاں الہ آبادی (۳) شیخ القراء حافظ عبدالخالق علی گڑھی (۴) شیخ القراء حافظ عبدالمالک (۵) شیخ القراء حافظ حفظ الرحمٰن پرتاب گڑھی (۶) محمد نصیر نعمانی (۷) مقری محمد عبدالمعبود (۸) محمد یوسف کلکتوی۔

فنِ تجوید میں آپ کی اردو تالیف "فوائد مکیہ" اکثر نصاب میں داخل ہے۔ عربی میں فن رسم الخط عثمانی میں "افضل الدرر" تالیف کی۔ قصیدہ رائیہ کی ایک محققانہ شرح لکھی۔

قاری عبدالرحمٰن صاحب کے صرف ایک لڑکی ہوئی جو بچپن میں انتقال کر گئی۔ اس کے بعد کوئی اولاد نہ ہوئی۔ قاری محبوب علی صاحب کو متبنّٰی بنایا تھا۔ چنانچہ کتب خانہ اور کل

Marfat.com

اثاث البیت انہی کے حوالے کیا۔ قاری محبوب علی صاحب پاکستان چلے گئے۔ مقام گولڑہ مقیم ہیں۔

شیخ القراء عبد الرحمٰن مکی نے چونکہ حجاز میں تعلیم پائی تھی، حجازی لحن پر زور دیتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں بھی یہ چیز نمایاں ہے۔ شاگردوں میں عبد الخالق علی گڑھی اور عبد المالک نے بھی سات سال مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ اس لیے لحن حجازی میں مہارت تھی۔ ان کے جملہ شاگرد بھی اسی لحن میں پڑھتے ہیں۔ (ج ۱ ص ۲۳۳ تا ۲۴۰ سے ماخوذ و اقتباس)

حافظ قاری حبیب الرحمٰن مکی

"محمد بشیر خاں کے تیسرے فرزند شیخ القراء عبد الرحمٰن مکی ثم الہ آبادی کے چھوٹے بھائی، مکہ میں پیدا ہوئے۔ شیخ القراء محمد عبد اللہ مہاجر مکی سے قراءات عشرہ سیکھیں اور حفظ کی تکمیل ہندوستان واپس آنے کے بعد مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں تشنگان علم تجوید و قراءت کو سیراب فرماتے رہے۔ آخر عمر میں دمہ کا عارضہ ہوگیا تھا۔ علاج کے لیے منجھلے بھائی عبد الرحمٰن مکی کے پاس الہ آباد گئے، وہیں ۱۳۴۲ھ میں انتقال ہوگیا۔" (ص ۲۲۳)

ظفر المحصلین باحوال المصنفین ص ۲

صاحب فوائد مکیہ

نام و نسب اور اصلی وطن:

آپ کا نام عبد الرحمٰن ہے اور والد کا نام محمد بشیر خان۔ شیخ الشیوخ، محقق وقت اور امام فن تھے۔ آپ کا اصلی وطن قائم گنج ہے جو ضلع فرخ آباد کا ایک قصبہ ہے

Marfat.com

تفصیلی حالات :

جب آپکے والد ماجد ہجرت کر کے عرب تشریف لے گئے تو ان کے ہمراہ آپ اور آپ کے بڑے بھائی قاری محمد عبداللہ صاحب مکہ پہونچے۔ آپ اپنے بھائی سے تجوید و قرأت کی تکمیل کر کے ہندوستان تشریف لاتے اور کانپور مولانا احمد حسن صاحب کے مدرسہ میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی اور کئی سال تک اسی مدرسہ میں تجوید و قرأت کے مدرس رہے پھر شیخ عبداللہ رئیس الہ آباد آپ کو الہ آباد لے گئے وہاں ان کے مدرسہ احیاء العلوم میں سالہا سال درس وتدریس فرماتے رہے یہ مدرسہ طویل عرصہ تک علم قرأت کا مرکز رہا۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں میں آپ کے شاگرد بہت سے ہیں ان میں سے مشہور ومعروف یہ ہیں۔ قاری ضیاء الدین، قاری عبدالوحید

وفات :

کسی رنجیدگی کی وجہ سے مولانا عین القضاۃ صاحب کی طلبی پر احیاء العلوم سے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تشریف لے آتے تھے یہاں ایک ہفتہ علیل رہ کر ۱۳۴۹ھ میں وفات پا گئے یہاں کے قیام کی مدت تقریباً دو سال ہے۔

علمی یادگار :

تجوید کی مشہور ومعروف اور جامع کتاب "فوائد مکیہ" آپ ہی کی تصنیف ہے جو اکثر جگہ داخل نصاب ہے۔

دوسری تصنیف "افضل الدرر" ہے جو علامہ شاطبیؒ کے قصیدہ رائیہ کی نہایت نفیس اور محققانہ شرح ہے۔

حواشی فوائد مکیہ :

تعلیقات مالکیہ از مولانا قاری عبدالمالکؒ صاحب علی گڑھی حواشی مرضیہ از مولانا قاری حافظ محب الدین احمد بن قاری ضیاء الدین احمد الہ آبادی۔

Marfat.com

امداد صابری لکھتے ہیں :-

ایک صاحب علم شخصیت

انہوں نے علم تجوید کو فروغ دیا

قاری عبداللہ کے والدِ ماجد مولوی محمد بشیر خان صاحب کافی جائیداد اور مکانات کے مالک تھے ۔ اپنی جائیداد وغیرہ کو فروخت کر کے مکۃ معظمہ ہجرت کر کے چلے آئے اور یہیں مقیم ہوگئے ۔ آپ کے امام المناظر حضرت مولانا علامہ رحمۃ اللہ کیرانوی بانی مدرسہ صولتیہ مکۃ معظمہ سے تعلقات تھے ۔ اور ہم جلیس تھے ۔ اُن کے دو صاجزادے عبداللہ عبدالرحمٰن تھے ۔ اُن دونوں کو حضرتِ مولانا کے حوالے کر دیا ۔ مکۃ معظمہ میں آئے تھوڑی مُدت گزری تھی کہ فوت ہو گئے ۔ جنت المعلیٰ میں آرام فرمائیں ۔

قاری عبداللہ اور قاری عبدالرحمٰن دونوں نے مولانا صاحب سے استفادہ کیا اور لمبی مُدت تک اُن کے پاس رہے ۔ دونوں بابِ ابراہیم کے پاس رہتے تھے ۔ اُن دونوں کو مدرسہ صولتیہ کے سب سے پہلے مشہور مصری قاری ابراہیم سعد کے حوالے کیا ۔ جن کو مولانا نے بڑے اہتمام کے ساتھ مدرسہ میں تجوید و تعلیم اور حفظِ قرآن کے لیے مقرر کیا تھا ۔ قاری ابراہیم نے ان دونوں پر بڑی محنت کی اور عمدہ تربیت دی ۔ تھوڑے دنوں کے بعد ان کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا ۔ تو یہ دونوں کُلی طور پر مولانا صاحب کے پاس رہنے لگے ۔ جب یہ دونوں تعلیم سے فارغ ہو گئے ۔ تو مولانا رحمۃ اللہ صاحب نے قاری عبدالرحمٰن صاحب کو حکم دیا ۔ کہ وہ ہندوستان جائیں ۔ اور قرآن کا یہ ثمر وہاں پھیلائیں اور تجوید و تعلیم قرآن کو عام فرمائیں ۔ چنانچہ قاری عبدالرحمٰن صاحب ہندوستان پہنچے اور الٰہ آباد میں مقیم ہو گئے اور وہاں مدرسہ میں معلّم تجوید و قرأتِ اوّل مقرر ہوئے ۔ عوام کو پتہ لگا کہ مکۃ معظمہ سے ہندوستان

Marfat.com

کا ایک باشندہ تعلیم قرآن پاکر آیا ہے۔ تو لوگ اُن کی طرف والہانہ طور پر متوجہ ہو گئے۔ وہاں قاری عبدالرحمٰن مکّی کی بجائے قاری عبدالرحمٰن الٰہ آبادی مشہور ہو گئے ہے ہندوستان کے لوگ ان سے استفادہ کرنے کے لیے آنے لگے اس طرح قاری صاحب نے مدرسۂ صولتیہ کے فیض کو وہاں مشہور فرمایا۔ ہندوستان کے اوّل و سابقین قُرّاء نے قاری صاحب ہی کی بدولت قرآن کی صحیح طور پر تجوید و تعلیم و قرآت کو پورے ہندوستان ہیں مساجد و مدارس کے واسطے عام کیا۔ قاری صاحب نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ صاحب کیرانوی کے حکم سے اپنی پوری زندگی وہیں گزاری۔ ۱۳۵۰ھ میں حج کی ادائیگی کے لیے آگئے واپس جانا چاہا تو قاری عبداللہ صاحب کے صاحبزادوں نے مکہ معظمہ میں قیام کا اِصرار کیا تو قاری عبدالرحمٰن صاحب نے مولانا کا حکم یاد دلایا۔ الٰہ آباد پہنچے اور ۱۳۵۹ھ میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔

قاری عبدالرحمٰن کے بھائی قاری عبداللہ کی تعلیمی قابلیت اور بلند ہمتی دیکھ کر حضرت مولانا رحمۃ اللہ صاحب نے اپنے زمانے میں ہی ان کو مدرسہ صولتیہ میں مدرسِ اوّل تعلیم و تجوید وحفظِ قرآن کریم مقرر کیا تھا اور قرآن کریم کے شعبہ کا صدر بنایا۔ مکہ معظمہ میں شیخ القراء مشہور ہونے کے ساتھ ہی مدرسہ صولتیہ کے اونچے اعلیٰ اور قدیم اُستادوں میں شمار ہونے لگے۔ مکہ مکرمہ اور مدرسہ صولتیہ میں قرآن کریم کی خدمت انجام دی۔ وہاں کی کافی تعداد نے اور دوسرے ممالک کے لوگوں نے مدرسۂ صولتیہ میں آپ سے استفادہ کیا۔ قاری عبداللہ صاحب آخری عمر تک مدرسہ صولتیہ میں قرآن کریم کی خدمت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اُن کا مکہ مکرمہ میں ۱۳۲۸ھ میں انتقال ہوا۔ جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ چار صاحبزادے چھوڑے۔ سب سے مشہور و معروف شیخ احمد اُن سے چھوٹے شیخ حامد پھر شیخ محمود و سراج ہوئے۔ اُنھیں سے مکہ میں یہ خاندان قاری خاندان کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

شیخ احمد بن عبداللہ القاری ۱۳۰۹ھ کو مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ مدرسۂ صولتیہ میں داخلہ لیا۔ اور وہاں کے مختلف اساتذہ و علماء سے استفادہ کیا۔

Marfat.com

مولانا مشتاق احمد کانپوری، شیخ العلوم النقلیہ والفلسفہ، مؤرخ مکہ شیخ عبداللہ غازی ان
کے علاوہ مسجد حرام میں اپنے زمانہ کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ تعلیم سے فارغ ہونے
کے بعد مدرسہ صولتیہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ محرم سنہ ۱۳۲۲ھ سے سنہ ۱۳۴۶ھ تک
مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

ہاشمی عہد میں سرکاری مدارس قائم کیے گئے۔ تو مدرسہ راقیہ ہاشمیہ میں مدرس مقرر
ہوئے۔ پھر اس مدرسہ کے مدیر بنے۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ ہاشمیہ کے مدیر بنے۔
سنہ سے سنہ ۱۳۴۳ھ میں ینبوع البحر قضا کے عہدے پر مامور ہوئے۔ بعدہ ہندوستان
اور جاوہ کا سفر کیا۔ اور کئی مدارس میں مدرس
کی خدمت انجام دی۔ سنہ ۱۳۵۸ھ کو مکہ معظمہ میں واپس ہوئے۔ کئی مدارس میں
میں درس دیا۔ اس کے بعد طائف میں سنہ ۱۳۵۹ھ سے سنہ ۱۳۶۲ھ تک معاون
قاضی طائف اور کاتب عدل رہے۔ سنہ ۱۳۴۶ھ سے سنہ ۱۳۶۶ھ تک قنفدہ میں
قاضی مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۳۶۶ھ سے لے کر سنہ ۱۳۷۵ھ تک پھر ینبوع البحر کی قضا پر
مامور ہوئے۔ اس کے بعد مکہ معظمہ واپس ہوئے۔ اور حرم شریف کے قریب مکان
لیا۔ جس میں اپنی عمر کے آخری ایام گزارے۔ اور مکہ معظمہ میں ۳/ ربیع الاول
سنہ ۱۳۹۶ھ کو بدھ کے دن فوت ہوئے۔

جنت المعلیٰ میں آرام فرمائیں

Marfat.com

جوانی میں ہی فارغ التحصیل ہوئے۔ تو مدرسہ میں ہی صفر ۱۳۳۰ھ سے آخر ذوالحج ۱۳۳۴ھ تک مدرسی کی۔ اس کے ساتھ ہی حرم شریف میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ فقہ حنفی کے جیّد عالم اور مکہ معظمہ کی ایک ممتاز شخصیت مانے گئے۔ اور مرجع عوام وخواص بنے۔ مسجدِ حرام میں اپنا درسی حلقہ باب ابراہیم کی کنکریوں میں جمایا۔ حلقۂ درس میں مختلف طبقات و اوساط کے لوگ شریک ہوا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کافی اونچے مرتبہ رکھنے والے اور ممتاز افراد نے آپ سے استفادہ کیا۔ اور آپ کی شہرت عام ہوئی۔ علمی اعلیٰ قابلیت کا چرچا ہوا تو امیر مکہ معظمہ شریف حسین بن علی الہاشمی کے زمانہ میں امین الفتویٰ کے معاون ۱۳۳۶ھ میں مقرر ہو پھر ساتھ ہی ساتھ ۱۳۳۹ھ توقیعات شرعیہ کمیٹی کے ممبر منتخب ہوئے۔ جب شریف مکہ ہاشمی کا دورِ حکومت کا زوال ۱۳۴۴ھ میں ہوا۔ تو آپ حجازِ مقدس کے اور لوگوں کی طرح مکہ معظمہ سے نکلے اور ہندوستان میں الٰہ آباد میں اپنے چچا کے محترم قاری عبدالرحمٰن صاحب الٰہ آبادی کے پاس رہے۔ پھر کراچی انڈونیشیا اور جاوے ہوتے ہوئے جدّہ پہنچے۔ اُن کو ۱۳۴۵ھ میں قاضئ جدّہ بنا دیا گیا۔ یہ عزت افزائی جلالۃ الملک عبدالعزیز آل سعود کے زمانہ میں ہوئی۔ اس کے بعد خطابت و امامت و وعظ کے لیے جدّہ کی مسجد جامع عکاشہ میں مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۹ھ میں جلالۃ الملک عبدالعزیز آل سعود کے حکم سے مجلس شوریٰ میں ممبری عطا ہوئی۔ ۱۳۵۰ھ میں محکمۂ شرعیہ کبریٰ کے رئیس بنے۔ اور محکمہ میں اپنے عہد میں کافی تبدیلیاں کیں۔ ۱۳۵۸ھ میں ان کو ہئیۃ القضاء کی ممبری دی گئی اور شعبان ۱۳۵۹ھ میں طائف میں فوت ہوگئے۔

شیخ احمد قاری صاحب نے مذہب حنبلی پر "مجلۃ الاحکام" تالیف کی تھی۔ جو طبع ہوگئی ہے۔ اور ان کے اور ان کے خاندان کا عربی تذکرہ اسی سے ماخوذ ہے۔

شیخ حامد صاحب کی ولادت مکہ مکرمہ میں ۱۳۱۴ھ میں ہوئی۔ سات سال کی عمر میں مدرسۂ صولتیہ میں داخل ہوئے۔ اور ۱۳۳۱ھ میں فراغت حاصل کی۔ ان کے اساتذہ میں مولانا قاری عبداللہ شیخ احمد قاری شیخ مُلّا علی اکبر پنجابی شیخ العلماء شیخ عبدالرحمٰن

Marfat.com

کو حکم دیا کہ ہندوستان جائیں اور وہاں قرآن کی خدمت کریں۔ اپنے خرچ پر ہندوستان کے سفر کا بندوبست کیا دنیا نے دیکھ لیا کہ ہند قدیم کے طول وعرض میں حضرت مولانا قاری عبدالرحمن الہ آبادی خدمتِ قرآن کے آسمان پہ سورج بن کر چمکے۔

۱۳۵۸ھ میں قاری عبدالرحمن صاحب حج کے لیے تشریف لائے تو حضرۃ مولانا محمد سلیم صاحب نے ان کی کبرسنی کے پیش نظر نہ صرف خواہش کی بلکہ اصرار کیا کہ اب آخر عمر ہے مکہ معظمہ میں قیام فرمائیں اور مدرسہ صولتیہ میں یہ خدمت قرآن شروع کریں لیکن تعمیل حکم اور پاس وفا کا یہ جذبہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ رو کر یہ فرمایا کہ

یہ سب کچھ ٹھیک ہے مگر مولانا رحمت اللہ صاحب نے مجھے رخصت کرتے ہوئے سینے سے لگا کر فرمایا تھا کہ مرتے دم تک ہندوستان میں خدمتِ قرآن کرنا اب آخر وقت میں اپنے استاد کی حکم عدولی اگر کروں گا تو آخرت میں کیا منہ دکھاؤں گا اور کعبہ بھی اللہ کا اور قرآن بھی اللہ کا۔ مجھے تو قرآن کی خدمت میں ہندوستان ہی میں دفن ہونا ہے۔

چنانچہ مکہ معظمہ سے واپسی پر مدرسہ صولتیہ کے اور خاص طور پر اپنی اس جائے تعلیم کے جہاں اپنے استاذوں سے پڑھا تھا در و دیوار کو چوم کر بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ دعا مانگتے ہوئے چلے گئے کہ اے اللہ! اس جگہ کے فیض کو لے کر میں نے پوری عمر ہندوستان میں تیرے کلام پاک کی خدمت واشاعت میں گزار دی۔ اب بھی یہی عہد لے کر جا رہا ہوں چنانچہ ہندوستان تشریف لے گئے اور آخر وقت تک تحفیظ و تدریس کا کام اللہ نے ان سے جس عظیم اور بابرکت طریق پر لیا اس کا ثبوت وہ ہزاروں حاملینِ قرآن ہیں جو بالواسطہ اور بلاواسطہ برصغیر کے اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

Marfat.com

مولانا مسعود احمد شمیم مدیر مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ لکھتے ہیں :

مولانا قاری عبداللہ اور قاری عبدالرحمٰن اور قاری حبیب الرحمٰن تین بھائی تھے۔

حاجی حافظ بشیر احمد صاحبؒ جن کا اصل وطن میرٹھ یوپی کے فرزند تھے۔

۱۸۵۷ء میں جب حالات خراب ہوئے اور انگریزوں نے فوجی مورچہ وغیرہ بنانے کے لیے جب ان کے محلہ کو خالی کرانا چاہا تو وہاں انگریزوں کے مظالم سے پریشان ہو کر اپنے گھر والوں کے ساتھ مکہ آ گئے تھے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہاں کس سنہ میں آئے اور آیا اہلیہ ساتھ تھیں یا وہیں فوت ہو چکی تھیں مکہ آنے کے بعد چونکہ حضرت حاجی صاحب کی ذات مہاجرین کا مرجع تھی اور مدرسہ صولتیہ قائم ہو چکا تھا۔ تو حافظ بشیر احمد نے اپنے دونوں بچوں کو لے کر ان الفاظ کے ساتھ ان کو سپرد کیا کہ حضرت! یہ بچے میں نے آپ کو دیے اب آپ جانیں اور آپ کا کام، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اہلیہ ہندوستان میں ہی فوت ہو چکی تھیں حضرت مولانا نے ان دونوں بچوں کی جس طرح تعلیم و تربیت کی اور مدرسہ کے مدرسین سے ان کے علوم کی تکمیل کرائی اور خود ان کو فارسی کی متداول کتابیں اول سے گلستاں، بوستاں تک پڑھائیں لیکن عجیب بات ہے کہ دونوں بچوں کا دھیان تجوید و قرآت کی طرف زیادہ تھا، اور حضرۃ مولانا کے مدرسہ صولتیہ کے تاسیسی مقاصد میں بھی یہ چیز بنیادی اصول کی حیثیت رکھتی تھی کہ ہندوستان میں بچوں کو زیادہ سے زیادہ وہ عربی طریقہ قرأت سکھا کر ہندوستان بھیجا جائے اس لیے حضرت مولانا نے بھی بڑی کتابوں پر زیادہ وقت لگانے کی بجائے ان کو قرأت و تجوید ہی سے زیادہ وابستہ رکھا۔ اور مدرسہ صولتیہ کے عہد اول کے استاذ الاساتذہ قاری ابراہیم سعد مصری جو کہ تدریس قرآت و تجوید میں باکمال استاد تھے کلی طور پر ان سے وابستہ کر دیا۔ اور اپنی خاص نگرانی میں دونوں بھائیوں کو قراءات سبعہ تجوید اور قرآن پاک کی تدریسی مشق کرائی اور اس کے بعد تین سال مدرسہ صولتیہ میں مدرس مقرر کرنے کے بعد قاری عبدالرحمٰن صاحب

Marfat.com

بڑے بھائی

قاری عبداللہ صاحب کو حضرت مولانا رحمت اللہ نے خدمتِ قرآن کے لیے منتخب فرمایا اور اپنے پاس رکھا، شادی کی اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں قاری عبدالرحمٰن صاحب سے خدمت قرآن کا کام لیا اس سے کہیں زیادہ قاری عبداللہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ اب سے پچاس سال پہلے تک شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو جس میں مدرسہ صولتیہ اور قاری عبداللہ صاحب کے فیض یافتہ نہ ہوں۔ قاری صاحب کی شہرت بین العالمی تھی حج کے زمانے میں بڑے بڑے امراء، علماء، مشائخ یا تو برکت کے لیے یا واقعی حصول فن کے لیے حضرت قاری صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنا باعث شرف و سعادت سمجھتے تھے۔

حضرت تھانویؒ نے بھی حضرت قاری صاحب سے پڑھا ہے ان کا وصال ۱۳۳۰ھ میں ہوا مکہ جنت المعلیٰ میں قبر ہے (مہر منیر میں جو حالات ہیں درست نہیں) قاری عبداللہ صاحب کو خدمتِ قرآن، اشاعتِ قرآن کی جو دولت عطا فرمائی تھی یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ قاری صاحب نے اپنے وقار، اپنی عظمت، خودداری، زہد کے ذریعے اس کا حق ادا کر دیا۔ نواب سلطان جہاں بیگم فرمانروائے بھوپال نے اپنے دو بیٹوں عبیداللہ، حمیداللہ کو پڑھانے کی فرمائش کی۔ ایام حج میں اطرافِ عالم سے بہت بڑی تعداد میں مدرسہ صولتیہ کی اور قاری عبداللہ صاحب کی شہرت سن کر لوگ قرآن کی تصحیح یا سندِ قراءات لینے آتے اور کوئی ھدیہ یا نذرانہ پیش کرتے تو قاری صاحب کے جلال کی انتہا نہ رہتی۔ حجاز کے سخت انقلابی ایام میں جبکہ مخلوقِ خدا رزق و معیشت کے صبر آزما امتحان سے گزر رہی تھی اور مدرسہ کی تنخواہ قوت لایموت کا مصداق تھی۔ ان حالات میں بھی ان نفوسِ قدسیہ نے قرآن پاک کو اپنا پیٹ پالنے کا ذریعہ نہیں بنایا۔

Marfat.com

حضرت مولانا محمد سعید صاحب ناظم اول مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ نے جس طرح قاری عبداللہ صاحب کی قدر افزائی کی اور ان کو حضرت بانی مدرسہ کی قابل قدر یادگار سمجھ کر آخر وقت تک مدرسہ صولتیہ میں اعزاز و اکرام کے ساتھ رکھا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے

حرم جارہے تھے کہ اونٹ نے لات ماردی اور اس کے بعد بھی آخر وقت تک پڑھاتے رہے زیادہ بیمار نہیں ہوئے اور وصال فرمایا۔

اولاد میں تین فرزند احمد قاری حامد قاری نابغۂ صولتیہ قاضی ینبوع محمود قاری کلیۃ الشرعیۃ کے پرنسپل ہیں۔

Marfat.com

حضرة قاریؒ عبداللہ صاحب کے چند تلامذہ

مولانا فضلِ حق محدثِ شمس آبادی

آپ مولانا برھان الدین بن مولانا محمد منیر کے فرزند تھے۔ قومیت کے لحاظ سے اعوان تھے۔

تحصیل علم :- انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں سرزمین ہند میں تحصیلِ علم میں مصروف تھے کہ اچانک کسی قافلہ کے ہمراہ سرزمین حجاز پہنچے اور مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوگئے۔ وہاں چار سال کے عرصۂ قیام میں مختلف علوم و فنون کی تکمیل کر کے کتب حدیث مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی فاتح عیسائیت سے پڑھ کر سند الفراغ حاصل۔ آپ کے دوسرے اساتذہ میں مولانا عبدالاوّل جونپوری اور مولانا محمد نور تھے۔

علم قرأت کی تحصیل مولانا قاری عبداللہ صاحب سے کی جو مدرسہ صولتیہ کے سٹاف میں شامل تھے اور انہیں سے سند القراءت حاصل کی۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے مثنوی شریف پڑھی۔

اسی دوران عرب قبیلہ بنی زہرہ کی ایک خاتون سے نکاح ہوا۔ جن کے بطن سے ایک لڑکا عبدالحق تھا آپکی زندگی ہی میں دونوں ماں بیٹا اللہ کو پیارے ہوگئے۔ آپ کے والد مولانا برہان الدین حج کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کو واپس وطن آنے کی تاکید کی۔ مولانا برہان الدین کا طواف کرتے ہوئے وصال ہوا۔ اور آپ واپس وطن آگئے۔

تدریسی خدمات :- واپس وطن آکر والد صاحب کے مسندِ درس کو زینت دی اور ایک عرصۂ دراز تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کے ممتاز ترین تلامذہ میں آپکے فرزند مفتی محمد عمر شمس آبادی کے علاوہ مولانا عبدالقادر کوہاٹی مولانا حمد اللہ جالی مروانی اور مولانا عبدالرحمٰن صدر مدرس مظاہر العلوم سہارنپور خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

آپ نے ایک عرصہ تک طلبہ کو حدیث پڑھائی، اسی وجہ سے "محدثِ شمس آبادی" کے نام سے مشہور ہوگئے۔

وفات :- ۱۹۲۹ء میں آپ کا وصال ہوا۔

اولاد :- میں مولانا مفتی محمد عمر نے آپکے مسندِ درس کو سنبھالا، اور تدریس جاری رکھی۔

Marfat.com

مولانا قاری فضل حق تلمیذ حضرۃ قاری عبداللہ صاحب مکی

آج تقریباً پون صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے کہ ضلع اٹک کی مشہور بستی شمس آباد کے ایک علمی خانوادے کا ایک ہونہار نوجوان طالب علم تنگنائے ہند سے نکل کر اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لیے سیدھا مکہ معظمہ پہنچ کر وہاں کی مشہور اسلامی درسگاہ مدرسہ صولتیہ میں داخلہ لے لیتا ہے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مدرسہ صولتیہ کی شہرت اپنے باکمال عملہ کی وجہ سے بام عروج پر پہنچ چکی تھی اور صولتیہ کا سورج نصف النہار پہ چمک رہا تھا اس اسلامی درسگاہ کے صدر المدرسین اس وقت کے مشہور و معروف عالم مولانا رحمت اللہ کیرانوی تھے جو اپنے وقت کے جید و متبحر عالم، بہترین مناظر اور بلند پایہ مصنف تھے آپ کی علمی فوقیت اور مناظرانہ قابلیت پر آپ کی شہرہ آفاق تصنیف "اظہار حق رد نصاریٰ" شاہد عدل ہے یہ کتاب عربی میں ہے مولانا رحمت اللہ کے بے پناہ مناظرانہ حملوں نے پادری فنڈر کا ناطقہ بند کر دیا تھا۔ یہ کتاب اسی پادری فنڈر کی تردید میں تصنیف کی گئی تھی حقیقت میں یہ کتاب مولانا مرحوم کا شاہکار ہے اور عیسائیت کی تردید میں حرف آخر ہے چنانچہ اس نوجوان اولوالعزم طالب علم جن کا نام فضل حق تھا اور جو کاتب الحروف کے جدامجد ہیں نے پوری اسلامی دنیا میں صرف مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی کی وجہ سے مدرسہ صولتیہ کی درسگاہ کو منتخب کیا مولانا فضل حق نے نہایت اطمینان کے ساتھ مدرسہ صولتیہ کی پاکیزہ فضا میں مسلسل چار سال بسر کر کے علم دین کی تکمیل کی آپ کے استاذ فی الحدیث مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی تھے اور فن تجوید میں آپ کے استاد اپنے وقت کے امام القراء قاری عبداللہ تھے اور مثنوی رومی کے درس کے لیے قطب الاقطاب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا وجود مسعود صد غنیمت تھا تزکیہ باطن اور مثنوی کے اسباق حاجی صاحب سے ہوتے تھے۔ فخر و تکبر کی بناء پر نہیں بلکہ تحدیث بالنعمت کے طور پر میں یہ کہنے میں غالباً حق بجانب ہوں گا کہ متحدہ ہند کے برٹش امپائر کے عہد اقتدار میں پورے پنجاب میں مولانا فضل حق محدث شمس آبادیؒ کے بغیر مشکل سے کسی عالم کے پاس ایسی

Marfat.com

وقیع اسناد ہوں گی اور اب موجودہ پاکستان میں بھی کسی خانوادے کے پاس ایسی تاریخی اسناد کا ہونا محال نہیں تو مشکل ضرور ہے (خصوصاً ایسی اسناد جن کی نسبت حرم مکی کے ساتھ ہو) مولانا فضل حق محدث شمس آبادیؒ کا خاندان علم دین کی خدمت بصورت تدریس و تبلیغ سر انجام دے رہا ہے۔ اس خاندان کی چوتھی پشت میں مفتی محمد عمرؒ کی شخصیت گوناگوں اوصاف کمال سے متصف تھی۔ ربع صدی تک جن کے فتاویٰ نویسی نے اس علاقہ کی علم و فضل میں مستند ہستیوں سے خراج تحسین وصول کیا اور رسم فتاوے نویسی میں ایک جدت پیدا کر دی۔ ان کے بعد اس خاندان کی پانچویں پشت میں مفتی محمد عمرؒ کی اولاد کا نام لیا جا سکتا ہے جن میں حافظ قرآن بھی ہیں اور عالم و فاضل بھی جو اپنی معاشی مصروفیات کے باوجود اب بھی اپنے آباؤ اجداد کی درسگاہ میں علم دین کی مسند بچھا کر اپنی بساط کے موافق درس و تدریس میں مشغول ہیں دعا یہ ہے کہ اس پر فتن دور میں جبکہ علم دین کی بے قدری اور کساد بازاری کا دور دورہ ہے اللہ تعالیٰ اس علمی خانوادے کو خدمتِ دین کے لیے تا قیامت باقی رکھے آمین

تفصیل کسی دوسرے موقع کے لیے اٹھا رکھی ہے یہاں صرف مختصر تعارف مقصود ہے اب ہم یمن و برکت کے لیے اور حاضرین کی دلچسپی کے لیے من وعن نقول اسناد پیش کرتے ہیں ممکن ہے ان آثارِ قدیمہ کے منصئہ شہود پر لانے کی اس پہلی کوشش کو دیکھتے ہوئے دوسرے حضرات علماء بھی کوئی نادر، عمدہ اور اچھا نمونہ پیش کر سکیں ولنعم ما قیل ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں آں قصۂ پارینہ را

Marfat.com

نقل م ۱/۴

سند الفراغ من المدرستہ الصولتیہ !

الواقع ببلدۃ ام القری مکۃ المعظمۃ المحمیۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ العلی الاعلی والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد المصطفی وعلی آلہ وصحبہ الکرام النجبا۔ اما بعد فان العالم الفاضل المولوی فضل حق الفنجابی کان قد قرأ فی وطنہ بعض الکتب المروجہ فی الهند ثم وصل الی مکۃ المحمیۃ ودخل فی المدرسۃ الصولتیہ۔ التی هی تحت نظارۃ هذا العبد المفتقر الی رب البریۃ وشرع فی تحصیل العلوم العربیۃ۔ غیر التی قرأها فی الدیار الهندیۃ فانہ قرأتہ لها کانت جیدۃ لا تحتاج الی اعادۃ فقرأ فی علم الحدیث الصحاح السبعۃ من اولها الی اخرها و هی صحیحا البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی والترمذی وابن ماجۃ والموطا لمالک وشیئا من مشکوٰۃ المصابیح وفی علم الفقہ الهدایۃ وفی اصول الفقہ نور الانوار والحسامی وفی البلاغۃ شیئا من المختصر المعانی ثم اراد ان یذهب الی وطنہ وطلب منی الاجازۃ فاجزتہ بکل ما یجوز لی روایۃ ودرایۃ بشرطہ المعتبر عند علماء الاثر واوصیہ بتقوی اللہ فی السر والعلن وتجنب السیئات ما ظهر منها وما بطن و ان لا ینسانی من صالح دعواتہ فی خلواتہ وجلواتہ رزقہ اللہ الاستقامۃ ونفع بہ المسلمین آمین یا الہ العالمین وانا العبد الراجی رحمۃ ربی المنان رحمۃ اللہ بن خلیل الرحمٰن۔ غفر لهما الملک الحنان حامدا ومصلیا ومسلما ۱۲

Marfat.com

قد ثبت و تقرر ما هو محرر

عبدہٗ عبد اللہ

نشان مہر عبد اللہ

حامدا و مصلیا و مسلما

ذاکر حق و اللہ سبحانہ و تعالیٰ

اعلم و علمہ اتم ۱۲ حررہ محمد

عبد الحق عفی عنہ

نشان مہر محمد عبد الحق

لا شک ان ہذا الفاضل الجلیل الکامل

النبیل حری بالتبجیل فانہ ذکی لوذعی

المعی و المذکور حق و الحق یعلو و لا

یعلی حررہ الفقیر الی اللہ تعالیٰ

عبد الاول بن مولانا کرامت علی مرحوم جونپوری

نشان مہر

محمد رحمت اللہ

قد صح عندی جمیع ما ذکرہ الاستاذ

العلامۃ ان ہذا الفاضل قد قرا اکثر

ہذہ الکتب علی مولانا الشیخ رحمت اللہ

و الشیخ حضرۃ نور فوجدتہ سلیم

الطبع مجتہدا علی حسب طاقتہ و رعا و

اوصیۃ بتقوی اللہ و ان لا ینسانی من

صالح دعائہ

العبد السبحانی العبد الواجی

رحمت ربہ حضرۃ نور عفی عنہ

نشان مہر ۱۳۰۲
حضرت نور

نشان مہر عبد الاول بن علی جونپوری ۱۳۰۲

نقل ۲ سند تجوید القرآن ۱۳۰۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ

و السلام علی اشرف المرسلین سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

اما بعد کہتا ہے فقیر حقیر رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن عفا اللہ عنہما و تجاوز عن سیئاتہما کہ مولوی

قاری فضل حق بن مولوی برہان الدین صاحب مرحوم ساکن شمس آباد ضلع راولپنڈی ملک پنجاب

Marfat.com

ماہ ربیع الثانی ۱۳۰۵ھ میں داخل مدرسہ صولتیہ ہوئے جس کا ناظر یہ فقیر ہے اور تحصیل تجوید قرآن شریف ولہجہ مصری میں مصروف ہوئے مدرسین مدرسہ سے ایک مرتبہ قرآن شریف خوب تحقیق و تدقیق سے پڑھا اللہ کے فضل سے خوب پڑھتے ہیں اور شاطبی مع جزری مع شرح تحفۃ الاطفال مع شرح فتح الاقفال یہ سب کتابیں بھی خوب محنت سے پڑھی اور اس مدت میں ان کے چال چلن بھی اچھے رہے اب جو ماہ صفر المظفر ۱۳۰۷ھ ہے اور ارادہ وطن جانے کا کیا اور سند مدرسہ کی طلب کی چونکہ لائق اور محنتی پایا موافق ان کی طلب کے یہ سند مدرسہ سے دی گئی اور وصیت کرتا ہوں میں ان کو تقوےٰ وطہارت کی اور اس بات کی کہ اوقات خاصہ میں مجھ کو دعا سے فراموش نہ کریں اللہ تعالیٰ نفع پہنچاوے ان سے خلقت کو اور توفیق نیک دے ہم کو اور ان کو اور سب مسلمانوں کو آمین ثم آمین فقط تاریخ محررہ ۱۵ صفر المظفر ۱۳۰۷ھ از مقام مکہ معظمہ مدرسہ صولتیہ

نشان مہر عبداللہ

العبد محمد رحمت اللہ خاں نشان مہر محمد رحمت اللہ مہتمم مدرسہ

حاشیہ میں مولانا فضل حق اور مفتی محمد عمر صاحب کا مختصر تذکرہ مشاہیر سے لیا جائے

Marfat.com

مولانا قاری میر عبداللہ ہزاروی

آپ ۱۸۶۰ء کے قریب آزاد خان بن نیاز خان صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ قومیت کے لحاظ سے کشمیری پٹھان تھے۔ قرآن مجید منگیال ضلع کیمبلپور میں حفظ کیا۔ پھر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ وہاں "مدرسہ صدلقیہ" میں داخلہ لیا اور سات سال کے عرصہ میں علم قرأت اور علوم دینیہ کی تحصیل کر کے سند حاصل کی۔ آپ کے علم قرأت کے استاد حضرت قاری عبداللہ صاحب مکی تھے۔

تدریس واپسی پر "سرائے صالح" کی مسجد میں تدریس کا آغاز کیا اور آخر عمر تک پڑھاتے رہے۔ آپ اتنا عمدہ قرآن پڑھتے تھے کہ ہندو عورتیں سروں پر گھڑے رکھے پہروں کھڑی آپ کا قرآن سنتی رہتی تھیں۔ صبح کی نماز میں تو عموماً مسجد سے باہر ان کا ہجوم ہوتا تھا۔

ممائیہ نامی گاؤں کے ایک شخص اپنے فرزند کو لے کر مدرسہ صدلقیہ مکہ میں پہنچے، اور قاری عبداللہ صاحب سے درخواست کی کہ اسے پڑھائیں۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ "تم نے اتنی تکلیف کیوں کی، وہاں میر عبداللہ کی موجودگی میں ہمارے ہاں آنے کی کیا ضرورت تھی ہم نے انہیں کامل بنا کر بھیجا ہے"۔

ہزارہ کے مشہور خطیب مولانا سید محمود شاہ صاحب ساکن ڈھینڈہ نے بھی آپ سے استفادہ کیا تھا۔

Marfat.com

شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ مجاہدین کو آپ کی وساطت سے رقوم بھیجتے تھے۔

وصال یکم شوال ۱۳۳۷ھ / جولائی ۱۹۱۹ء کو آپ کا "سرائے صالح" ہری پور، ہزارہ میں وصال ہوا۔ نمازِ جنازہ میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔ حضرت عبدالرحمن چھوہرویؒ بھی تشریف لائے تھے اور انہوں نے فرمایا تھا کہ "ایسے لوگوں کے لئے گلیوں کے تنکے اور سنگریزے بھی روتے اور دعا کرتے ہیں"

مرثیہ آپ کے شاگردِ رشید مولانا شہاب الدین صاحبؒ نے تاریخی مرثیہ لکھا جو درج ذیل ہے:۔

راز دارا دلبرا از فرقتت افسردہ ام　　با کس بگویم دردِ دل داغِ جدائی خوردہ ام

آرزو ہا داشتم در دل ولیکن از قضا　　بر باد رفتند آں ہمہ یارے بدست آوردہ ام

امروز عید مردم است نوشند شربت خوشگوار　　من خونِ دل نوشیدہ ام واز ہر دو چشم افشردہ ام

در دلم تصویرِ تو ہر وقت حاضر می شود　　تلخ کردی عیشِ من در روز و شب آزردہ ام

دیگر

عازمِ فردوس گشت یومِ عید فطر زد کوس رحیل

حاجی وہم قاری القرآن با دین و با ایماں برفت

بود نامش میر عبداللہ وہم در قاریاں بودے امیر

جامِ اجل نوشید نزد غافرِ وغفراں برفت

از دارِ فانی خود گذشت در یادِ خود ما را گذاشت

آہ خیر خواہِ قوم رفت از دینِ ما برہاں برفت

Marfat.com

از یک ہزار و سہ صد و ہم چہل دو کم گن بگو

از "سرائے صالح" یک خادمِ قرآں برفت[1]

اولاد اولاد میں ایک فرزند حافظ فضل الرحمٰن صاحب مرحوم اور دو دختران یادگار چھوڑیں جن میں سے اب صرف ایک دختر بقید حیات ہیں۔ اب آپ کے دو پوتے حافظ محمد اشرف صاحب اور حافظ مولوی منظور الرحمٰن صاحب، او۔ ٹی گورنمنٹ ہائی سکول سرائے صالح اور ایک پوتی موجود ہیں۔[2]

---

[1] تاریخی مرثیہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے نیک سیرت والد مولانا شہاب الدین صاحب کا لکھا ہوا ہے۔

[2] آپکے حالات آپکے شاگرد مولانا غلام ربانی لودھی مرحوم سے ان کی زندگی میں لئے تھے جو، مارچ ۱۹۷۵ء کے "الجمعیۃ" ملا راولپنڈی میں شائع ہوئے۔ مزید حالات آپکے دو پوتوں سے لیے گئے۔

Marfat.com

مولوی قاری عبدالوحید الہ آبادی

آپ خود لکھتے ہیں:

"بندہ اپنے وطن الہ آباد میں حفظِ قرآن مجید سے ۱۳۱۳ھ میں فارغ ہوا۔ ۱۳۱۴ھ میں جب کہ مدرسہ احیاء العلوم متصل کلاں اسٹیشن الہ آباد کا افتتاح ہوا۔ حضرت سندی واستاذی مولانا قاری المقریٔ عبدالرحمٰن صاحب مکی تشریف لائے تو جماعتِ اولین طلبہ میں احقر بھی تھا۔ اس وقت سے ۱۳۲۲ھ تک اس فن شریف کی بھی تحصیل و اکتساب کتب عربیہ درسیہ کے ساتھ ساتھ ہمیشہ نہایت ہی شوق و سعی کے ساتھ برابر کرتا رہا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ ۱۳۱۹ھ میں سند و اجازت مسلسلہ روایت حفص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع کتب درسیہ عنایت ہوئی، پھر ۱۳۲۰ھ میں قراءاتِ سبعہ متواترہ کی بھی سند و اجازت مسلسلہ مع کتبِ درسیہ سے ممتاز ہوا۔

۱۳۲۲ھ کے شروع میں بتوسط حضرت اُستاذی ممدوح (قاری عبدالرحمٰن) و حضرت مخدومنا مولانا محمد اشرف علی صاحب فنِ تجوید کا خادم کر کے مدرسہ عالیہ دارالعلوم دیوبند میں لایا گیا۔ اس بحر العلوم اسلامیہ میں اس فن شریف کی خدمت کے ساتھ اپنی بقیہ کتبِ درسیہ نظامیہ کو بھی دوام پورا کرتا رہا۔ عظیم الشان جلسہ دستار بندی ۱۳۲۸ھ میں مجھ ناچیز کو بھی سندِ فراغ و دستارِ فضیلت حضرات اکابرینِ مدرسہ سے مرحمت ہوئی۔ ۱۳۲۹ھ میں حرمین شریفین ... اور قیام سے مشرف ہوا تو مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ کے مدرس اول فخر العجم و مسند العرب

Marfat.com

حضرت شیخ القراء قاری عبداللہ صاحب مہاجر مکی سے بھی شرف تلمذ حاصل ہوا اور اس درگاہ عالی سے بھی سند و اجازت مسلسلہ قراءت سبعہ مشہورہ معہ کتب درسیہ عطا ہوئی۔ بعدہٗ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ میں بذریعہ تحریر مکرمی مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب جالندھری قراءات عشرہ کی بھی سند و اجازت مسلسلہ سے سرفراز ہوا۔

قاری بسم اللہ لکھتے ہیں :

" وطن الہ آباد۔ ولادت ۱۲۹۶ھ میں ہوئی۔ ۱۳۱۳ھ میں حفظ کی تکمیل کی۔ فارسی کتب کے مطالعہ سے فارغ ہوئے۔ ۱۳۱۴ھ میں درسِ نظامی شروع کیا۔ ۱۳۲۰ھ میں درسِ نظامیہ کے ساتھ فن تجوید و قرأت کی درسی کتب بھی شیخ القراء عبدالرحمٰن مکی سے پورے شوق سے پڑھتے رہے۔ ۱۳۱۹ھ میں حضرت حفص کی روایت سے تجوید کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۲۰ھ میں قراءات سبعہ متواترہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۲۱ھ میں دیوبند مدرسہ عالیہ میں تجوید و قرأت کے صدر مدرس ہو کر گئے۔ ۱۳۲۹ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو قاری محمد عبداللہ مہاجر مکی کی شاگردی بھی نصیب ہوئی۔ قرأت سبعہ و عشرہ کی سند مل گئی۔ تقریباً ۴۵ سال دارالعلوم میں ہی خدمت کر کے ۱۳۶۵ھ میں انتقال ہوا۔

آپ کی تصنیف " ہدیۃ الوحید " نہایت عمدہ و جامع کتاب ہے۔ حضرت حفص کی ایک روایت کے قواعد بیان کرتے ہیں۔

آپ کے تلامذہ میں مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور آپ کے چھوٹے بھائی قاری محمد طاہر وغیرہ ہیں " (ج ۲ ص ۳۴۸)

ل قاری عبدالوحید: ہدیۃ الوحید: دیوبند: ۱۳۴۴ھ: بار دوم: ص ۵۴، ۵۵

Marfat.com

حضرت قاریؒ صاحب کے شیخ اور مربّی

حکیم الاُمّت مولانا اشرف علی تھانویؒ

" آپ جناب عبدالحق صاحب فاروقی کے فرزند ہیں۔ ۵ ربیع الاخر ۱۲۸۰ھ میں تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام "کرم عظیم" ہے۔ سب سے پہلے حافظ حسین علی صاحب سے قرآن مجید حفظ کیا، پھر وطن واپس آکر عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا فتح محمد صاحب سے پڑھیں۔ فارسی کی کچھ اعلیٰ کتابیں اپنے ماموں واجد علی صاحب سے پڑھیں۔" [1]

" اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور ۱۳۰۱ھ میں تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ یہاں کے اساتذہ میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی بن مولانا مملوک علی نانوتوی، مولانا سید احمد، مولانا عبدالعلی، مولانا محمود حسن اور ملّا محمود خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔" [2]

" تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ فیض عام کانپور میں تدریسی فرائض انجام دینا شروع کیے، پھر کچھ دنوں بعد مدرسہ جامع العلوم کانپور ہی میں صدر مدرس بنائے گئے اور اس طرح سے کانپور میں ۱۴ برس تدریس کا کام انجام دینے کے بعد ۱۳۱۵ھ میں مستقل طور پر تھانہ بھون آکر مسندِ ارشاد پر بیٹھے اور ایک عالم کو رشد و ہدایت کی راہ پر لگایا۔" [3]

---

[1] قاری فیوض الرحمٰن : مشاہیر علمائے دیوبند : لاہور : ج ۱ : ص ۶۶۔

[2] ڈاکٹر اقبال حسن : مولانا محمود حسن : علی گڑھ : ص ۳۹۴۔

[3] ڈاکٹر محمد یونس ندوی : عربی علوم و فنون کے ممتاز علماء : لکھنؤ : ص ۷۶۔

Marfat.com

علمِ قراءات کی تحصیل

علمِ قراءات کی تحصیل آپ نے شہرہ آفاق قاری عبد اللہ صاحب سے مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں کی۔ قاری صاحب موصوف قراءِ عرب کے نزدیک بھی نہایت جید اور مسلّم ماہرِ فن قاری تھے قرآت کی مشق کے سلسلہ میں استاذ نے انھیں ایک نہایت ہی عجیب اصول بتایا کہ لہجہ کی طرف مطلق التفات نہ کیا جائے، بس ساری توجہ مخارج کی تصحیح میں صرف کی جائے، کیونکہ صحیح مخارج کے بعد جو لہجہ بھی پیدا ہوگا مستحسن ہی ہوگا۔ اس پر عمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ آواز میں اتنی دلکشی پیدا ہو گئی کہ آپ جب مدرسہ کی بالائی منزل پر قرآت کی مشق کرتے تو راہگیر آواز کی کشش پر رُک جاتے اور یہ تمیز نہ کر سکتے کہ استاذ پڑھ رہا ہے یا شاگرد؟ [1]

علمِ تجوید و قراءات میں آپ کی تصانیف میں جمال القرآن [1] اور " وجوہ المثانی " [2] (عربی) ہزاروں کی تعداد میں چھپ رہی ہیں، اور تجوید و قراءات کے تقریباً تمام مدارس میں داخلِ نصاب ہیں۔

" وجوہ المثانی " میں آپ نے قرآن مجید کے ان تمام الفاظ کی قراءتیں بیان کی ہیں جن میں اختلاف ہے۔ قراءات کے ان تمام اختلافات کو بیان کر کے آخر میں اس فن سے متعلق کچھ اصول بھی بیان کئے گئے ہیں۔ یہ قراءاتِ سبعہ کے بارے میں ہے۔ [3]

تنشیط الطبع فی اجرآ السبع [5] اُردو میں، تسہیل القرآن [4] اور تجوید القرآن۔

قاری بسم اللہ لکھتے ہیں :۔ " قاری حافظ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔ مولد تھانہ بھون یوپی، جامع العلوم، کثیر المنفعت بافیض، متبعِ سنّت، بڑے اچھے واعظ، اصلاحِ امت کا کام بہت کیا۔ دیوبند کے فارغ التحصیل، حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید و خلیفہ۔ تجوید و قرآت میں آپ شیخ القرآ محمد عبد اللہ مہاجر مکی کے شاگرد تھے، ان ہی کا عرب و لہجہ اختیار کیا تھا۔ ایسا پڑھتے کہ لوگ سمجھتے کہ قاری محمد عبد اللہ صاحب پڑھ رہے ہیں۔ اچھے حافظ تھے۔ روزانہ تلاوت کا معمول تھا۔

---

[1] منشی عبد الرحمٰن، سیرت اشرف، لاہور : ج ۱، ص : ۰۰۔

فرمایا کرتے تھے کہ عالم کو مجوّد ہونا لازمی ہے۔ اس پر بہت زور دیتے تھے اور اشاعتِ تجوید کے لیے بڑی کوشش کی۔ مذہبی اداروں کو اس طرف متوجہ کیا۔ اکثر مواعظ میں اس کا ذکر کرتے۔

آپ کی تصانیف بکثرت ہیں۔ تجوید و قرأت پر درج ذیل کتابیں تصنیف کیں:۔
(۱) جمال القرآن۔ رسالہ تجوید اُردو (۲) وجوہ المثانی (عربی) قرارات سبعہ میں (۳) تنشیط الطبع فی اجراء السبع اُردو میں (۴) تسہیل القرآن (۵) تجوید القرآن۔

وفات ۱۳۶۲/ ۱۹۴۳ کو ہوئی۔"[1]

"تدریسی خدمات کے علاوہ وعظ و ارشاد بھی فرمایا کرتے تھے، جس کی وجہ سے لوگ آپ سے قریب کافی ہو گئے، جب کہ عمر بھی کچھ زیادہ نہ تھی۔"[2]

اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ کے مقالہ نگار لکھتے ہیں:۔

"وہ ایک ممتاز فاضل، عالمِ دین اور صوفی تھے اور انھوں نے نہایت ہی معروف زندگی گزاری، ان کے اشغال۔ تعلیم و تدریس، وعظ، خطابت اور تصنیف و تالیف تھے۔ اس سلسلے میں انھوں نے وقتاً فوقتاً سفر بھی کیے۔ آپ بہت پُر نویس تھے؛ چنانچہ ان کی تصنیف کردہ کتابوں کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے، یہ کتابیں زیادہ تر تفسیر، حدیث، منطق، کلام، عقائد اور تصوف میں ہیں۔"[3]

مولانا شاہ محمد سراج الیقین لکھتے ہیں:۔

"حضرت مولانا حافظ محمد اشرف علی صاحب تھانوی آپ اکابر اور مشاہیر علمائے ہندوستان میں ہیں۔ درحقیقت ایسا فقیہہ اور محدث اور مفسر، واعظ شیخ کامل مکمل صاحب نسبت اہل دل، شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت کا بحرِ ذخّار

---

[1] قاری بسم اللہ: تذکرہ قاریان ہند: ج ۲ ص ۳۴۴۔

[2] خواجہ عزیز الحسن مجذوب: اشرف السوانح: ج ۱: ص ۴۶، ۶۰۔

[3] مقالہ نگار: اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ: جامعہ پنجاب لاہور: ج ۳: ص ۹۳۔

Marfat.com

اس وقت ہندوستان میں کوئی دوسرا نہیں ہے ۔ ۔ ۔ شرح دیوان حافظ اور تفسیر بیان القرآن وغیرہ آپ کی بے عدیل تصانیف ہیں۔" [1]

آپ کی تفسیر بیان القرآن اور ترجمہ قرآن کے بارے میں اکابر علمائے دین اور اہل علم وفضل کی آراء درج ذیل ہیں :۔

مفسر قرآن مولانا حافظ محمد ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں :۔

" (تفسیر) کی خدمت وسعادت من جانب اللہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی م ۱۳۶۲ھ کے حصے میں آئی اور بیان القرآن کے نام سے ۱۳۲۵/۱۹۰۴ء میں ایک تفسیر لکھی جو اپنی افادیت، جامعیت اور مقبولیت میں ثریٰ سے ثریا تک پہنچ گئی۔" [2]

امام العصر مولانا محمد انور کشمیری نے ایک صاحب سے فرمایا کہ " میں سمجھتا ہوں کہ اُردو کی کتابوں میں علوم نہیں ہیں اس لیے میں کسی اور تصنیف کو دیکھنا بیکار سمجھتا تھا لیکن جب سے تفسیر بیان القرآن دیکھنے کا اتفاق ہوا، یہ معلوم ہوا کہ اُردو کی تصانیف میں بھی اب علوم موجود ہیں اور اس وقت سے مجھے اُردو کی کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا ہو گیا اور جو بے وقعتی اُردو کی کتابوں کی میرے خیال میں پہلے تھی وہ جاتی رہی۔" [3]

مولانا مفتی عتیق الرحمن لکھتے ہیں :۔

" خواص کے لیے تفسیر بیان القرآن اور شرح مثنوی مولانا روم اور عورتوں کے لیے بہشتی زیور آپ کی ایسی گرانمایہ اور کثیر الشیوع تصانیف ہیں کہ اپنی مخصوص نوعیت کے اعتبار سے اُردو کے مذہبی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔" [4] پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود لکھتے ہیں :۔ " تفسیر بیان القرآن ۔ حضرت کی یہ عظیم دینی خدمت بارہا زیور طباعت سے آراستہ

---

[1] محمد سراج الیقین: شمس العارفین : لاہور : ص ۸۲

[2] مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ : مقدمہ معارف القرآن : لاہور ۔

[3] عبدالرحمن کوندو : الانور : دہلی : ص ۳۸۸ ۔

[4] قاری فیوض الرحمن : مشاہیر علماء : ج ۱ ص ۷۶ ۔

Marfat.com

ہو چکی ہے۔ تحقیق، جامعیت، اور قرآن کی ترجمانی میں اپنی مثال آپ ہے۔" [1]

پروفیسر عبدالقیوم لکھتے ہیں :۔

"مولانا اشرف علی تھانوی ——— اپنے عہد کے بہت بڑے عالم، مفسر، مفتی متشرع تھے۔ بیان القرآن . . . وغیرہ آپ کی اہم تصانیف ہیں۔" [2]

مولانا محمد منظور نعمانی لکھتے ہیں :۔

"آپ کا ترجمۂ قرآن مجید بہت حد تک تفسیری ترجمہ ہے۔ اختصار، جامعیت اور استناد اس کی خصوصیات ہیں۔ علماً اور عوام میں بے حد مقبول ہے۔" [3]

سید محبوب رضوی لکھتے ہیں :۔

"حضرت تھانویؒ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اپنی تصانیف سے کبھی ایک پیسہ کا فائدہ حاصل نہیں کیا، تمام کتابوں کے حقوق طبع عام تھے اور جس کا جی چاہے انہیں چھاپ سکتا تھا، آپ کا ترجمہ قرآن شریف بہت سلیس، سہل اور عالمانہ تفسیر بیان القرآن ان کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔" [4]

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب لکھتے ہیں :۔

"جامع اور مکمل تفسیر بیان القرآن ——— جو اس زمانہ میں تفسیر کے اساتذہ کے لیے بھی مشعل راہ ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، علمی اور روحانی بصیرت کا شاہکار ہے۔" [5]

مولانا عبدالقیوم ندوی لکھتے ہیں :۔

---

[1] علامہ خالد محمود : آثار التنزیل : لاہور : ۱۹۷۰ء : ص ۲۰۴ ۔

[2] پروفیسر عبدالقیوم : تاریخ ادبیات : جامعہ پنجاب : ۱۹۷۲ء : ج ۲ ص ۲۱۰ ۔

[3] مولانا محمد منظور نعمانی : الفرقان (وفیات نمبر) ص : ۱۵ / ۱۶ ۔

[4] سید محبوب رضوی : تاریخ دار العلوم دیوبند : ج ۲ : ص ۵۲ ۔

[5] مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی : معارف القرآن : لاہور ص ۳۶ ۔

Marfat.com

"اسی طرح بیان القرآن ہے اور دورِ حاضر کی تمام ضروریات کی کفیل ہے اور بہترین ہے۔" [1]

شیخ الہند مولانا محمود حسن تحریر فرماتے ہیں :۔

"بندہ کے احباب میں بھی اول مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے ترجمہ کیا، اس کے بعد مولانا اشرف علی صاحب نے ترجمہ کیا، احقر نے دونوں ترجموں کو تفصیل سے دیکھا ہے جوان خرابیوں سے پاک وصاف ہیں اور عمدہ ترجمے ہیں۔" [2]

مفسرِ قرآن مولانا عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں :۔

"اب چند سال سے مسلسل مشغلہ اس بے علم و نااہل کا خدمتِ قرآنی کا ہے۔ اپنا تجربہ یہ ہے کہ دوسرے حضرات کے ہاں اکثر اوراق پر اوراق الٹ جانے سے بھی وہ گھرے نکتے نہیں ملتے جو مفسر تھانوی کے یہاں چند سطروں کے اندر میسر آجاتے ہیں۔" [3]

مفسرِ قرآن مولانا احمد سعید دہلویؒ لکھتے ہیں :۔

"یہ ترجمہ اور تفسیر بڑی تحقیق کے ساتھ لکھی گئی اور یقیناً اردو زبان میں اس سے زیادہ معتبر اور صحیح کوئی تفسیر ہندوستان میں نہیں ہے۔" [4]

پروفیسر مولانا محمد اشرف خان صاحب لکھتے ہیں :۔

"حضرت تھانویؒ کو اللہ تعالیٰ نے جامع العلوم اور مجمع المعارف و الفضائل بنایا تھا، آپ ہر دینی علم و فن سے فطری مناسبت اور اس میں مہارت و کمال کا درجہ رکھتے تھے۔ ... آپ کا بڑا کارنامہ اردو کی اشرف التفاسیر ——— تفسیر بیان القرآن ہے جو بارہ مجلدات پر مشتمل ہے۔ اردو ترجمہ و تفسیر کے علاوہ حل لغات کے نام سے اہل علم

---

[1] مولانا عبد القیوم ندوی : تاریخِ قرآن : لاہور : ص ۱۸۱۔

[2] مولانا محمود حسن : پیش لفظ ترجمہ قرآن : بحوالہ قرآن مجید کے اردو تراجم و تفاسیر

[3] مولانا محمد عمران خان : مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں : کراچی : ص ۲۸ (مولانا عبد الماجد کا مضمون)

[4] مولانا احمد سعید : ایمان کی باتیں : دہلی : ص : ۲۳۴،

Marfat.com

کے لیے فصاحت و بلاغت و اعجاز وغیرہ کے نکات مستقلاً شامل ہیں۔ اس تفسیر کی تعریف امام العصر مولانا انور شاہ کشمیری اور علامہ سید سلیمان ندوی جیسے اساطین کر چکے ہیں۔" ؎۱

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں :۔

"حضرت کا ترجمہ قرآن پاک —— تاثیر، سہولت بیان اور وضوح مطالب میں اپنا آپ نظیر ہے —— تفسیر القرآن کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ روح المعانی اور تفاسیر ماسبق کی اُردو میں حد درجہ محتاطانہ ترجمان ہے، سلوک و طریقت کی کتابوں کا بھی یہی حال ہے۔" ؎۲

مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں :۔

"اُردو زبان میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر "بیان القرآن" اپنے مضامین کے اعتبار سے بے نظیر تفسیر ہے اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ اُسی وقت ہوتا ہے جب انسان تفسیر کی ضخیم کتابیں کھنگالنے کے بعد اس کی طرف رجوع کرے۔" ؎۳

دائرہ معارفِ اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ

"اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) کا ترجمہ و مختصر تفسیر بھی اپنے مواد اور بیان کے لحاظ سے بہت پسند کی جاتی ہے۔" ؎۴

"حضرت کی زندگی بڑی منظم تھی۔ کاموں کے اوقات مقرر تھے اور ہر کام اپنے وقت پر انجام پاتا تھا۔ متوسلین کے بہت سے خطوط آتے تھے مگر بقیدِ وقت ہر ایک کا جواب خود اپنے قلم سے تحریر فرماتے تھے۔" ؎۵

علامہ حکیم سید عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں :۔

؎۱ مولانا محمد اشرف خان : البلاغ مفتی اعظم نمبر : کراچی : ص ۵۸۳۔

؎۲ علامہ سید سلیمان ندوی : یادِ رفتگاں : کراچی : ۱۹۵۵ء : ص ۲۸۶۔

؎۳ مولانا محمد تقی عثمانی : علوم القرآن : کراچی : ص ۵۰۷۔

؎۴ دائرہ معارفِ اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور : ج ۶ ص ۵۳۵۔

؎۵ سید محبوب رضوی : تاریخ دارالعلوم دیوبند : ج ۲ : ص ۵۴۔

Marfat.com

"تربیت و ارشاد میں مخلوق کا مرجع بنے رہے، دُور دُور سے لوگ خدمت میں حاضر ہوتے اور فیض حاصل کرتے تھے ..... آپ کے اوقات بہت منظم تھے۔ آپ ان بڑے علمائے ربانیین میں سے تھے جن کے مواعظ اور تالیفات سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بہت نفع پہنچایا۔ عقیدہ و عمل کی بہت اصلاح کی، آپ سے ہزاروں مسلمانوں نے استفادہ کیا، خلافِ شرح اُمور کا استیصال کیا، معارفِ الٰہیہ میں انھیں یدِطولیٰ حاصل تھا۔ تصنیف و تالیف میں بہت مہارت تھی۔ عصرِ حاضر میں جو قبولیت انھیں حاصل ہوئی وہ دوسرے علماء اور مشائخ کے حصّہ میں نہیں آسکی۔

آپ نہایت حسین و جمیل اور نورانی چہرے والے تھے۔ لباس بھی صاف اور عمدہ ہوتا تھا۔ جس میں نہ اسراف ہوتا تھا اور نہ تکلف شیریں کلام تھے۔ ادائے حقوق کی طرف بہت زیادہ توجہ دیتے تھے۔"[1]

مولانا سیّد احمد رضا بجنوری نقشبندی مجددی لکھتے ہیں:۔

"حضرت تھانویؒ کی زندگی کا ایک نہایت روشن پہلو آپ کے بلند پایہ اصلاحی و تجدیدی کارنامے بھی ہیں۔ آپ مسلمانوں کے عقائد و عبادات کی تصحیح کے ساتھ ان کے اخلاق، معاملات، معاشرت و عملی زندگی کی اصلاحات پر بھی پوری توجہ فرماتے تھے، جو صرف آپ ہی کا حصّہ تھا۔ اس سلسلہ میں ایک نہایت جامع کتاب حیاتُ المسلمین کے نام سے تالیف فرمائی جس میں قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں مسلمانوں کی دینی و دنیوی فلاح و ترقی کا مکمل پروگرام مرتب فرمایا۔ ... آپ نے ایک عالم کو اپنے فیوضِ ظاہری و باطنی سے سیراب کیا، آپ کے بے شمار مواعِظ، ملفوظات اور تصانیف کی روشنی سے شرق و غرب روشن ہوگئے۔ لاکھوں قلوب آپ کے فیضِ باطن سے جگمگا اُٹھے، عوام و خواص، علماء، اولیا سب ہی نے آپ سے فیض پایا۔"[2]

---

[1] علامہ عبدالحی الحسنی: نزھتہ الخواطر: (عربی) ج ۸: ص ۵۹۔ اردو ترجمہ

[2] مولانا سیّد احمد رضا بجنوری: تذکرہ محدثین: ص: ۲۶۸۔

Marfat.com

مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں :۔

" ہمارے معاشرے میں بھی اچھے واعظ ہمیشہ موجود رہے اور اب بھی موجود ہیں۔ ان میں مولانا اشرف علی تھانویؒ بڑے بلند پایہ واعظ ہوئے ہیں۔ علمی اعتبار سے مولانا کو بہت اونچا مقام حاصل تھا اور ان کے مواعظ حسنہ میں ان کا یہ علمی مقام خوب خوب منعکس ہوتا تھا۔ ان کے کئی کئی گھنٹوں کے ایک ایک وعظ میں سینکڑوں ہزاروں کتابوں کا عطر سمٹ آتا ہے اور اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ان کے ایک ایک وعظ سے دورِ جدید کے مصنفین کئی کئی کتابیں لکھ سکتے ہیں۔" [1]

مولانا اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں :۔

حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے ان مشہور و بااثر علماؒ میں تھے کہ جن کو تمام دیوبندی مکتبۂ فکر کے علماء قابلِ احترام سمجھتے تھے۔" [2]

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں :۔

" ادھر جمعیتہ علماء ہند کے انتہا پسند عناصر تیزی سے اپنی راہ پر گامزن تھے، اُدھر علماء کا ایک گروہ تھا جو اپنی قسمت کا فیصلہ ہندوؤں سے کرانا نہیں چاہتا تھا۔ مولانا اشرف علی اس کے خلاف تھے کہ مسلمان ہندو قیادت کو تسلیم کریں، وہ اس کے بھی حامی تھے کہ دونوں قوموں کی شدید دشمنی کی بناء پر ہندوؤں سے کسی قسم کا تعاون ممکن نہیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی کا بھی یہی خیال تھا کہ انگریزوں کے بعد ہندو اسلام کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے مولانا اشرف علی سے جب مسلم لیگ تعاون کی خواستگار ہوئی تو مولانا نے تحریری طور پر مسلم لیگ سے کچھ سوالات کیے اور مطمئن ہونے کے بعد کھلے طور پر مسلم لیگ کی تائید کی اور بدستور کانگریس کی مخالفت کی۔ ۱۹۴۳ء میں مولانا کی وفات پر مسلم لیگ نے قرارداد تعزیت منظور کی۔" [3]

---

[1] مولانا کوثر نیازی: انداز بیاں : لاہور : ۱۹۷۵ء : ص ۸۹۔

[2] مولانا اعجاز الحق قدوسی : اقبال اور علمائے پاک و ہند : لاہور : ص ۶۱۔

[3] ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی : علماء اور پالیٹکس : ص ۲۵۷۔ ۲۶۲۔

Marfat.com

مولانا حافظ محمد اکبر شاہ بخاری لکھتے ہیں :۔

"حضرت تھانویؒ نے مسلم لیگ کی حمایت اور شرکت کی رائے دی۔ تنظیم المسلمین کے نام سے آپ کا فتویٰ شائع ہوا۔ اس فتویٰ کے شائع ہونے کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، علامہ ظفر احمد عثمانی اور مولانا مفتی محمد شفیع اور آپ کے تمام متوسلین اور خلفا مسلم لیگ کی حمایت و اعانت میں سرگرم حصّہ لیا اور ان تمام حضرات نے تحریکِ پاکستان کے سلسلہ میں عملی طور پر کارنامے انجام دیتے اور پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور ان حضرات کی کوششوں سے جگہ جگہ مسلم لیگ کامیاب ہوتی رہی۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح بھی حضرت تھانویؒ کی اس حمایت پر بڑے مطمئن اور شکر گزار تھے اور آپ کے متوسلین کی کوششوں کو ہمیشہ سراہتے، حتیٰ کہ ڈھاکہ اور کراچی میں پاکستانی پرچم کی نقاب کشائی کے لیے مولانا ظفر احمد عثمانی اور علامہ شبیر احمد عثمانی کو تجویز کیا، اور ان ہی کے مبارک ہاتھوں نقاب کشائی کرائی۔" [۱]

پروفیسر احمد سعید لکھتے ہیں :۔

"مولانا تھانویؒ مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کے خواہشمند تھے۔ اس کا تذکرہ ان کے ملفوظات میں اکثر ملتا ہے۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۳۸ء کو لکھنؤ میں فرمایا":

"میری دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکومتِ مسلمہ نمادر قائم فرمائے اور میں اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔"

۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کو مولانا تھانویؒ طویل بیماری کے بعد خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے مولانا کی وفات پر جو تعزیتی قرارداد پاس کی اس سے مسلم لیگ کے حلقوں میں آپ کی قدر و منزلت کا پتہ چلتا ہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے مندرجہ ذیل قرارداد ۱۴ نومبر ۱۹۴۳ء کو پاس کی۔

"آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا یہ اجلاس حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی وفات

---

[۱] حافظ محمد اکبر شاہ بخاری : اکابر علماء دیوبند : ص ۴۴۔

Marfat.com

پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ مولانا مرحوم ایک جیّد عالم تھے۔ انھوں نے سینکڑوں کتابیں لکھیں۔ لاکھوں لوگ ان کے مرید تھے۔ انھوں نے اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں جو خدمات سر انجام دیں ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ ان کی وفات مسلم لیگ کے لیے اس وجہ سے مزید دکھ کا باعث ہوئی کہ مولانا کی تائید و حمایت اس کے لیے بہت مددگار ثابت ہوئی۔ جس کی وجہ سے مسلم لیگ نے ان خود غرض اور گمراہ طاقتوں کا مقابلہ کیا جو مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے پر تُلی ہوئی ہیں۔

کونسل کا یہ اجلاس خداوند کریم سے یہ دعا کرتا ہے کہ مولانا کی روح کو سکون پہنچے اور ان کی رُوح بدستور ان لوگوں کی رہنمائی کرتی رہی جو مسلم انڈیا کی وحدت کے لیے کام کر رہے ہیں۔ کونسل کا یہ اجلاس مولانا کے خاندان اور لاکھوں مریدوں سے بھی دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔“ [له]

”۱۹۳۹ء میں جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔ جمعیۃ کی طرف سے آپ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا:۔

”اب تو واقعات نے مجھ کو اس رائے پر بہت ہی پختہ کر دیا کہ مسلمانوں کا خصوصاً حضرات علماء کا کانگریس میں شریک ہونا میرے نزدیک مذہباً مہلک ہے بلکہ کانگریس میں داخل ہونا اور داخل کرنا میرے نزدیک ان کی دینی موت کے مترادف ہے۔“

ایک اور موقعہ پر کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت کے متعلق فرمایا:۔

” کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنا ہے۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی اپنی دوسری ملاقات کے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں:۔

” اب کے حاضری کے بعد معلوم ہو گیا تھا کہ مولانا محض نور کے بنے ہوئے اور تقدس کے سانچے میں ڈھلے ہوئے کرّوبیوں میں نہیں۔ آب و گل سے ترکیب پائے ہوئے، انسانی دل، بشری جذبات رکھنے والے انسان ہیں۔ بالمؤمنین رؤف رحیم کے سچے

له پروفیسر احمد سعید: مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی، ص ۱۵۲، ۱۵۴۔

Marfat.com

جانشین، ضرورت کے وقت اور مصلحت کے ماتحت جتنے بھی سخت اور سخت گیر ہو جائیں لیکن اپنی عام طینت و خلقت کے لحاظ سے "رحماء بینھم" کے مصداق ہیں"[۱]

تخیلِ پاکستان

مولانا عبدالماجد دریابادی کی پہلی ملاقات حضرت تھانویؒ سے جون ۱۹۲۸ء میں تھانہ بھون میں ہوئی تھی۔ اس ملاقات کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

"پاکستان کا تخیل، خالص اسلامی حکومت کا خیال، یہ سب آوازیں بہت بعد کی ہیں۔ پہلے پہل اس قسم کی آوازیں یہیں کان میں پڑیں۔ حضرت کی گفتگو میں یہ جزو بالکل صاف تھا"[۲]

اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں:۔

"سنہ ۱۹۲۸ء میں پہلی بار حاضری ہوئی تو اس ملاقات میں حضرت (تھانویؒ) نے دار الاسلام کی اسکیم خاصی تفصیل سے بیان فرمائی تھی کہ جی یوں چاہتا ہے کہ ایک خطہ پر اسلامی حکومت ہو۔ سارے قوانین، تعزیرات وغیرہ کا اجراء احکامِ شریعت کے مطابق ہو۔ بیت المال ہو، نظامِ زکوٰۃ رائج ہو، شرعی عدالتیں قائم ہوں۔ دوسری قوموں کے ساتھ مل کر کام کرنے سے یہ نتائج کہاں حاصل ہو سکتے ہیں، اس مقصد کے لیے تو صرف مسلمانوں ہی کی جماعت ہونی چاہیئے اور اسی کو یہ کوشش کرنی چاہیئے"[۳]

مزید لکھتے ہیں:۔ "جب مجلس دعوۃ الحق بمبئی کے ارکان قائداعظم کے پاس بسلسلۂ تبلیغ گئے اور ان سے شکوہ کیا کہ جماعت علماء آپ کی تائید میں نہیں تو قائداعظم فوراً اٹھ کر دوسرے کمرہ میں گئے اور ایک فائل لا کر ان کے سامنے کھولی اور فرمایا "آپ پہچانتے ہیں کہ یہ کس کی تحریر ہے؟" انھوں نے فوراً تحریر پہچان کر کہا کہ یہ تو حضرت تھانوی کی تحریر ہے۔ اس پر قائداعظم نے بڑے جوش کے ساتھ یہ

---

[۱] مولانا عبدالماجد دریابادی: حکیم الامت: ص ۲۴۔

[۲] " " " "نقوش و تاثرات: ص ۲۳۔

[۳] منشی عبدالرحمٰن: انداز سخن: ص ۲۱۰۔

Marfat.com

فرمایا تھا۔" لے

"باغپت ضلع میرٹھ کے رئیس اعظم نواب جمشید علی خان نے راقم الحروف کو لکھا:۔

"یہ بالکل حقیقت ہے کہ قائداعظم کی تمام تر دینی تربیت حضرت تھانویؒ کا فیضان تھا اور ان کا اسلامی شعور حضرت والا کی بدولت تھا۔ مولوی شبیر علی صاحب تھانوی نے قائداعظم کو حضرتِ والا کے قریب تر لانے میں بڑا کام کیا۔

قائداعظم باغپت کے دوران قیام میں حضرت (تھانوی) کا بہت خلوص اور ادب سے تذکرہ فرمایا کرتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ قائداعظم پر آخر زمانہ میں جو مذہبی رنگ غالب ہوا جس کو ہم سب نے دیکھا وہ حضرت شیخ تھانویؒ کی جوتیوں کا صدقہ تھا۔" ۲ے حضرت تھانویؒ نے فرمایا۔

مسلمانوں کا کانگریس میں شرکت کرنا اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر یا ان کو ساتھ مل کر کام کرنا اسلام اور مسلمانوں کے لیے خطرناک بات ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہندو انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا نہیں چاہتے، ان کا نفع تو انگریزوں کے قیام ہی میں ہے۔" ۳ے

"قیامت آجائے ہندو کبھی مسلمان کا خیر خواہ اور دوست نہیں ہوسکتا۔" ۴ے

پروفیسر محمد شفیع صابر لکھتے ہیں:۔

"جولائی ۱۹۴۴ء میں مولانا (اشرف علی) تھانوی کی تجویز پر جمعیتہ علماء ہند کے مقابلے میں جمعیتہ علماء اسلام کے قیام کا اعلان ہوا جس کے صدر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور نائب صدر مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ تھے۔ انہی دنوں ایک بار دہلی کے ایک تاجر نے

لے منشی عبدالرحمٰن : تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی : لاہور : ص ۱۹۶-۱۹۵۔

۲ے " " : انداز سخن : " : ص ۲۹۴۔

۳ے پروفیسر احمد سعید : حصول پاکستان : لاہور : ص ۲۶۸، ۲۶۹۔

۴ے " " : " " : " : ص ۲۰۔

Marfat.com

قائد اعظم سے کہا " کانگریس کے ساتھ بہت سے علماء ہیں، آپ کے ساتھ بہت تھوڑے ہیں"۔ اس پر قائد اعظم نے بے ساختہ کہا " مسلم لیگ کے پاس ایک ہی اتنے بڑے عالم ہیں جن کا علم اور تقدس اگر ایک پلڑے میں رکھا جائے اور کانگریس کے تمام علماء کا تقویٰ تقدس اور علم دوسرے پلڑے میں تو اول الذکر ہی کا پلڑا بھاری رہے گا"۔ قائد اعظم کی مراد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے تھی"۔ [۱۳]

منشی عبد الرحمٰن لکھتے ہیں :۔

" وہ مولانا اشرف علی تھانوی ہیں۔ جو چھوٹے سے قصبے میں رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان کی حمایت کافی ہے اور کوئی موافقت کرے یا نہ کرے ہمیں پرواہ نہیں "۔ [۱۴]

صوفیانہ مسلک آپ حج کے لیے حرمین شریفین اور وہاں شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ (م ۱۳۱۷ھ) کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر منازل سلوک طے کر کے ان کے " خلیفۂ مجاز " ہونے کا شرف حاصل کیا۔ حضرت صاحبؒ کے ممتاز اور محبوب خلفاء میں سے تھے۔

منشی عبد الرحمٰن لکھتے ہیں :۔

" روحانی تربیت آپ نے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے پائی، اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ ، اور قطب عالم حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن مراد آبادی سے روحانی طور پر فیضیاب ہوتے رہے اور ان کی دعائیں لیتے رہے "۔ [۱۵]

" برصغیر پاک و ہند میں صرف آپ کا ہی واحد اور منفرد مکتب تھا جس میں اصلاح معاملات و

---

[۱۳] محمد شفیع صابر : قائد اعظم اور صوبہ سرحد : لاہور : ص ۱۵۸ ۔

[۱۴] منشی عبد الرحمٰن : تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی : لاہور : ص ۱۹۶ ۔

[۱۵] سید نفیس الحسینی : احوال و آثار شیخ العرب والعجم : لاہور : ص ۲۲ ۔

[۱۶] منشی عبد الرحمٰن : معماران پاکستان : لاہور : ۱۹۰۰ء : ص ۱۸۵ ۔

Marfat.com

معاشرت پر توجہ دی جاتی تھی اور مجددین میں بھی آپ پہلے مجدّدِ معاشرت تھے۔ آپ کا ارشاد ہے:۔

"مجھے علم پڑھانے لکھانے کا اتنا زیادہ اہتمام نہیں ہے جس قدر تہذیب و اخلاق اور دیانت پر نظر ہے، کیونکہ پڑھنے لکھنے کا تو ہر جگہ انتظام ہوتا ہے، لیکن اخلاق کی طرف کسی کا خیال نہیں۔ اس طرح میں اپنے متعلقین (داخل سلسلہ حضرات) کے لیے اور اوو وظائف اذکار واشغال کا اتنا زیادہ اہتمام نہیں کرتا جتنا اخلاق کی درستی کا خیال کرتا ہوں، کیونکہ اخلاق کا سنوارنا زیادہ ضروری ہے کوئی ذکر و شغل کرتا ہو تو مجھے اس وقت تک اس کی قدر نہیں ہوتی جب تک اس کے اعمال درست نہ ہوں"

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:۔

"یہ مرد درویش ایک پرانے قصبہ کی ایک کہنہ مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا مسلمانوں کے سارے احوال اور ان کی زندگی کے ہر شعبہ پر نظر ڈال کر حق و باطل، نیک و بد اور صحیح و غلط کے درمیان تفرقہ کی لکیر بنانے میں مصروف تھا، اس کے سامنے دین کی صحیح تمثال تھی اور اس کو دیکھ دیکھ کر موجودہ زندگی کی تصویر میں جہاں جہاں غلطیاں تھیں وہ ان کے درست کرنے میں مصروف تھا، اس نے پوری زندگی اس امر میں صرف کر دی کہ مسلم کی تصویر حیات کو اس شبیہ کے مطابق بنا دے جو دینِ حق کے مرقع میں نظر آتی ہے"[1]

چودھویں صدی میں آپ کا فیض بہت عام ہوا، آپ سے سینکڑوں حضرات نے تربیت حاصل کی اور سینکڑوں نے تکمیل سلوک کر کے "مجاز بیعت" اور "مجاز صحبت" ہونے کا شرف حاصل کیا۔ ان خوش نصیبوں میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا محمد رسول خان، مولانا عبد الرحمن کاملپوری، مولانا عبد الباری ندوی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی محمد حسن، مولانا خیر محمد اور ڈاکٹر عبد الحی صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ سب حضرات بزمِ اشرف کے چراغ تھے آپ ان میں سے ۸۶ حضرات

---

[1] مولانا عبد الباری ندوی: جامع المجددین: ص ۲۸۔

Marfat.com

کے سوانحی تذکرے پروفیسر احمد سعید کی کتاب "بزم اشرف کے چراغ" میں مطالعہ فرما سکتے ہیں۔

وصال

۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ کی شب میں تھانہ بھون میں اس جہان فانی کو خیر باد کہا۔ تھانہ بھون میں حافظ ضامن شہیدؒ کے مزار کے قریب انہی کے باغ میں جسے انھوں نے خانقاہ امدادیہ کے نام سے وقف کر دیا تھا دفن کیا گیا۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت کے وصال پر نظم و نثر میں جو مرثیے لکھے گئے ان میں سے صرف تین یہاں پیش کیے جاتے ہیں، ان میں سے دو "علامہ ظفر احمد عثمانیؒ" اور تیسرا علامہ حافظ محمد ادریس کاندھلویؒ کے قلبی تاثرات کا نتیجہ ہے، اور یہ اس سے پہلے جہاں تک میری معلومات ہیں حضرت تھانویؒ کی کسی سوانح میں موجود نہیں ہیں۔

۱۳۱۵ھ میں جب آپ کانپور سے تھانہ بھون تشریف لے گئے تو آپ کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے آپ کو ان الفاظ میں گرامی نامہ لکھا:

"بہتر ہوا آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا۔ اور آپ ہمارے مدرسہ اور خانقاہ کو از سرِ نَو آباد کریں۔ میں ہر وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں۔ اور آپ کا مجھے خیال رہتا ہے"۔

ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ: بصائر حکیم الامت: کراچی: ص ۴۲

Marfat.com

وفيات

رثاء احمد ربيع ثبت بي سيد حكيم الامة قدس الله سره

بقلبي همٌّ لا يكاد يزول — ثقيلٌ وهمُّ العاشقين ثقيل
بسهرت ليلا طويلا ولم اكن — لأسهر الا ان يبين خليل
الى الله اشكو ما الاقي من النوى — ولو انّ قلبي للجبال حمول
كأن بعيني ما بقلبي من الجوى — فمن طرفها عين الجحيم تسيل
ودمع دعا اذ قام بالليل ناعيا — فطار بقلبي القول حين يقول
فقدت لمن كان خير اشرف ناعيا — فدته الورى لو للفداء قبول
تبكي وناديا ان اشرف قد ثوى — فضجت قلوب بالبكا وعقول
فتى خير اهل الارض نفسا ومحتدا — واشرف خوجيتو نبيه تبجيل
مجدد هذا القرن حقا حكيمه — فقيه لديه للفروع اصول
مفسر هذا العصر من غير ريبة — له في المعالي رأية ورعيل
فتى تقي خجيته ذو اصابة — من الرأي اذ رأى الانام افول
له كتب في كل علم جميلة — بها يُشتفى للطالبين غليل
تعطلت دنيا اذ رايت راحلا — وكادت له شمُّ الجبال تزول

Marfat.com

[illegible] وافضعت والنائبات تهول

[illegible] لنوى [illegible] واصبحت للمضمر حين يصول

فيا ليت ايام الفراق [illegible] واحلا ويا ليت ايام الوصال تؤول

فمن لعلوم قد كشفت لنا منها؟ ولم يبق منها من سواك سؤول

ومن لمعان قد نطقت بسرها؟ وزلت باقدام العقول دخول

ومن لنكات قد فتحت كنوزها؟ لها عن رعين الورى وخمول

ومن لعضال اعجز الناس طبه؟ وانت لكشف المعضلات كفيل

ومن لبيان في القلوب مؤثر؟ وبعدك قول القائلين فضول

يبكيك اهل العلم والبر والتقى سواء شباب منهم وكهول

يبكيك اهل الزهد والورع والتقى بما تهم مثل العيون سيول

يبكيك اهل الارض في [illegible] وفي كل يوم رنة وعويل

فقد حان بالناس [illegible] وكنت طبيبا والزمان عليل

وكنت [illegible] ووجهك سيف للهموم صقيل

تذكرت ايامنا مضت في حلاوة اذا انت حي والزمان جميل

مضت لمضي ما كان من طيب عيشه بمجلس خير ما لذاك عديل

انوم وما لي غير ذكرك لاهج وارقد والافكار فيك تجول

بنفسي من لم ينسني عند موته دعاني باسمي واللسان كليل

وقد كان فيما قبل يومين خط لي كتابا باليه في المرجفين سليل

[illegible] يوم السبت بعد الظهر والمجلس غاص باهله وذلك قبل موته بيومين

Marfat.com

یبشرنی انی بعیسی بن مریم ۔۔۔ ببرکتہ انموذج ومثیل

علیہما مع الا بن السلام تحیۃ ۔۔۔ من اللہ ما یتلو العروج نزول

بشارۃ شیخ عارف قرب موتہ ۔۔۔ لنعمۃ ربی آیۃ ذ دلیل

جزاہ الہ العرش خیراً یمدہ ۔۔۔ بخیر عظیم والجزاء جزیل

جریح الفواد ظفر احمد عفا عنہ وسط شعبان سنہ

(بقیہ حاشیہ ۳۰۷) اثموتی بمقلمتی فاتو ہ بہا فاخرج منہا قرطاساً صغیراً وکتب فیہ بالقرنفل "ھنیئاً لکم انموذج آیۃ وجعلناہا وابنہا آیۃ للعالمین" ثم دعانی باسمی واعطانی ہذا المکتوب انی لا اقدر علی الکتابۃ مستبیناً فان اعوزت علیک القراءۃ کتبتہا لک ثانیاً قلت لا اسوکم ہ اقرؤا لی اول کلمۃ منہا فانہا غیر مستبینۃ فقال ھنیئاً لکم قلت قد قرأت الآن کلہ بہ جداً فقال ینبغی لک السر وسلہ ۱۲ منہ وفی ذالک ایماء الی وجہ شبہہ وتشبیہہ والنور طویل امی فی لفظی العروج والنزول فانہما من مصطلحات القوم فافہم ۱۲

"اب موت العالِم موت العالَم حق ہے یہ تاریخ ہوئی

پروفیسر سید نواب انور علی صاحب ایم اے

معارف میں مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال کی سرخی "موت العالم موت العالم" لکھی گئی تھی سید نواب علی صاحب جو مولانا کے اہل عقیدت میں سے ہیں، اس سے ایک دلچسپ تاریخ نکالی ہے:

حیف جہان فانی کو فردوس بریں میں جا بیٹھے ۔۔۔ جو حکیم امت اشرف تھے اور متقی بھی تھے

سب اہل ہند کہیں گے ذکر جہاں آ جائیگا ۔۔۔ دو عارف تھے وہ کامل تھے دین کے

نواب کی رحلت سے ہی ہو ترسیہ تاریخ یہ ۔۔۔ اب موت العالِم موت العالَم حق ہے

۱۳۶۲ھ

Marfat.com

لقد ضاق الفضاء بنا و مالت ... جبال الارض او كادت تزول

و اوحشت البلاد بنا و امست ... يبابا ما يُرى فيها خليل

و اظلمت الديار و ما عليها ... فهل لضيائها يوماً سبيل؟

تصدعت القلوب بما دهاها ... وجل الخطب وانذهلت عقول

وثُلمت الامور غداة اودى ... حكيم الامة العلم الجليل

محمد دمسلة الاسلام حقاً ... فنعم دليلنا ذاك الدليل

مفسر عصره من غير خُلف ... فقيه الوقت ليس له عديل

خبير بالحديث وكل علم ... وبالاسرار ينطق اذ يقول

ولىّ زمانه عبد تقىّ ... امام الدهر ليس له مثيل

تضلع بالعلوم فكان فرداً ... اليه لكل مكرمة نؤول

رؤف راحم بَرّ كريم ... وللعناة الهوى سيف صقيل

لقد قطع الحبائل عن فئام ... بوادِ الهالكين لهم نزول

يحض بنا على طلب المعالى ... ويهدينا لما قال الرسول

له فينا صحائف معلمات ... كثير ثنائها منا قليل

اقرّ بفضله من قد سراه ... ولم يكفر به الا جهول

يعادى الله من عادى ولياً ... له وعدوّه ابداً ذليل

وكاد القلب ان يَنشق لما ... رايتك فى التراب لك المقيل

يبكيك السماء و نيراها ... وهذى الارض ها مدة تميل

ك من الكفران ضد الشكر ١٢ ك جاز دخول ان فى خبر كاد تشبيها لها بعسى ١٢

Marfat.com

يبكيك المعارف وما خونتها — وتبكيك الحزونة والسهول
يبكيك البيوت وساكنوها — وتبكيك المعالم والطلول
يبكيك العلوم ودارسوها — وتبكيك الضوابط والاصول
يبكيك المنابر موحشات — وتبكيك المواعظ والقبول
يبكيك المدارس مظلمات — عليها اليوم ذلة تدول
يبكيك الطريق وسالكوها — ويبكيك التصوف والوصول
يبكيك التهجد بالليالى — ومجلس يومك الحسن الجميل
يبكيك الحقائق والمعانى — وتبكيك الصحائف والنقول
يبكيك الاقاصى والادانى — ويبكيك الاجانب والقبيل
ويبكيك الزمان لفقد خير — بفقدك ايها البر الوصول
فلا ننساك اشرف ما بقينا — واثك بين اعيننا تجول
تذكرنا آثار ذكراهم — تركت لنا ورايا محجول
اذا اشى الانام حديث قوم — فذكرك فى مجالسنا يطول
الا يا عين جودى واستهلى — بدمع بعد ذلك لا يسيل
فانى لن اصاب بمثل هذا — وان رحيله لهو الرحيل
فلله نفوسنا لو كان يبقى — لكان لنا به ظل ظليل
ليهنك سيدى فى كل يوم — سلام الله والاجر الجزيل

الاتقاد ب ۱۲ طرائق القوم ۱۲ التنكير للتعظيم ۱۲ ان فراقه لهو الفراق ۱۲۰

فيه اشارة الى تاريخ وفاته من قوله تعالى لهم فيها فاكهة ولهم ما يدعون سلام قولا من رب رحيم

Marfat.com

وصلت الى مقام شهود صدق — يحف به نعيم لا يزول

فانت لدى الاله بخير عيش — وانت لخلنا سلف رحيل

بنفسی روضة فی ارض قدس — بها جدث له شرف نبيل

زيارته الحياة لكل قلب — وتربته بها يشفى العليل

اذا فقد الرياض عبير ورد — فماء الورد عن ذاك البديل

وان افلت ذكاء فان نجما — ظلام الليل عن افق يزيل

فصبرا يا آل اشرف ان فيكم — نجوما يهتدى بهم الضلول

وما مات الذی اضحى قلوبا — ابود ماله ابدا افول

عليه من المهيمن كل حين ٤٥ — شآبيب الكرامة والطلول

جريح الفؤاد اضعف العباد ظفر احمد العثمانی التهانوی كان الله له غرة شعبان سنة ١٣٦٢ھ

تصحیح گذشتہ پرچہ میں موت العالم کے تحت ۳۳ سطر میں مولانا شبیر علی صاحب کے یاد فرمانیکا ذکر [illegible] کیا جاچکا ہے [illegible] کیساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا ظفر احمد صاحب کو بھی یاد فرمایا مگر وہ بھی نہ تھے مغرب کی نماز [illegible] ۳۵ سطر میں جس بشارت نامہ کا ذکر ہے وہ وفات سے دو دن پہلے کا واقعہ ہے مولانا ظفر احمد صاحب راقم فرماتے ہیں [illegible] سے دن پہلے ظہر کے بعد جب حضرت مسلسل باتیں کر رہے تھے اور طبیعت روانی معلوم ہوتی تھی [illegible] قلمدان لاؤ قلمدان پیش کیا گیا جس سے ایک پرچہ نکال کر کانپتے ہوئے ہاتھ سے تحریر فرمایا ھنیئا لکم [illegible] پھر [illegible] بنا کر یہ تحریر عنایت فرمائی اور فرمایا مجھ سے دوسرا نہیں لکھا گیا۔ اگر نہ پڑھ سکو پھر لا کر دکھلانا عرض کیا حضرت کو [illegible] ہوئی [illegible] ضعیف ہو گئی [illegible] لفظ اول نہیں پڑھا گیا اسکو زبانی ارشاد فرمایا جائے فرمایا ھنیئا لکم مبارک [illegible] کی [illegible] فرمایا ہاں خوشی کی بات ہے گذشتہ [illegible] میں اس واقعہ کے ذکر کے بعد جو باقی عبارت ہے اس کا تعلق [illegible] سے نہیں دوسرے لوگوں سے ہے عبارت میں [illegible] سہو قلم سے ابہام سا ہو گیا ہے جس پر ندامت ہے

Marfat.com

مرثیہ حکیم الأمۃ الشیخ التھانوی

لقد قبضت روح العلیٰ والمکارم ... بموت حکیم الہند اشرف عالم
وقد قبضت روح الفضائل والھدیٰ ... بموت امام الہند راس الاکارم
تقی نقی عالم الراسخ عالم ... وموتته واللہ موتۃ عالم
وکان جنید الوقت نعمان عصرہ ... وفی البحث کالرازی عند التخاصم
وکان خطیبا مصقعا ای مصقع ... مواعظہ مشہورۃ فی العوالم
لقد جمع العلمین ظہرا وبطنہ ... لقد مرج البحرین منہ لتشائم
وقد کان فی التفسیر اٰیۃ ربہ ... عمی علمہ مثل الحیا المتراکم
واحیی علوم الدین مدۃ عمرہ ... وما خاف فی مولاہ لومۃ لائم
تصانیفہ سارت بشرق ومغرب ... وقد بلغت الفا فہل من مساهم
وصنفہا للہ یبغی بہا الرضیٰ ... وما باع تصنیفا لہ بالدراہم
بکتہ بلاد الہند حقا جمیعہا ... وقد بدلت اعراسہا بالماتم
وحق علی الاسلام والعلم والتقیٰ ... لفقدلہ تذراف الدموع السواجم
تزعزع بنیان الشریعۃ والتقیٰ ... وھار بناء الدین واھی الدعائم
وقد مال طود الفضل من بعد ما رسیٰ ... وقد غاض بحر العلم بعد التلاطم
وقد کودت شمس المعارف والتقیٰ ... وقد غاب بدر العلم تحت الغمائم
ومن لم یشاھد موت علم وحکمۃ ... الا فلیشاھد ھکذا غیر حالم
فمن للفتاویٰ والمعارف بعدہ ... وتلقین اذکار وایقاظ نائم

Marfat.com

فقدناك من شاء بعدك فليمت — فرزء لرزء جلّ من وهو واهم

ولم يبق للعينين بعدك مدمعًا — ومعنًى لي كلّ الرزايا العظائم

فقدناك مثل الأرض تفقد وبلها — وكيف حياة الأرض من دون ساجم

كفاني حزنا أن تخلّفتُ بعده — ابكّي مع الباكين مثل الحمائم

عفاءٌ على الدنيا اذا غاب نورها — وغارت عيون العلم تحت التهائم

وفينا عزاءٌ والملائك تنشد — على الطائر الميمون يا خير قادم

وقد جدّد الأحزان رزءُ وفاته — وجدّد لي رسو الجروح الطواسم

وذكّرني رزء الخليل[1] وأنوره[2] — ورزء عزيز[3] قائم الليل صائم

ولا غرو في هذا فكان مجدّدا — لملّة خير الناس من آل هاشم

وجدّد رسم الدين بعد دروسه — وكان إماما للورى لم يزاحم

فيا لمصاب قد أعاد مصائبا — رزئنا بها في عهدنا المتقادم

ولو قبل الموتُ الفداءَ لكنته — وعادت حياة العلم عيشة ناعم

وأيتمت أهل العلم يا علم الهدى — فمن ذا الذي ندعو لرغم المخاصم

وأورثتنا علما وأورثتنا الأسى — ولي منهما حظ نصيب المقاسم

---

(١) وهو الشيخ العالم خليل احمد المحدث المهاجر المدني صاحب بذل المجهود في شرح سنن ابي داود وكان من أساتذة الشيخ محمد ادريس الكاندهلوي .

(٢) وهو امام العصر محمد انور الكشميري شيخ الحديث بجامعة ديوبند الأسلاميه وعالم جليل وهو أيضًا من اساتذته .

(٣) والشيخ عزيز الرحمن المفتي كان من كبار العلماء وأستاذ جامعة ديوبند الإسلاميه وكان من العلماء الصالحين والشيخ عزيز الرحمن العثماني المفتي كان من أساتذة الشيخ الكاندهلوي رحمهم الله أجمعين .

Marfat.com

عليك سلام الله يا قبر أشرف ... ورحمته مثترى لجود الغمائم

وبوأك الرحمن خير مبوّإ ... وأرضاك رب العرش أرحم راحم

وأهديك يا نجم الهدى أحسن الدعا ... وتسليم مشتاق الفؤاد وهائم

جزاك إله العرش خير جزائه ... فقد كنت للإسلام أحسن خادم"

○

ـ طبعت هذه المرثية في مجلة "برهان" الشهرية دلهي ديسمبر ١٩٤٣م ص ٧٢ إلى ٧٥.
وقائل هذه المرثية الشيخ محمد ادريس المحدث

قاری صاحبؒ کے چند معاصرین

شیخ القراء حافظ ضیاء الدین الہ آبادی

وطن نارہ ضلع الہ آباد، والد کا نام منشی شیخ عبدالرزاق، ولادت بروز جمعہ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۰ھ / ۲۵ جولائی ۱۸۷۳ء۔ اپنے چچا منیر الدین احمد سے مروجہ درسی کتابیں پڑھیں، شیخ القراء عبدالرحمٰن مکی سے تجوید و قراءت سبعہ وعشرہ کی تکمیل کی۔ تجوید کے مدرس ہو کر مدرسہ اسلامیہ عربیہ واقع جامع مسجد امروہہ تشریف لے گئے۔ امروہے کے مدرسہ میں مولانا احمد حسن و مولانا عبدالرحمٰن سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کی۔ یہیں سے آپ کی شہرت بڑھی۔ پھر آپ ہندوستان کے مشہور مدارس مثلاً تجوید القرآن سہارن پور، مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ، مدرسہ قراءت القرآن کانپور، مدرسہ فاروقیہ جامع جونپور، مدرسہ سبحانیہ الہ آباد، مدرسہ عربیہ سرائے میر اعظم گڑھ، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں کافی عرصے تک قیام فرما کر قرآن پاک اور علم تجوید و قراءت کی خدمت انجام دیتے رہے۔ متقی و پرہیزگار، منکسر المزاج واقع ہوئے تھے۔ چونکہ مختلف مدارس میں رہ کر تعلیم دی ہے۔ اس لیے آپ کے شاگرد ہندوستان اور پاکستان کے گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بروز شنبہ، ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ کو الہ آباد میں انتقال ہوا۔ آپ کی تالیفات مندرجہ ذیل ہیں:۔ (۱) ضیاء القراءت اردو میں مختصر و مفید ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء کی تالیف ہے۔ اکثر عربی مدارس میں داخلِ نصاب ہے۔

(۲) خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن۔ عربی میں اختصار و جامعیت کے ساتھ مسائل

Marfat.com

تجوید کی تحقیق و تدقیق میں یہ رسالہ بے نظیر ہے۔ ۱۲۳۰ھ کی تالیف ہے۔ تین بار طبع ہوا۔
قصیدہ رائیہ شاطبیہ کی شرح اردو میں جو نامکمل ہے۔

آپ کے تلامذہ میں مشہور یہ ہیں :-

قاری عبدالمعبود برادر خورد، قاری محمد نذر نابینا، قاری محمد صدیق میمن سنگھی، حکیم قاری عبدالرحیم، حافظ قاری محمد عبداللہ تھانوی مراد آبادی؛

پروفیسر غلام مصطفٰی۔ (ج ۲ ص ۳۵۶)

قاری ریاض الدین ناروی

وطن نارہ، والد کا نام قاری حافظ ضیاء الدین، خلف اکبر تھے۔ اپنے والد ہی سے علوم سیکھے۔ تجوید و قراءت میں مہارت حاصل کی۔ سبعہ قرأت کی تکمیل کی۔ الہ آباد اور لکھنؤ میں قرأت کا درس دیتے رہے۔ والد کی زندگی ہی میں بعمر چالیس سال، محرم ۱۳۳۶ھ میں انتقال ہو گیا۔

Marfat.com

مولانا قاری ضیاء الدین الہ آبادی

"آپ کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ "فاضل جلیل قاری ضیاء الدین احمد الہ آبادی عالمِ اسلام کے مشہور و معروف قاری عبدالرحمن مکی علیہ الرحمۃ کے شاگردِ رشید تھے، عالم و حافظ تھے۔ قراءتِ عشرہ تک کے قاری و مقری تھے، پاک و ہند میں ان کے شاگرد، شاگردوں کے شاگرد اور پھر ان کے بھی بکثرت شاگرد پھیلے ہوئے ہیں۔ علم و فضل اور تجوید و قراءت میں یہ کمال حاصل ہونے کے باوجود عجز و انکسار کا پیکر اور سادگی کا مجسمہ تھے۔ غیبت سے سخت نفرت تھی، اپنے خادموں پر نظر رکھتے ہوئے خاتمہ بالخیر کی ہر کس و ناکس سے دعا کراتے تھے"۔ [1]

ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں لکھتے ہیں "راقم الحروف کو علی گڑھ میں ان سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا۔ اور ان کی ذاتِ بابرکات سے مستفیض ہونے کی توفیق رفیقِ حال رہی"۔ "خلاصۃ البیان" (عربی) اور "ضیاء القراءت" (اردو) ان کی مشہور و مقبول کتابیں ہیں۔ امروہہ، لکھنؤ، الہ آباد، علی گڑھ میں کم و بیش پچاس سال تجوید و قراءت پڑھائی۔ لکھنؤ میں مولانا عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مدرسہ کا نام انہی کی تجویز پر "فرقانیہ" رکھا تھا اور وہاں کے یہ پہلے مدرس تھے

---

[1] ڈاکٹر مسعود احمد: میرے استاذ غلام مصطفٰے خاں: رشاد، سیالکوٹ: ستمبر ۱۹۶۲ء ص ۲۰

Marfat.com

جمعہ ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۰ھ / ۲۵ جولائی ۱۸۷۳ء کو پیدا ہوئے اور شنبہ، ربیع الآخر ۱۳۷۱ھ / ۵ جنوری ۱۹۵۲ء کو الہ آباد میں انتقال فرمایا۔ ؎

عصام الدین احمد صدیقی

" وطن نارہ۔ ولادت ۱۳۱۲ھ۔ آپ شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد صاحب کے فرزند دوم ہیں۔ آپ نے قرآن پاک حضرت ہی کی نگرانی میں حفظ کیا۔ امروہہ، لکھنؤ، جونپور، کانپور، الہ آباد۔ ان مقامات پر حضرت ہی سے اکتسابِ فیض کرتے رہے۔ قراءت سبعہ کی تکمیل الہ آباد میں فرمائی۔ اردو میں تجوید کا ایک رسالہ بھی تالیف کیا۔ آج کل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں درسِ قرأت دیتے ہیں۔" (ج ۳ ص ۴)

؎ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان، علمی نقوش، ص ۲۸۳۔ (بحوالہ رشاد)

Marfat.com

محب الدین احمد

" وطن نارہ۔ ولادت ۲۴ شعبان ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء۔ شیخ القراء حافظ ضیاء الدین کے چوتھے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے بھی قرآن پاک والد ہی کی نگرانی میں حفظ کیا۔ متداولہ علوم کی تحصیل کے لئے امروہہ تشریف لے گئے۔ واپسی پر شیخ القراء محمد عبدالرحمن مکی الہ آبادی سے تجوید و قرأت سبعہ بطریق تیسیر و شاطبیہ و قراءت عشرہ بطریق درہ و طیبہ کی تکمیل فرمائی مگر حضرة کے ارشاد کی بناء پر اپنے والد بزرگوار سے سبعہ و عشرہ کی سند حاصل فرمائی۔ والد کے زمانہ حیات ہی میں مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں حضرت کی جگہ مدرس ہوئے اور اب تک وہیں رونق افروز ہیں۔ جامع کی امامت و خطابت کے فرائض بھی آپ ہی انجام دیتے ہیں۔ روایت حفص کی سند ۱۳۴۱ھ میں اور سبعہ کی ۱۳۴۲ھ میں اور عشرہ کی ۱۳۴۵ھ میں۔

تجوید و قرأت، فنی رسم الخط اور فن وقف وابتداء میں بارہ تیرہ کتابوں کے مؤلف ہیں یہ جملہ کتابیں سلیس اور عام فہم اردو میں محققانہ مباحث پر مشتمل اور نہایت مفید و مقبول ہیں ان میں سے بہت سی کتابیں داخل نصاب ہیں۔ آپ اپنے والد کے سچے جانشین ہیں۔"

مستجاب الدین احمد

" وطن نارہ۔ ولادت ۱۳۱۷ھ۔ آپ شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد کے منجھلے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے قرآن پاک حضرت والد صاحب سے حفظ کیا۔ بعدازاں قرأت سبعہ کی تکمیل کی۔ پھر متعدد مقامات پر تجوید کے مدرس رہے۔ آج کل کلکتہ میں مدرسہ عظمتیہ میں شیخ التجوید ہیں۔ بہت اچھا پڑھتے ہیں۔" (ج ۳ ص۵)

Marfat.com

شیخ القراء حافظ محمد سلیمان دیوبندی

"وطن دیوبند۔ والد کا نام منشی فضل حق صاحب۔ ولادت ۱۳۱۱ھ میں ہوئی الٰہ آباد جا کر شیخ القراء حافظ ضیاء الدین صاحب صدیقی سے تجوید و قراءتِ سبعہ کی تکمیل ۱۳۳۱ھ میں کی مختلف مدارس میں مدرس رہے۔ ۱۳۵۱ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے شیخ التجوید مقرر ہوتے جہاں ۳۲ سال سے برابر کام انجام دے رہے ہیں۔

(ب) مقدمہ جزریہ کی مختصر اُردو شرح لکھی جو شائع ہو گئی ہے۔ شیخ القراء حافظ ضیاء الدین کے رسالہ خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن پر رجو عربی میں ہے) عربی میں حاشیہ تحریر فرمایا۔ یہ حاشیہ ہنوز طبع نہیں ہوا ہے۔ نہایت مفید اور صحیح حاشیہ ہے جس کو شیخ القراء حافظ ضیاء الدین صاحب نے از اول تا آخر ملاحظہ فرما کر اس قدر پسند فرمایا کہ اپنی قلم سے اس کی نقل کر کے اپنے پاس رکھ لی تھی جو آج کل مقری اظہر حسن صاحب کے پاس ہے ۱۳۸۶ھ میں انتقال ہو گیا۔

(ج) آپ کے دو تالیف کردہ رسالے رہنمائے تجوید و ضیاء التجوید طبع ہو چکے ہیں" (ج ص۴)

شیخ القراء سید عبد الحق مہاجر مکی

"عشرہ کے زبردست قاری حضرۃ سید عبد الحق صاحب مہاجر مکی تھے۔ آپ اصلاً فیض آباد (اتر پردیش) کے رہنے والے تھے۔ والد کا نام سید کفایت اللہ تھا۔ غدر کے بعد حالات ناساعد ہونے کی وجہ سے ہجرت کر کے مکہ چلے گئے۔ وہیں علوم کی تکمیل کی بڑے اچھے ادیب تھے عربی فارسی، اُردو اور ترکی کے ماہر تھے۔ یہ چاروں زبانیں بڑی روانی سے بولتے تھے۔ اور ان میں شعر کہتے تھے۔ قراءتِ عشرہ کی تکمیل سید حبیب الرحمٰن کاظمی مدنی سے کی جن کا انتقال ۱۳۱۰ھ میں ہوا۔"

Marfat.com

سید عبدالحق صاحب نے مکہ معظمہ ہی میں شادی کی۔ ایک لڑکی اور ایک لڑکا تولد ہوا۔ لڑکے کا نام سعید تھا۔ لڑکی کی شادی قاری محمد اسحاق صاحب سے ہوئی۔ شیخ القراء عبدالحق صاحب نے وہاں مدرسہ فخریہ قائم کر کے درس و تدریس شروع کی ۱۳۲۵ھ میں حیدرآباد آئے اور افسر الملک کی مسجد میں درس کا سلسلہ شروع کیا۔ جب حضور نظام نے حمایت سوئمنگ باتھ کا افتتاح کیا تو اس وقت قاری صاحب نے ان کی مدح میں ایک عربی اور ایک فارسی قصیدہ پڑھا۔ حضور نظام نے مدرسہ کے نام تین سو روپے ماہوار کی امداد جاری کی۔ خود قاری صاحب کو ایک سو روپے اور ان کے فرزند سعید کو پچاس روپے ماہوار تاحیات منصب جاری کیا۔ ایک سال حیدرآباد میں رہ کر قاری صاحب ۱۳۳۶ھ میں واپس تشریف لے گئے۔

ب۔ حضرت کا انتقال ۱۳۳۹ھ میں مکہ معظمہ میں ہوا۔ جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے ان کے انتقال کے بعد ان کے داماد محمد اسحٰق صاحب نے مدرسہ فخریہ سنبھالا۔

حیدرآباد کے ایک سال کے قیام میں قاری عبدالحق صاحب نے بہت سے شائقین تجوید و قراءت سے قرآن مجید سنا۔ عشرہ سے ختم کرنے والوں میں چار نام بہت ممتاز ہیں۔

۱۔ شیخ القراء میر روشن علی صاحب

۲۔ مقری منیر علی صاحب

۳۔ مولانا قاری عبدالعزیز صاحب صدیقی

۴۔ مقری ڈاکٹر سید کلیم اللہ حسینی صاحب"

(ج ا ص ۲۴۶)

Marfat.com

قاری محمدؐ اسماعیل امرتسری

" مولد کھنڈہ ضلع مردان۔ حفظ کے بعد قاری خدا بخش اور قاری کریم بخش سے تجوید سیکھی۔ پھر امروہہ جا کر قاری محمد نذر صاحب سے شاطبی پڑھی۔ پھر قاری عبدالمالک سے استفادہ کرتے رہے۔ بعد ازاں مراد آباد جا کر قاری محمد عبداللہ سے استفادہ کیا۔ سبعہ و عشرہ قرأت کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ بعد ازاں امرتسر میں کام کرتے رہے۔

اب لاہور میں مقیم ہیں۔" ۱؎

۱؎ قاری بسم اللہ ۔ تذکرہ قاریانِ ہند ۔ ج ۱ ص۳۸

Marfat.com

مولانا قاری محمد اسماعیل مردانی

آپ کھنڈہ تحصیل صوابی ضلع مردان کے رہنے والے ہیں۔ یہیں ۱۹۱۰ء کے قریب پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب کا نام محمد گل (م ۱۹۲۶ء) ہے۔

ابتدائی تعلیم مولوی محمد منیر (م ۱۹۲۶ء) سے حاصل کی۔ موصوف فارسی اور عربی دان تھے۔ پھر ہال بازار چوک بجلی، محلہ نیم والہ امرتسر میں قاری عبدالکریم کشمیری[1] (م ۱۹۲۹ء) سے سورۂ نسا تک حفظ کیا۔ چوک فرید میں حضرت قاری کریم بخش صاحب کے ہاں بارہ سال تک پڑھتے رہے۔ پہلے مکمل حفظ کیا، پھر روایتِ حفص اور اسکے بعد قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔

اعلیٰ تعلیم قراءات عشرہ کی تکمیل قاری عبداللہ مراد آبادیؒ[2] سے کی اور سند حاصل کی۔

درسِ نظامی کی تکمیل مدرسہ نعمانیہ میں مولانا مفتی عبدالرحمٰن ہزاروی فاضل دیوبند سے کی۔ وہ امرتسر میں مولانا مفتی محمد حسن صاحب کے مدرسہ میں پڑھاتے تھے۔

۱۹۳۶ء میں دورۂ حدیث مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ اور مولانا مفتی عبدالرحمان ہزاروی

---

[1] قاری عبدالکریم کشمیری اسلامیہ کالج امرتسر میں معلم رہ چکے تھے۔ ان کو دس روپے پنشن بھی ملتی تھی۔ کشمیری لباس، لمبے چغے، کھلا پاجامہ پہنا کرتے تھے، پختہ حافظ تھے۔ ۱۹۲۹ء میں وصال ہوا۔

[2] استاذ القراء قاری عبداللہ مراد آبادی کا وصال ہیضہ سے ہوا۔ وہ اور ان کا خاندان اسی کا شکار ہو کر ختم ہو گیا۔

Marfat.com

سے پڑھا۔ اسی کے ساتھ اپنے استاد قاری کریم بخش کے مدرسہ چوک فرید میں تدریس بھی کرتے تھے۔ یہ مدرسہ حضرت مفتی صاحبؒ کی زیرِ نگرانی چلتا تھا۔

علمِ طب کی تحصیل حکیم فقیر محمد، عبدالقادر اور نورالدین سے کی۔

پاکستان کے قیام پر لاہور چلے آئے اور ۱½ سال مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد لاہور میں حفظ اور تجوید کی تدریس کی۔ پھر راولپنڈی میں کچھ عرصہ مطب کیا۔ اسی دوران آپ کو حضرت قاری کریم بخش صاحب کا ایک گرامی نامہ موصول ہوا، جس میں لکھا تھا کہ "تمہیں کیا اس لیے پڑھایا تھا کہ دوائیں بیچو" اسے پڑھتے ہی آپ نے مطب چھوڑا اور حضرت استاد کی خدمت میں لاہور پہنچے۔ ۱۹۴۹ء میں حضرت قاری صاحب نے مسجد چینیانوالی میں آپ کو شعبۂ تجوید کا استاد مقرر کروا دیا۔ ۹ سال تک آپ نے صدر شعبۂ تجوید کی حیثیت سے تدریس کی۔ پھر مسجد تکیہ سادھواں میں تین سال تک پڑھاتے رہے۔

<u>اپنے مدرسہ کا قیام</u> پھر آپ نے بیرون شاہ عالم لاہور میں حفظ، تجوید کے شعبوں کا ایک مدرسہ خود قائم کیا جو بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔

<u>تلامذہ</u> آپ کے تلامذہ میں حفاظ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔

روایتِ حفص کی تکمیل کرنے والے قاری حضرات کی تعداد بھی ایک سو سے زائد ہے قراءاتِ سبعہ و عشرہ پڑھ کر فارغ ہونے والوں کی تعداد بھی خاصی ہے۔ ان میں استاد القراء حافظ قاری محمد شریف بانی دارالقراء جامع بی بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور اور قاری غازی اللہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ نیز قاری احمد دین، عبدالقوی، محمد حنیف ملتانی، نور محمد، عبدالمجید بھاکری، قاری شکیل احمد قاری ریڈیو، قاری عبدالرحمن قاری ریڈیو بھی شامل ہیں۔

قاری محمد شریف صاحب نے سبعہ عشرہ کی تکمیل بطریقِ درہ آپ سے کی ہے۔

Marfat.com

تصانیف ۱۔ الاقوال الامدادیۃ علی مقدمۃ الجزریۃ (عربی)
۱۰۰ صفحات، مطبوعہ

۲۔ احسن الاقوال علی تحفۃ الاطفال (عربی) مطبوعہ

۳۔ قواعد التجوید (عربی قاعدہ) مطبوعہ

۴۔ تفہیم التجوید (اردو) مطبوعہ

۵۔ تفہیم الوقوف (اردو) مطبوعہ

۶۔ حروف القرآن زیرِ ترتیب

اولاد تین فرزند قاری حافظ امداد اللہ ایم اے، حافظ قاری فداء اللہ قاری سبعہ اور حافظ قاری محمد ارشاد اللہ ہیں۔

صوفیانہ مسلک حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان سے اصلاحِ باطن کرواتے رہے۔ ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا عبد الغفور نقشبندی (خلیفہ مجاز مولانا فضل علی قریشی مسکین پوری) ہزاروی سے بیعت ہوئے۔ بعد میں حضرت نے آپ کو بیعت کرنے کی بھی اجازت عطا فرمادی تھی۔ آپ ان کے خلیفہ مجاز ہیں۔

Marfat.com

حافظ قاری محمد حسن صاحب صدیقی امروہی

مد وطن امروہہ۔ قرآن پاک امروہہ کے مدرسہ حفاظ میں حفظ کیا۔ حکیم مقری عبدالرحیم خان صاحب امروہی سے تجوید پڑھتے رہے۔ پھر استاد کے ہمراہ کانپور پہنچ گئے۔ پھر لکھنو پہنچے مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مکی میمن سنگھی سے تجوید و قراءت کی تکمیل کر کے اسی مدرسہ میں مدرس ہو گئے تھے۔ پھر مدرسہ فلاح دارین مراد آباد میں تجوید و قراءت کے مدرس مقرر ہوئے۔ شاہی مسجد مراد آباد میں امامت و خطابت کی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔ مراد آباد سے رنگون اور رنگون سے مولمین رجو برما کا ایک مشہور تجارتی شہر ہے) گئے وہاں سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور ڈابھیل سے قلات روانہ ہو گئے۔ آج کل شاہی جامع مسجد قلات میں خطیب ہیں۔

(ب) بہت ہی خوش الحان اور پختہ مشق قاری ہیں۔ ایسی رسیلی آواز ہزاروں میں ایک آدھ ہی کو عطا ہوتی ہو گی۔ شیخ القراء حافظ محمد صدیق صاحب مکی میمن سنگھی سے جس قدر لہجے سیکھے ان سب کی ادائی پر قدرت رکھتے تھے۔ اپنے استاد کا مکمل نمونہ ہیں۔ لہجہ نقل کرنے میں ایسا ملکہ حاصل ہے کہ ایک بار سنکر بالکل اسی طرح دہرا دینا ان کے لئے معمولی سی بات ہے۔

خوبی یہ کہ تمیز نہیں ہو سکتی کہ اصل شخص پڑھ رہا ہے یا اس کی نقل کی جا رہی ہے! [1]
مولانا سید محمد یوسف بنوری لکھتے ہیں: افسوس کہ ہمارے محترم قاری محمد حسن صاحب امروہی نے جمعرات ۹ جمادی الاخری ۱۳۹۵ھ/۱۹ جون ۱۹۷۵ء صبح کو داعئ اجل کو لبیک کہا۔ مرحوم قاری محمد صدیق بنگالی استاذ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کے شاگرد تھے

---

[1] قاری بسم اللہ: تذکرہ قاریان ہند، ج ۱ ص ۱۱۱

Marfat.com

حافظ محمدؒ صدیق مکیؒ

"آپ کے والدین ضلع میمن سنگھ بنگال کے باشندے تھے، ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے۔ محمد صدیق کی پیدائش اور تربیت مکہ معظمہ میں ہوئی۔ مدرسہ صولیتہ میں شیخ القراء محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکی کی زیرِ نگرانی قرآن پاک حفظ کیا، روایت حفص کے ساتھ تجوید کی تکمیل کی بے حد خوش الحان تھے، بے شمار عربی لہجوں کے ماہر تھے۔ ایسا خوش الحان قاری جو بے شمار لہجوں کا جاننے والا ہو ہندوستان میں نہ ہوگا خصوصاً عشاق لہجہ سے تلاوت میں آپ کا نظیر نہ تھا۔

مولانا ضیاء الدین شیخ القراء نے ایک دفعہ جب آپ کو بلا کر تلاوت سنی اس قدر رقت طاری ہوئی کہ آنسوؤں کا تار بندھ گیا۔ حضرت نے ترغیباً سبعہ وعشرہ کی تکمیل کا مشورہ دیا تو آپ نے مدرسہ میں شریک ہو کر تھوڑے ہی عرصہ میں تکمیل فرمالی اور مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں مدرس ہوگئے۔ آخر عمر تک تجوید و قرأت کی خدمت انجام دی۔ آپ حسن صوت کے ساتھ حسنِ صورت اور حسنِ سیرت کے بھی حامل تھے۔ ہر شخص کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے حسنِ اخلاق، تہذیب و شائستگی کے پیکرِ مجسم تھے۔

آپ نے اور آپ کے ساتھ مقری عبدالمعبود اور مقری محمد نذر اعلیٰ نے عشرہ کی تکمیل بطریق درۃ وطیبۃ شیخ القراء عبدالرحمن مکیؒ سے کی۔ شاگردوں کی کثیر تعداد ہے۔" (ن ۲ ص ۳۳۲)

Marfat.com

مولوی قاری کریم بخش

۱۳۰۸ — ۱۳۸۱ھ

"آپ ۱۳۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ پیلی بھیت کے رہنے والے تھے۔ والد صاحب کا نام شیخ الہی بخش ہے اپنے وطن میں قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر بھیت سے قصبہ جلال آباد تشریف لے گئے۔ یہ دونوں جگہ شاہجہان پور میں ہیں۔ پھر مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں فارسی وعربی درسیات کی تکمیل کی۔

یہیں قاری محمد صدیق میمن سنگھ سے پہلے ایک روایت سے اور پھر سبعہ قرات سے قرآن شریف سنایا۔ انہی سے سبعہ عشرہ کی تکمیل کی۔

۱۳۲۷ھ میں امرتسر گئے۔ قاری خدا بخش نے اپنی جگہ پر لاکر بٹھایا۔ شیخ بوڑھے کی مسجد میں پڑھاتے رہے۔ چوک فرید کی مسجد کو تعال میں امامت کرتے رہے یہاں ۱۵ سال کے قریب تدریس کی پھر مدرسہ رحمانیہ کوچہ بدراؤں امرتسر حاجی محمد اسحاق کے مدرسہ میں ایک عرصہ تک پڑھاتے رہے۔ آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔

۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان پر لاہور آگئے اور یہاں کرشنا گلی بانساوالا بازار میں گھی کی تجارت کے ساتھ اپنی دکان میں آخر وقت تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں اور تجوید و قراءت کے بہت سے مدارس کے ممتحن مقرر ہوتے تھے۔

ممتاز تلامذہ:- آپ کے ممتاز ترین تلامذہ میں مولانا مفتی محمد حسن بانی جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

حافظ قاری فضل کریم بانی مدرسہ تجوید القرآن، کوچہ کندیگراں، موتی بازار

Marfat.com

لیکن اپنی خداداد قابلیت اور موزونیت طبع سے حسن تجوید اور حسن تلاوت کے اس مقام پر پہنچے کہ متحدہ ہندوستان میں ان کی کوئی ہمسری نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا مؤثر پڑھنے والے قاری کو کبھی نہیں دیکھا۔ نہایت وقار و خشوع کے ساتھ دردناک آواز میں اس انداز سے تلاوت فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ قرآن آج نازل ہو رہا ہے۔ خصوصاً فجر کی نماز میں سننے والوں پر ایسی کیفیت طاری ہوتی تھی کہ وہ دنیا و مافیہا سے غائب ہو جاتے تھے۔ رنگون، رانڈیر، سوات اور ریاست قلات میں زندگی گذاری۔ آخری زندگی کراچی میں گزری۔ افسوس کہ اپنا کوئی شاگرد رشید ایسا نہیں چھوڑا جس سے ان کی یاد تازہ ہو، طبیعت میں انتہائی ظرافت تھی۔ خوش مزاج، مرنجاں مرنج تھے، ان میں محاکات کا مادہ غضب کا تھا جب کسی کی نقل اُتارتے تو اصل سے یہ نقل بڑھ جاتی تھی، کبھی مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں بعد عصر تشریف لایا کرتے تھے۔ ان کی آمد سے اچھی خاصی محفل قراءت آراستہ ہو جاتی تھی۔ طلبہ سے قرآن سنتے اور خود بھی سناتے اچھے پڑھنے والوں کے بڑے قدردان تھے اور ان کی قراءت سے بیحد محظوظ ہوتے تھے۔

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ورفع درجاتہ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر" [۱]

---

[۱] مولانا سید محمد یوسف بنوری۔ بصائر و عبر: بینات کراچی شعبان ۱۳۹۵ھ ص۱

Marfat.com

مقری حافظ محمد نذر نابینا امروہی

وطن امروہہ۔ ولادت ۱۳۰۸ھ شیخ القراء ضیاء الدین احمد سے امروہہ میں حفظ کیا۔ بعدازاں تجوید و قرأت سبعہ و عشرہ کے درسیات کی تکمیل کی۔ علوم متداولہ بھی سیکھے آپ کا حافظہ بہت قوی تھا۔ قرأت کی جملہ کتابیں ازبر تھیں۔ بے تکلف ان سب کتابوں کا درس دیا کرتے تھے۔ بہت خوش الحان اور جہیر الصوت تھے۔ عربی لب و لہجہ کے ساتھ بڑی خوبی سے تلاوت کرتے تحصیل و تکمیل کے بعد گجرات، سوات وغیرہ میں مدرس رہے۔ مگر ہمیشہ استاد کی معیت مقصود رہی۔ جب حضرت جونپور گئے تو حضرت ہی کی خدمت میں رہنے کی خواہش کی۔ چنانچہ حضرت نے آپ کو وہیں طلب کر کے مدرسہ فاروقیہ میں مدرسی کی خدمت پر مامور کر لیا۔ جب شیخ القراء عین القضاۃ کی طلبی پر لکھنؤ گئے تو آپ بھی چند روز کے بعد بلا لیے گئے۔ آخر عمر تک اسی مدرسہ میں درس و تدریس میں مصروف رہے۔ بالآخر بمقام لکھنؤ ۱۳۶۷ھ میں انتقال ہوا۔ شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن مکی کی قبر سے بائیں جانب دفن کیا گیا۔ آپ نے تجوید میں ایک مختصر رسالہ اردو میں ارقام فرمایا جو مبتدیوں کے لئے مفید اور ان کی استعداد کے مطابق ہے

تذکرہ قاریان : ج ۲ : ص ۳۵۴

Marfat.com

(١) تحفۃ الاطفال (٢) مقدمہ جزریہ کی اردو شرحیں ـــ یہ دونوں غیر مطبوعہ ہیں۔
(٣) سراج القراٰت ضمیمہ ضیاء القراٰت اردو مطبوعہ (٤) المعالی الجلیلہ شرح عقیلہ (٥) شرح طیبۃ النشر ـــ یہ بہت مقبول ہوئی۔ کتب خانہ فخریہ مراد آباد سے ملتی ہے۔

(د) محمد عبد اللہ صاحب کا انتقال ١٣٦٣ھ میں مراد آباد میں ہوا۔ وہیں دفن ہوئے۔ دس سال کے بعد ١٣٧٣ھ میں کثرت سے بارش ہوئی۔ قبرستان میں پانی آگیا۔ کئی قبریں بہہ گئیں اور بعض قبریں کھل گئیں۔ قاری عبد اللہ صاحب کی قبر بھی سرہانے کی جانب سے کھل گئی تو اکثر لوگوں نے بچشم خود مشاہدہ کیا کہ چہرہ بالکل ترو تازہ تھا۔" (ج ٢ ص ٣٤٤، ٣٤٥)

قاری مولانا حیدر حسن ٹونکی

"وطن ٹونک، والد کا نام احمد حسن، ملقب بہ دلیر بخت، ولادت ١٢٩٠ھ میں ہوئی۔ ابتدائی علوم ٹونک میں سیکھے، پھر لکھنؤ جا کر ان کی تکمیل کی۔ قاری عبد الرحمٰن مکی سے تجوید و قراءت سیکھی۔ مدرسہ ندوۃ العلماء میں شیخ الحدیث ہوئے۔ ١٣٥٥ھ میں واپس ٹونک آئے تو شیخ القراء عبد المالکؒ صاحب کو ساتھ لائے۔ ان کی وجہ سے ٹونک میں بہت سے سبعہ و عشرہ کے قاری ہوئے۔ وفات ١٣٦٤ھ میں ہوئی۔" (ج ٢ ص ٣٤٦)

Marfat.com

مولانا حافظ قاری مفتی محمد عتیق انصاری فرنگی محلی

۱۹۰۶ ——— ۱۹۷۷ء

۷۔ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ملا نظام الدین محمد بانی درس نظامی کی اولاد میں سے ہیں۔ تیرہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور ۱۳۳۹ھ میں پہلا محراب سنایا۔ ۱۳۴۰ھ میں فارغ التحصیل بھی ہوئے اور اپنے والد ماجد محمد عبداللہ بن عبدالحلیم کے دست مبارک پر قادریہ سلسلہ میں بیعت کی اور بعد کو خلافت بھی پائی ۱۳۶۱ھ میں۔

شیخ عبدالقادر توفیق الشبلی الطرابلسی الشامی ثم المدنی سے بھی سندِ حدیث حاصل کی تھی۔

ڈاکٹر غلام محمد لکھتے ہیں: وہ مولانا کو قرآن پاک اور ذات محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے عشق تھا۔ اس لئے انہی دونوں موضوعات کی علمی خدمات کا شرف حاصل رہا۔ قرآن پاک کے آداب تلاوت پر ایک رسالہ احکام القرآن ہیں ایک کتاب، سورہ والضحیٰ اور الم نشرح کی تفسیر وغیرہ لکھی۔ سیرۃ محب طبری کا ترجمہ کیا اور رسجل الصواف علی سید الکائنات کے زیر عنوان درود شریف کا مجموعہ مرتب فرمایا۔ مگر سب سے بڑا اور اہم کارنامہ مولانا کا سلیس اور با محاورہ ترجمہ قرآن اور اس کے ساتھ انوکھے حواشی ہیں۔ اس رکن ایمان ترجمہ قرآن کے بارے میں مولانا عبدالباری ندوی رقم فرماتے ہیں۔

"ترجمہ لفظی نہیں محاورہ کا ہے، توسیع کی مدد سے مطالب کو اور بھی کھول دیا گیا ہے نیز قلم ماشاءاللہ سلفی فرنگی محلی ہے۔ اس لئے تجدد کی کسی ضلالت کا کیا جمہور امت سے خلاف کسی ادنیٰ سے ادنیٰ بے احتیاطی کا بھی احتمال نہیں بے کھٹکے عوام و خواص سب مستفید ہو سکتے ہیں"۔ [1]

---

[1] آپ کے اس ترجمہ پر مولانا حلیم عطا، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا قمر الدین پھلواری امیر شریعت بہار، مولانا عبداللہ عباس ندوی رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ اور مولانا محمد یوسف بنوری کی آراء شامل ہو چکی ہیں

Marfat.com

لاہور۔ سلہ

قاری عبداللہ گوجرانوالہ، حافظ قاری طفیل امرتسری، قاری عبدالغنی مرحوم، قاری عبدالولی بہاولپوری۔ قاری عبدالرؤف، قاری بشیر احمد، قاری شفیع گوجرانوالہ اور مولانا قاری محمد اسمٰعیل صاحب بانی مدرسہ تجوید چوک شاہ عالم لاہور ہیں۔

وصال: ۱۲ دسمبر ۱۹۶۱ء / ۱۳۸۱ھ بروز منگل وصال ہوا۔ قبر میانی شریف لاہور میں ہے۔

اولاد: یکے بعد دیگرے پانچ نکاح کئے چار بیویوں سے اولاد ہوئی مگر فوت ہوگئی آخر میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند عطا فرمایا، اس کا نام عطاء الکریم ہے، حافظ، قاری اور جامعہ اشرفیہ لاہور کے فارغ ہیں۔

پہلی بیوی سے صرف ایک لڑکی ہیں۔

لہ تفصیل کے لئے راقم کی مرتبہ سوانح حضرۃ قاری فضل کریم کا مطالعہ کیجئے۔

سلہ قاری طفیل امرتسری کے والد کا نام حاجی عبدالرحمٰن ہے۔ خوشنویس تھے۔ اس سے قاری کریم بخش صاحب نے روکا۔ مکہ مکرمہ گئے دو حج کئے۔ وہیں مکہ اور مدینہ میں دو سال رمضان میں قرآن مجید سنایا، وزیر خاں کی مسجد میں پڑھاتے رہے پھر میمن مسجد کراچی میں خطیب رہے۔ حیدرآباد میں ہیں۔ خوش الحان اور بلند آواز والے ہیں یہ اور قاری فضل کریم صاحب ۱۹۲۸ء کے فارغ ہیں۔ قاری فضل کریم صاحب نے البتہ امتحان لکھنؤ جا کر حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی کو دیا تھا اور کامیاب ہوتے تھے جب کہ دوسرے ساتھیوں نے امرتسر میں امتحان دیا تھا۔

Marfat.com

شیخ القراء حافظ محمد عبداللہ قاری عشرہ

موضع لوہاری ضلع مراد آباد کے باشندے تھے۔ والد کا نام جیون علی۔ تھانہ بھون اور پھر مراد آباد میں سکونت اختیار کرلی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں حاصل کی۔ آپ بہت ذہین، ذکی اور قوی الحافظہ تھے۔ قاری حضرت ضیاء الدین الہ آبادی کی نگرانی میں تجوید و قراءت سبعہ وعشرہ کی تکمیل کی۔ نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ سمجھنے کے بعد مدرسہ رحمانیہ محلہ پیر غائب مراد آباد میں مدرس ہوئے۔ امامت وخطابت بھی فرماتے رہے۔ اس کے بعد مدرسہ امدادیہ مراد آباد منتقل ہوئے۔ پھر مدرسہ شاہی مراد آباد کے صدر مدرس مقرر کئے گئے۔ اسی مسجد میں امامت وخطابت کی خدمت بھی انجام دی۔

(ب) آپ سے بے شمار طلبہ فیض یاب ہوئے۔ جملہ امام و راویانِ سبعہ وعشرہ کے وجوہ و اختلافات وطرق نوک زبان تھے۔ اور ان پر عبور کامل تھا۔ قراءت سبعہ وعشرہ بطریقِ درہ وطیبہ شیخ القراء حافظ ضیاء الدین سے پڑھیں۔ حضرت شیخ القراء مولانا عبدالرحمٰن مکی الہ آبادی نے بھی اپنی طرف سے اجازت مرحمت فرمادی۔

(ج) محمد عبداللہ نے مراد آباد میں غیر معمولی ہردلعزیزی حاصل کرلی تھی۔ سیاسی اور دینی امور میں ہندو مسلمان سب آپ کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ علومِ تجوید و قراءت اور رسم الخط عثمانی میں آپ کی تالیفات کی فہرست ذیل میں درج ہے:۔

Marfat.com

۲۰ مئی ۱۹۷۷ء کو واصل بحق ہوئے۔ اور دو لاکھ کے قریب حضرات نے انکی نماز جنازہ میں شرکت کی۔" ؎۱

مولانا سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں۔

"مئی میں ہندوستان کے دو اور بلند پایہ علماء کا بھی انتقال ہوگیا۔ ایک مولانا شاہ عزیز الدین صاحب مجیبی اور دوسرے مولانا مفتی عتیق احمد فرنگی محلی۔ مولانا فرنگی محلی فرنگی محل کے کارواں بہار کی آخری نشانی تھے۔ بلند پایہ عالم اور بڑے فاضل بزرگ تھے۔ فرنگی محل کے مفتی تھے اور اسی کے مدرسہ میں جواب برائے نام رہ گیا ہے درس و اہتمام کی خدمت بھی انجام دیتے تھے۔ گوشہ نشین اور قناعت پیشہ بزرگ تھے۔" ؎۲

قاری حافظ عبداللطیف آلہ آبادی

"وطن الہ آباد، والد کا نام حاجی خدابخش، ولادت ۱۳۰۶ھ، کم عمری میں والدین کا سایہ اٹھ گیا۔ بھائی کی سرپرستی میں پڑھتے رہے۔ حفظ کی تکمیل احیاء العلوم میں حافظ خیرات محمد سے کی۔ تجوید میں پہلے بروایتِ حفص اس کے بعد سبعہ اور پھر عشرہ قرات کی تکمیل قاری ضیاء الدین احمد صاحب سے اور پھر شیخ القراء عبدالرحمن مکی سے کی۔ آپ کے ہم درس قاری عبدالمالک اور قاری محمد نذر تھے اب جنرل مرچنٹ کی حیثیت سے تجارت کرتے ہیں۔"

؎۱ ڈاکٹر غلام محمد: فرنگی محل کا آخری چراغ الحق۔ اکوڑہ ج ۱۳ شمارہ ۱۰ ص ۲۳ تا ۴۲

؎۲ مولانا سعید احمد اکبر آبادی نظرات، برہان، دہلی، ج ۷۸، شمارہ ۶ ص ۳۲۳

Marfat.com

حضرۃ قاری صاحب معاصرین کی نظر میں

از: قاری محمد سمیع اللہ

شیخ القراء حافظ عبد المالک علی گڑھی

''آپ شیخ القراء حافظ عبد الخالق علی گڑھ کے چھوٹے بھائی، والد کا نام شیخ جیون علی۔ ولادت بمقام علی گڑھ ۱۳۰۳ھ میں ہوئی۔ ۱۳۱۳ھ میں والدہ کے ساتھ حج کو گئے۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں ایک عرصہ تک تعلیم پاتے رہے۔ بروایت سیدنا حفص قرآن شریف ختم کیا۔ ۱۳۲۰ھ میں بڑے بھائی سے ایک سال قبل واپس ہندوستان آگئے۔ ۱۳۲۱ھ میں عبدالخالق بھی واپس ہوگئے۔ سہارن پور کے ایک جلسے میں دونوں بھائیوں نے قراءت سنائی۔ تحسین و آفرین کے نعرے بلند ہوئے۔ ۱۳۲۳ھ میں دونوں بھائی مدرسہ تجوید القرآن میں مامور ہوگئے۔ تین سال تعلیم دینے کے بعد ۱۳۲۶ھ میں عبد المالک ترک ملازمت کر کے تھانہ بھون چلے گئے۔ ۱۳۲۸ھ میں آگرہ آئے۔ تدریس کی۔ پھر بریلی

ٹونک اور لکھنؤ جا کر مدارس میں طلبہ کو فیض پہنچاتے رہے۔ ۱۳۳۶ھ و ۱۳۳۷ھ میں الہ آباد جا کر شیخ القراء عبد الرحمٰن مکی سے عشرہ کی تکمیل کی۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں بہت عرصے تک خدمت انجام دی۔ مولانا حیدر حسن خان صاحب شیخ الحدیث ندوہ آپ کو اپنے ساتھ ۱۳۵۵ھ میں ٹونک لے گئے۔ تقسیم ہند کے بعد آپ پاکستان چلے گئے۔ لاہور میں شیخ التجوید تھے۔ ۱۳۷۰ھ میں بھائی کے انتقال کی خبر سن کر سہارن پور آئے تھے۔ واپسی کے بعد انتقال ہوگیا۔ شیخ القراء عبد المالک صاحب نہایت خوش الحان اور بے شمار عربی لہجوں کے ماہر اور جامع تھے۔ حسینی

Marfat.com

لہجہ، مصری لہجہ، عشاق لہجہ اور خصوصیت سے مایہ لہجہ زیادہ پڑھتے تھے۔ آپ نے فوائد مکیہ پر نہایت عمدہ حاشیہ ارقام فرمایا ہے جس کا نام تعلیقاتِ مالکیہ ہے۔ ہندوستان اور پاکستان میں آپ کے شاگرد بکثرت ہیں۔ ان میں سے ممتاز چند نام جن سے میں نے ملاقات کی ہے یہ ہیں :- (۱) قاری حافظ عبدالعزیز اکبرآبادی (۲) قاری حافظ حبیب اللہ قاری عشرہ جواب ٹونک سے پاکستان چلے گئے (۳) قاری صبغۃ اللہ ٹونکی، قاری مولا بخش ٹونکی (۵) قاری امیر احمد صوفی ٹونکی (۶) قاری محمد سابق قاری عشرہ، شیخ التجوید مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ، قاری محمد منیر لکھنوی۔

لہ قاری محمد بسم اللہ : تذکرہ قاریانِ ہند : صہ ۲۰۰

Marfat.com

ایک دفعہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا کہ "قاری صاحب پر جلال کا غلبہ رہتا تھا۔ اس لیے کہ آپ اللہ کے کلام کے حامل تھے۔ اور اس کے عامل بھی تھے۔"

مولانا احتشام الحق تھانویؒ جو حضرت قاری صاحب کے بیحد مداح اور معتقد تھے، ایک مرتبہ اپنی مخصوص مجلس میں جو نماز جمعہ کے بعد ان کے کمرے میں منعقد ہوتی تھی، قاری عبد الباسط صاحب کی تلاوت کا ٹیپ چل رہا تھا اور سب لوگ انہماک اور شغف کے ساتھ محو سماعت تھے، اسی دوران قاری صاحب بھی تشریف لے آئے، ان کی تلاوت سے وہ بھی محظوظ ہوتے رہے۔ تلاوت ختم ہونے کے بعد حضرت مولانا احتشام الحق صاحب نے پوچھا کہ حضرت! ان کی تلاوت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے کچھ تامل کے بعد فرمایا۔ "قاری عبد الباسط صاحب بلاشک آواز اور سانس کے بادشاہ ہیں لیکن ان کی تلاوت میں بے شمار فنی تسامحات موجود ہیں۔ مثلاً قاری صاحب موصوف نے ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ کو امالہ کرتے ہوئے بجائے الف کے امالہ یائے ممدودہ کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ فاش غلطی ہے۔ اسی طرح وہ حروف سواکن کو متحرک کر کے پڑھتے ہیں وغیرہ۔"

(قاری عبد الرحمن صاحب)

مولانا عین القضاۃ صاحب قاری نذر محمد صاحب سے تراویح میں اور قاری صاحب سے تہجد میں سنتے تھے، اپنے ارادتمندوں سے پوچھتے کہ تمھیں کس کی تلاوت میں زیادہ لطف آتا ہے؟ وہ بتاتے کہ قاری عبد المالک صاحب کی۔ فرماتے کہ "میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"آپ کی تلاوت سے قرآن پاک کا اعجاز ظاہر ہوتا ہے۔"

(مفتی محمد حسن)

Marfat.com

"قرآن پاک کو اس کے معانی میں ڈوب کر پڑھنا یہ آپ کا ہی حصّہ ہے" معانی و مفاہیم کے لحاظ سے آواز کا زیروبم اس بات کا غماز ہوتا تھا کہ پڑھنے والا اپنی آواز کے نشیب و فراز سے ان مفاہیم کو باحسن طریق ظاہر کر رہا ہے۔

(مولانا آزاد)

رفع مسیح مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی تقریر کا موضوع تھا، جامعہ اشرفیہ لاہور کے جلسہ تقسیم اسناد منعقدہ جامع نیلا گنبد میں قاری صاحب نے سورہ آل عمران کی آیات اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیکَ تلاوت فرمائیں تو مولانا محمد ادریس صاحب کو بیحد انشراح صدر ہوا، بعد میں فرمایا کہ وہ حضرت قاری صاحب کو موقع و محل کی مناسبت سے قرآن مجید کی آیات کے اختیار و انتخاب پر مکمل عبور و کمال حاصل ہے۔"

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب نے راقم الحروف کو ایک ملاقات میں بتایا کہ مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی نے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری سے فرمایا کہ قیام پاکستان کے بعد جہاں اور جس مسجد میں بھی نماز پڑھی، قاری امام کے پیچھے پڑھی کیا یہ قاری عبد المالک صاحب کے اثرات نہیں ہیں؟

حضرت لاہوری نے فرمایا "آپ بجا فرماتے ہیں۔ یہ انہی کے اثرات ہیں۔

جب کبھی حضرت قاری عبد المالک صاحب حضرت لاہوری سے ملنے آتے تو حضرت لاہوری ہمیشہ دو زانو بیٹھتے اور حافظ قرآن کے سامنے دو زانو بیٹھا کرتے تھے، حضرت قاری صاحب عرض کرتے کہ آپ ایسے نہ بیٹھیں۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ فکر نہ کریں، میں قرآن مجید کا ادب کرتا ہوں اور آپ کی ۴۵ سالہ خدمات ہیں، ان کی وجہ سے بھی عزت کرتا ہوں

قاری سراج احمد بانی دار العلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور اور قاری عبد المالک دونوں ساتھ تھے۔ یہ حضرت لاہوری کے وصال کے بعد کا واقعہ ہے کہ انہوں (قاری سراج احمد) نے مجھے (انور) آواز دی اور فرمایا کہ "میں نے حضرت تھانوی سے سن رکھا تھا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی مجلس میں جو بات دل میں آتی تھی۔ حضرت گنگوہی از خود اس بات یا دوسوسہ کا جواب دے دیتے تھے۔ یہی بات ہم نے حضرت لاہوری میں اپنی

Marfat.com

آنکھ سے دیکھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ یہ وسوسہ آیا کہ حضرت لاہوریؒ کی داڑھی لمبی ہے، اس کے بارے میں ان سے پوچھیں گے، حضرت قاری صاحب (عبدالمالکؒ) نے فرمایا کہ جب حضرت لاہوری کے ہاں جائیں گے تو یاد کرا دیجیے، پوچھ لیں گے۔ وہاں ہم دونوں نے حاضری دی، مگر جرأت نہ ہوئی کہ پوچھیں، حضرت لاہوریؒ اٹھے اور مشکوٰۃ شریف لا کر سامنے رکھ دی۔

"قصوا الشوارب واعفوا اللحیٰ" مونچھیں کاٹو اور داڑھی بڑھاؤ۔ والی حدیث پڑھی اور شاہ محمد اسحاق صاحبؒ کا حاشیہ پڑھا کہ مختار مذہب یہی ہے۔ "واعفوا اللحی" کہ داڑھی بڑھاؤ۔" ہم شرمندہ ہوں کہ ہمارے دل میں یہ بات کیوں آئی۔ اور ہم یہ گھڑوں پانی پڑا۔

مولانا احتشام الحق تھانوی نے حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے عرض کی کہ حضرت میں اپنے دارالعلوم ٹنڈو الہ یار کے لیے اِن اِن علماء کو اور حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کو لایا ہوں۔ حضرت رائے پوری نے فرمایا کہ آپ نے تو پاک و ہند کے ہر علم و فن کے لوگوں کی چھانٹ جمع کر دی۔

حضرت قاری صاحبؒ نے اپنی زندگی میں وصیت کی تھی کہ اگر میں حضرت لاہوریؒ کی زندگی میں انتقال کر جاؤں تو میری نماز جنازہ وہی پڑھائیں گے۔ حضرت قاری صاحبؒ کی یہ آخری تمنا بھی اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دی اور نماز جنازہ حضرت لاہوریؒ نے پڑھائی۔"

حضرت لاہوریؒ کو قرآن مجید اور اس کی قرأت سے عشق تھا۔ ۱۹۴۲ء میں حضرت اور والدہ صاحبہ حج کے لیے گئے، وہاں مکہ مکرمہ میں قاری رفعت مصری ایک مجلسِ قرأت میں ساری رات پڑھتے رہے اور حضرتؒ اور والدہ صاحبہ دونوں ساری رات سنتے رہے۔ اتنے خوش کبھی نہ دیکھے۔

مجھے (انور) کو فرمایا کہ قاری حسن الشاعر المدنی سے قرأت پڑھو اور کوئی ہدیہ

Marfat.com

بھی ضرور پیش کرنا۔ چنانچہ میں نے انہی سے تکمیل کر کے سند حاصل کی۔ حضرت قاری حسن المدنی نے مجھ سے ایک ملاقات میں پوچھا کہ کیا آپ کے والد کی قبر سے خوشبو آتی تھی۔ میں نے ہاں میں جواب دیا تو فرمایا کہ انہوں نے قرآن کی خدمت کی، رائحہ طیبہ کیوں نہیں نکلے گی۔ میں (حسن) نے حضرت امام بخاریؒ کے مزار پر حاضری دی تو بھی خوشبو آتی ہے۔ اب جسے روحانی زکام ہو اسے کیسے آسکتی ہے"

حکیم محمد عمران خان لکھتے ہیں:۔

مدرسہ فرقانیہ اس مدرسہ کے بانی مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ ہیں۔ اس مدرسہ کے قیام سے پہلے ٹونک میں تجوید قرآن کی تعلیم کا عام رواج نہ تھا۔ مولانا کو اس کمی کا احساس ہوا۔ چنانچہ ۱۹۲۵ء میں موصوف نے مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کے نام پر ٹونک میں یہ مدرسہ قائم کیا۔ مولانا مرحوم کا لگایا ہوا یہ پودا ماشاء اللہ اب تک سرسبز و شاداب ہے۔ قیام مدرسہ کے بعد یہ فن اس علاقہ میں بہت پھیلا اور اس مدت میں بے شمار قراء، حفاظ اور علماء اس مدرسہ سے فارغ ہو کر نکلے۔ استاذ القراء قاری عبد المالکؒ صاحب لکھنوی، قاری مصطفٰے صاحب مکی، قاری سابق صاحب اور قاری حبیب اللہ صاحب افغانی وغیرہ اساتذۂ فن نے اس مدرسہ میں تعلیمی خدمات انجام دیں۔" [1]

○

---

[1] حکیم محمد عمران خاں، ٹونک کے قدیم مدارس: معارف، اعظم گڑھ، اگست ۱۹۶۶ء ص ۱۵۵

Marfat.com

مولانا محمد سلیم لکھتے ہیں:۔

"یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہندوستان و پاکستان کے طول و عرض میں جہاں کہیں فن تجوید سلسلہ اور قراءات سبعہ کا چرچا دکھائی دیتا ہے یقیناً بالواسطہ یا بلاواسطہ وہ مدرسہ صولتیہ (مکہ مکرمہ) کا فیض ہے۔ مدرسہ صولتیہ کے تعلیم یافتہ طلبہ جنہوں نے ہندوستان (قدیم) میں تجوید و قراءت کی ترقی و تعلیم میں خاص حصہ لیا۔ ان میں خصوصیت کیساتھ قرار ذیل قابل ذکر ہیں۔

۱۔ مولوی قاری محمد سلیمان صاحب مرحوم علوی بھوپال (ڈائریکٹر محکمہ تعلیم بھوپال)
۲۔ قاری سید حسن صاحب دجانہ ضلع رہتک
۳۔ قاری عبدالرحمن صاحب مرحوم احیاء العلوم الہ آباد
۴۔ قاری عبدالخالق صاحب مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور
۵۔ قاری ابراہیم رشید خطیب مکہ مسجد حیدر آباد
۶۔ قاری عبدالوحید خان صاحب دارالعلوم دیوبند
۷۔ قاری عبدالمالک صاحب مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ
۸۔ قاری فیض عالم صاحب گولڑا، راولپنڈی
۹۔ قاری محمود یار صاحب بھوپالی (مہتمم و صدر مدرس مدرسہ عالیہ تجوید القرآن بھوپال)
۱۰۔ قاری مطیع اللہ صاحب ملتان
۱۱۔ قاری میراں شاہ مرحوم معلم تجوید دارالعلوم ندوہ لکھنؤ۔
۱۲۔ قاری مولانا ضیاء الدین صاحب مہتمم مدرسہ باقیات الصالحات مدراس
۱۳۔ قاری حمید الدین صاحب بانی مدرسہ تجوید سنبھل ضلع مرادآباد
۱۴۔ مولوی قاری سید مرتضیٰ حسینی صاحب بمبئی" ؎

مولوی محمد مسعود شمیم نے چند اور ناموں کا اضافہ کیا ہے:

Marfat.com

۱۵۔ حکیم الامت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ

۱۶ قاری محمد صدیق صاحب مرحوم دہلی

۱۷۔ قاری محمد میاں صاحب مرحوم لدھیانہ۔

۱۸ قاری خلیل الرحمن صاحب مرحوم ڈھاکہ

۱۹۔ حافظ قاری محمد صغیر مرحوم مکرلہ بنگال

۲۰ قاری محمد اکرم نعمانی کابل۔

۲۱۔ قاری فیض الحسن مرحوم دجانہ۔

۲۲۔ قاری بدر الاسلام مرحوم کیرانہ

۲۳۔ قاری عبد اللہ رشید مرحوم" ؎

ہند و پاک کے طول و عرض میں جہاں کہیں بھی قرآن کریم کی خدمت ترتیل و تجوید کیساتھ کی جارہی ہے وہاں کے اکثر اساتذہ کو حضرۃ قاری صاحب موصوف سے بالواسطہ یا بلا واسطہ شرفِ تلمذ حاصل ہے۔" ؎

؎ قاری سراج احمد: دار العلوم اسلامیہ کی سالانہ کارگزاری: سال ۱۹۵۵ء از ۱۳۷۵/۱۲/۱۳

Marfat.com

مولانا داؤد غزنوی قاری صاحب (عبدالماجد ذاکر) کو راستہ میں ملے اور فرمایا
کہ حضرت اپنی زندگی میں اتنے حسین نہ تھے اگرچہ ظاہری وجاہت بدرجہ اتم موجود تھی
لیکن وفات کے بعد آپ کے چہرہ پر جو حُسن تھا وہ قابلِ دید تھا۔

Marfat.com

قاری محمد عبد الماجد ذاکر

عربوں سے طبعاً بے انتہا محبت تھی۔ اسی لیے جو کچھ ان کے دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر بھی ہوتا ہے، کبھی عرب صاحب آجاتے تو بے انتہا مسرت

ایک عرصہ سے سعودی عرب کے پایۂ تخت ریاض میں مقیم ہیں، وہاں کی شہرت بھی حاصل ہے۔ ریاض کے مدارس تحفیظ القرآن الکریم کے سربراہ ہیں۔ آپ ہی کی کوشش و کاوش سے، آپ کے منتخب کردہ بہت سے پاکستانی قاری آج سعودی عرب کے مختلف حصوں میں پڑھا رہے ہیں اور یہ کام برابر آگے بڑھ رہا ہے۔ آپ کے دورۂ مغربی ممالک سے بھی وہاں کے اہلِ علم و فضل نے بہت استفادہ کیا ہے اور اب ان ملکوں میں بھی تجوید و قرأت کا شوق بڑھ رہا ہے۔ آپ کو اردو اور عربی زبان پر یکساں قدرت حاصل ہے۔ آپ جامع حوطہ ریاض کے خطیب ہیں۔ اور سعودی عرب میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ آپ بڑے متواضع خلیق ملنسار، اور قرآنی اخلاق کا پیکر ہیں۔ راقم الحروف کے بزرگ احباب میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور زیادہ دین پر چلنے اور کتاب زندہ کی خدمت کی توفیق بخشے اور اپنی مرضیات پر چلائے اور حسنِ خاتمہ کی دولت سے نوازے۔ آمین۔

آپ کی تلامذہ بھی بکثرت ہیں اور آگے ان سے سینکڑوں قرا فارغ ہو چکے ہیں۔ ان میں قاری عطاء اللہ، قاری عبد المالک نقشبندی اور قاری عبد الحلیم خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ شاہ فیصل مرحوم نے آپ کو [illegible]ء میں سعودی عرب کی شہریت عطا کی۔

[illegible]ء میں کولمبو (سری لنکا) کا سفر کیا۔ ماہ رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن پاک سنایا۔ [illegible]ء میں ملائشیا کا سفر کیا اور بین الاقوامی مقابلہ حسن قرأت میں پاکستان کی نمائندگی کی [illegible]ء میں دوبارہ ملائیشیا کا سفر پیش آیا اور انہی مقابلہ حسن قرات میں مملکت

Marfat.com

محسوس کرتے اور اس کا اظہار فرماتے۔ اور طرح طرح سے ان کی خاطر مدارات کرتے۔ قاری عبدالوہاب مکی صاحب جب لاہور آئے اور خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ان کی بیساختہ عربی طرز ادا میں تلاوتیں سن کر بہت محظوظ ہوتے اور ان کی بہت حوصلہ افزائی فرماتے، بسا اوقات ان کی تلاوتوں کی محفلیں آدھی آدھی رات تک جاری رہتیں۔ یا ولدی، یا بنی اپنی دختر شفیعہ بیگم کو تسلی دیتے ہوئے لکھا۔

سعودی عرب کی طرف سے بحیثیت حکم (جج) فرائض انجام دیئے اور اب انشاءاللہ جنوبی امریکہ .... ٹرینڈاد میں وہاں کے تقریباً ۱۵۰ آئمہ مساجد کو تربیت دینے شوال میں دو ماہ کے لئے براہ راست امریکہ عازم سفر ہو رہے ہیں۔

قاری ذاکر کی بیگم جو کہ دھلی کی مشہور شخصیت

غازی عبدالرشید (شہید) جنہوں نے آریہ سماجی لیڈر شردھانند کو جہنم واصل کیا تھا اور جن کو پھانسی کی سزا ہوئی تھی کے خانوادہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کے دادا حضرت مولینا محمد احمد صاحبؒ بھی ہندوؤں کے ہاتھوں خلافت کے دور میں شہید ہوئے تھے۔ آپ کی دادی عائشہ جو کہ اماجی کے لقب سے مشہور تھیں اور اپنے تقویٰ اور عبادات میں فائیت کا درجہ رکھتی تھیں۔ لاہور میں پیسہ اخبار کے علاقہ میں مرجع خلائق تھیں۔ ہر خاص و عام آپ کی خدمت میں دعا کروانے کے لئے حاضر ہوا کرتا تھا۔ مرحومہ مستجاب الدعوات ہستی تھیں۔ آپ کا چند سال بیشتر انتقال ہوا۔ اور میانی صاحب کے قبرستان میں آسودۂ خاک ہیں۔

قاری ذاکر کی بیگم نے بھی سعودی عرب میں سات سال تک عرب بچیوں کو دینیات (قرآن حدیث توحید فقہ) کی تعلیم دی اور آج بھی ریاض کے مدارس البنات میں کسی بھی مدرسہ کا تقرر آپ کی رائے پر موقوف ہے۔ تجوید و قرأت میں آپ کو بھی مہارت حاصل ہے۔ ۶۲ء میں منعقدہ مقابلہ حسن قرأت (برائے بنات) میں آپ پورے صوبہ میں اول آئی تھیں۔

Marfat.com

کبھی یہ

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

تنہائی گوارا نہیں قدرت کو کسی کی
دل جس کو دیا ہے اُسے غم ساتھ دیا ہے
وہی عظمتِ زندگی سے ہیں واقف
کہ طوفاں سے گزرا ہے جن کا سفینہ

وفات سے کچھ عرصہ پیشتر ملتان روڈ گھر سے مزنگ آتے ہوئے میانی صاحب کا قبرستان پڑتا تھا، وہاں سے گزرتے ہوئے اکثر قبروں کے سامنے رک جاتے اور فرماتے۔ " یہ لوگ کتنے آرام میں ہیں، غمہائے زندگی اور تفکرات زمانہ سے یکسو ہو کر آسودہ لحد ہیں۔ پھر پڑھتے۔

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

Marfat.com

۱۔ ٹونک میں آمد کا سبب

مولانا حیدر حسن خانصاحب شیخ الحدیث و ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ عرصہ سے قاری صاحب کو ٹونک لانے کے لیے کوشاں تھے بالآخر نواب ٹونک سے منظوری حاصل کر کے قاری صاحب کو ٹونک لے آئے۔

مولانا حیدر حسن خاں صاحب موصوف کی مساعی اور مولانا عین القضاۃ کے ایماء پر مدرسہ فرقانیہ ٹونک کا قیام عمل میں آیا۔ جو تجوید و قرآت اور حفظ قرآن کی تعلیم کے لیے مخصوص تھا قاری صاحب کی ٹونک آمد پر مدرسہ فرقانیہ ٹونک کا افتتاحی جلسہ نواب حافظ ابراہیم علی خان صاحب فرمانروائے ریاست ٹونک کی صدارت میں منعقد ہوا اس جلسہ میں مولانا حیدر حسن خاں صاحب، مفتی عبدالرحیم صاحب اور ناظم عدالت شرع شریف مفتی اعظم ٹونک و مفتیان عدالت وعلمائے شہر اور حفاظ کے علاوہ باشندگان شہر کی ایک کثیر تعداد بھی شریک تھی۔ اس جلسہ میں قاری صاحب نے قرأۃ سبعہ میں ایک رکوع (واذا بتلیٰ ابراھیم ربہ الخ) تلاوت فرمایا تلاوت کے بعد نواب ٹونک نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

۲۔ ٹونک سے واپسی

ربیع الاوّل کے سالانہ جلسہ میں قاری صاحب کو قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی الہ آبادی اور مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ نے مدعو کیا چنانچہ آپ تشریف لے گئے وہاں آپ نے علی گڑھ یونیورسٹی جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ چنانچہ قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی الہ آبادی اور حافظ احمد صاحب مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ نے باصرار لکھنؤ میں رہنے پر مجبور کیا۔ قاری عبدالرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ میں اب ضعیف ہو چکا ہوں لہذا مدرسہ کا کام اب تم سنبھالو آخر

Marfat.com

مجبور ہو کر آپ نے علی گڑھ یونیورسٹی جانے کا ارادہ منسوخ کر دیا اور ٹونک واپس آ کر اپنے اہل وعیال کو لکھنؤ لے گئے سامان کے لیے مجھ سے فرمایا کہ تم لکھنؤ پہنچا دینا چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی۔

جب آپ ربیع الاول کے سالانہ جلسہ میں تشریف لے گئے تو مولانا عین القضاۃ رح کا انتقال ہو چکا تھا۔

حضرت قاری صاحب کا

قاری محمد حسن امروہی، قاری سراج احمد اور قاری آل احمد صاحب سے بہت بے تکلفی کا تعلق تھا۔

نظام التجوید۔ بھی ایک رسالہ آپ کا ہے۔ غیر مطبوعہ اس کی نقل قاری عبدالمالک رح صاحب نقشبندی کے پاس بھی ہے۔

فرماتے تھے میرا قیام جبل ہندی مکہ پر تھا۔ دوسرے ساتھی کا جبل ابو قبیس پر تھا دونوں باری باری پڑھتے اور دونوں ایک دوسرے کی آواز سنتے، اس سے آواز کی قوت اور اٹھان کا اندازہ ہوتا ہے۔

نصف صدی تک یہ بلبلان خوش نوا۔ اسلامیان ہند و پاک کی قرآنی خدمات انجام دیتے رہے۔ بالآخر بڑے بھائی قاری عبدالخالق صاحب رحمتہ اللہ علیہ ۵۶ھ میں اور چھوٹے بھائی حضرت امام القراء قاری عبدالمالک صاحب ۵۹ھ کے آخر میں واصل بحق ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی خدمات کو شرف قبول بخشے۔ ان کے درجات بلند کرے اور ان کو اپنی رضا کا پروانہ عطا کرے آمین۔ آپ کی نماز جنازہ نولکھا کوٹ ... لاہور کے باہر میدان میں حضرت مولینا احمد علی صاحب۔ لاہور شیرانوالہ گیٹ والے مشہور مفسر قرآن نے پڑھائی۔ بلکہ حضرت نے خود کہلا بھیجا تھا کہ حضرت مرحوم کی نماز جنازہ میں پڑھاؤں گا۔ ہزارہا اسلامیان لاہور نے حضرت لاہوری کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی۔ کیا خوب منظر تھا کہ ایک عظیم مفسر قرآن، حامل معارف قرآن اور محب قرآن۔ ایک خادم قرآن۔ قاری قرآن اور ماہر قرآن کی

Marfat.com

نمازِ جنازہ پڑھا رہا تھا۔ بعد میں دوسری نمازِ جنازہ اس عاجز و ناکارہ نے مزنگ کے قبرستان والی مسجد میں پڑھائی، جس کے بعد حضرت کے جسدِ خاکی کو وہاں ہی نمبردار کے احاطہ میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ وہ عندلیب خوش نوا جس نے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک اسلامیان ہند و پاک کو صحیح قرآن پڑھنا سکھایا۔ جس نے سرزمین پنجاب میں تجوید قرآن کے پودے لگائے اور اپنے خونِ جگر سے ان کو سیراب و سرسبز و شاداب کیا اور جس کی شب و روز کی کوششوں سے پنجاب بھر میں صحیح قرآن پڑھنے کی فضا پیدا ہو گئی۔ بالآخر رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔

اولاد و احفاد

حضرت مرحوم کی تین شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی بالکل عنفوانِ شباب میں ہوئی۔ آپ کی یہ بیوی علی گڑھ سے تھیں۔ طبائع میں اختلاف کی وجہ سے چند ماہ کے بعد ہی علیحدگی ہو گئی۔ دوسری شادی کچھ عرصہ کے بعد سعد آباد میں کی جو علی گڑھ کے مضافات میں واقع ہے ان سے آپ کے دو صاحبزادے عبدالقادر صاحب اور عبدالغافر صاحب پیدا ہوئے جبکہ ان کے پہلے مرحوم شوہر سے دو صاحبزادیاں رفیعہ صاحبہ اور عائشہ صاحبہ اور ایک صاحبزادہ عبدالقیوم موجود تھے۔ ان سب کی تربیت حضرت قاری صاحب مرحوم نے کی۔ عبدالقادر صاحب سال گذشتہ اور رفیعہ صاحبہ دس سال ہوئے وفات پا چکے ہیں۔ رحمۃ اللہ۔ حضرت مرحوم کی تیسری شادی علی گڑھ میں جناب حمید اللہ صاحب مرحوم کی صاحبزادی نور جہاں مرحومہ سے ہوئی۔ ان سے آپ کی دو صاحبزادیاں رالبعہ بیگم اور شفیقہ مرحومہ اور نو صاحبزادے پیدا ہوئے ان صاحبزادوں میں محمد صابر اور محمد فاخر کم عمری میں ہی وفات پا گئے۔ سات صاحبزادے اور دونوں صاحبزادیاں بفضل خدا بقید حیات ہیں۔

جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱: قاری حافظ عبدالقادر صاحب مرحوم ان کی بیگم: ساجرہ خاتون

اولاد: عبدالمقتدر مرحوم، عبدالقدیر مرحوم

Marfat.com

مظہر احسن ۔ نسیم اختر ۔ اظہر احسن ۔ شاداب خاتون ۔ متانت خاتون

۲ : قاری حافظ حکیم عبدالنافر صاحب ۔ پہلی بیگم افروز جہاں اولاد : شاد بانو ۔ راشدہ خاتون

دوسری بیگم فاطمہ صاحبہ اولاد : عبدالغفار ۔ شبنیہ خاتون ۔ شاہدہ خاتون ۔ محمود صاحب ۔

۳ : تیسرے صاحبزادہ حضرت مرحوم : قاری محمد شاکر صاحب انور ندوی

اولاد : لبنیٰ بیگم ۔ مزنٰی بیگم ۔ محمد نادر حماد ۔ محمد فرخ ۔ محمد خرم

۴ : حضرت کے چوتھے صاحبزادہ : قاری حافظ محمد طاہر صاحب انکی زوجہ نجمہ صاحبہ

اولاد : فوزیہ صاحبہ ۔ یاسمین صاحبہ ۔ عظمیٰ صاحبہ ۔ ہما صاحبہ ۔ محمد انور ۔ محمد اطہر ۔ احمد صاحب

ایک صاحبزادی کم عمری میں وفات پا گئیں ۔

۵ : حضرتؒ کے پانچویں لڑکے محمد عبدالماجد ذاکر ۔ ان کی زوجہ سرتاج گوہر صاحبہ

اولاد : یاسمین صاحبہ ۔ نبیلہ صاحب ۔ حنا صاحبہ ۔ رضوانہ ۔ سلویٰ ۔ محمد محسن ۔

۶ : حضرتؒ کے چھٹے صاحبزادے محمد ناصر صاحب زوجہ زرینہ نور صاحبہ اور عالیہ صاحبہ

تہمینہ صاحبہ ۔ عائشہ صاحبہ ۔ محمد عمران ۔

۷ حضرت کے ساتویں صاحبزادے محمد عامر بدر ۔ زوجہ ذکیہ نصرت صاحبہ ۔ اولاد

اولاد : سمیرہ صاحبہ فاطمہ صاحبہ ۔ محمد سلیمان صاحب ۔ نبیل صاحب ۔

۸ حضرت کے آٹھویں صاحبزادہ منظور المنان صاحب اولاد : منصور احمد خان

۹ حضرت کے نویں صاحبزادہ : مرغوب انعام صاحب

حضرت کی پہلی صاحبزادی رابعہ بیگم ان کے شوہر ماسٹر انعام احمد صاحب : اولاد :

ارشاد احمد ۔ خالدہ صاحبہ ۔ صفیہ صاحبہ

حضرت کی دوسری صاحبزادی شفیعہ صاحبہ ان کے شوہر حافظ شفیق احمد : اولاد :

شکیل احمد ۔ راشد احمد ۔ واجد احمد ۔ ثریا صاحبہ ۔

Marfat.com

فى حديث شامل عن مدارس تحفيظ القرآن داخل المملكة وخارجها كبير المدرسين فى مدارس تحفيظ القرآن التابعة للجماعة الخيرية بالرياض

أعد المقالة
محمد لقمان السلفي

Marfat.com

وبعد الانتهاء من حفظ القرآن الكريم بدأ يدرس اللغة الفارسية في المدرسة المذكورة أنفا كعادة العلماء خاصة، والمسلمين في البلاد عامة لكونها ام اللغة الاردية التي هي لغة المسلمين في شبه القارة الهندية ولوجود كتب علمية كثيرة الفها مؤلفوها باللغة الفارسية ، الكتب التي لابد من الاطلاع عليها والرجوع اليها للذين يريدون التزود بثقافة البلاد العامة .

وفي حينه بدأ في دراسة مبادىء التوحيد وعلوم الدين الاخرى في الكتب المؤلفة باللغة الاردية وكانت الفترة هذه من اصعبها لمسلمي البلاد حيث أن البلاد كانت قد حصلت على الاستقلال من الاستعمار الانجليزي وانقسمت الى قسمين نتيجة لمطالبة المسلمين بدولة تخصهم وحدهم يستطيعون أن يعيشوا فيها كمسلمين يحكمون فيها القرآن . وقد سميت الدولة هذه بدولة الباكستان الاسلامية فطار المسلمون فرحا وابتهجوا ايما ابتهاج وبدأوا يهاجرون الى تلك المنطقة من مناطق نائية كانت قد بقيت تحت الهند فكانت عائلته من بين العائلات التي تركت بيوتها وممتلكاتها وهاجرت

في عام ١٩٥٠ م من مدينة لكناؤ المذكورة التي كانت مهبط رأسه الى المقاطعات التي صارت في الباكستان وقد تحملوا المشاق في الطريق وكابدوا أنواع الصعوبات حتى وصلوا الى منطقة السند واستقرت العائلة في مدينة حيدراباد عاصمة المنطقة المذكورة . وما ان استقر الامر وهدات الاحوال حتى التحق بدار العلوم الاسلامية في المدينة المذكورة . وبعد سنوات راى والده أسكنه الله في جنات النعيم ان ينتقل الى مدينة لاهور فكان أن انتقلوا اليها وطاب مكوثهم فيها لمدة عشر سنوات وقد مضت هذه السنوات المليئة بالتقلبات وقد قوى عوده وبلغ الرشد وهو ينتقل من مدرسة الى اخرى ومن شيخ الى اخر في مدن مختلفة ينهل من كل منهل ماصفا ويهجر ما كدر ويتزود بالعلوم الاسلامية ويتقوى في علوم التوحيد والقرآن والتفسير والحديث والفقه والمصطلحات واصول الفقه واخيرا انتهى به التجوال ووصل به شغفه لعلوم الشريعة الى المدرسة الاسلامية المعروفة في مدينة كراتشي التي كانت تروى غليل محبي العلم من منهل

Marfat.com

صاف عذب تحت رعاية العالم الجليل والداعية الاسلامي الكبير فضيلة الشيخ محمد يوسف البنوري حفظه اللهمتع الاسلام بوجوده الى امد طويل فأكمل فيها ما كان ناقصا واخذ فيها ما كان باقيا من العلوم المذكورة .

وقد اخذ القراءات السبع من والده الشيخ محمد عبد المالك رحمه الله الذي كان يعتبر امام الهند في القراءات السبع بل العشر في الديار الهندية . وهو يقرأ غالبا على رواية حفص واحيانا على القراءات السبع وقد أخذ الاجازة في رواية حفص عن الامام عاصم ابى النجود الكوفى رحمه الله وكذلك في القراءات السبع

وقد بدأ بتدريس علوم التجويد والقرآن في مدرسة تجويد القرآن بمدينة لاهور وذلك في عام ١٩٥٥ م ثم عين بعد استمراره في عمله المذكور لمدة ست سنوات كبير المدرسين بمدرسة دار الزميل المركزية بلاهور وبعد مضي سنتين في الدار المذكورة جاء الى مكة المكرمة للقيام بتدريس القرآن الكريم والتجويدوالقراءة وبعد سنة نقل الىمدينة بريدةبالقصيم لتعليم التجويد والقراءة لمدرسي مدارس تحفيظ القرآن الكريم وفي عام ٨٦ هـ نقل الى الرياض عندما فتحت مدارس تحفيظ القرآن الكريم التابعة للجماعة الخيرية تحت رعاية فضيلة الشيخ عبد الرحمن الفريان حفظهاللهليقوم بتدريس المدرسين التابعين للجماعة المذكورة . ومنذ ذلك الوقت وهو قائم بتعليم التجويد والقراءات وتحفيظ القرآن في اوقات مختلفة من النهار والليل

واليكم الاسئلة الموجهة الى فضيلته تتبعها الاجوبة على الترتيب

● ما مدى اهتمام المسلمين فى شبه القارة الهندية بالقرآن الكريم، وما هى الطرق التى يسلكونها لنشره وترغيب الاخرين فى تعاليمه ؟

● **المسلمون فى جميع انحاء العالم الاسلامي يحبون كلام الله العزيز حبا عظيما ويحترمونه احتراما لا مثيل له يحملون فى قلوبهم عواطف عميقة تجاه كلام ربهم • وهذا الحب الشديد هو الذى جعلهم ان اهتموا بهذا الدستورالخالد والكلام المعجز فى كل عصر من**

Marfat.com

العصور وتعلقوا به فى كل زمان • وقد كان هذا الاهتمام الزائد بالقران محيطا بكل كان يتعلق به من العلوم سواء كان فى حقل ضبط الحروف والكلمات التى نزل بها القران او فى حقل رسم خط المصحف الذى به رسم القرآن ، او فى حقل كيفية النطق والاداء والتلفظ بحروف القرآن والفاظه التى نطق بها وتلفظ القاصد الامين جبريل عليه السلام والرسول صلى الله عليه وسلم وصحابته رضوان الله عليهم اجمعين • وهذا من المزايا التى يفتخر به المسلمون ويرفعون رؤوسهم اعتزازا •

اما بالنسبة لمسلمى شبه القارة الهندية فلا اكون مبالغا اذا قلت انهم يتميزون عن المسلمين فى البلدان الاخرى بميزات شتى تجاه حفظ القرآن وتعليمه لاولادهم وذويهم •• فما ان يرزق فى تلك الديار احد من المسلمين بولد حتى يبدا يفكر فى السبل التى يسلكها ليزدان ولده بزينة القرآن الكريم وتعلمه فاذا بلغ الطفل اربعا من العمر بدا يبحث عن معلم مخلص ومرب حكيم يقوم بتعليم ولده وتربيته

وعندما ينتهى من القاعدة البغدادية يبدا فى قراة جزء عم ثم بقية اجزاء القرآن نظرا وغيبا • وبمناسبة الشروع المسماة بعقد والد الطفل حفلا بهيجا يدعو اليه اقاربه واحبابه ويهيئ لهم طعاما شهيا ويوزع على الحضور حلويات وفى اختتام الحفل يقرا الولد بسم الله الرحمن الرحيم • ثم يرفع جميع الحاضرين ايديهم الى الله ويدعون له بالسداد والتوفيق ويعبرون للوالد بشتى عبارات التهنئة والتبريك ثم يواصل الولد فى تعلم القرآن ويشجعه من قبل ذويه حسنا بالنقود واخذ الكلمات ، الى ان يحفظ القرآن كله بتوفيق

كما انه يقوم بتدريس بعض الاخوان في مكتبة ابن تيمية لمدة ساعتين من كل صباح •

الله ومنه فى مدة تتراوح بين سنتين وخمس سنين حسب اختلاف مستوى الاطفال فى

الحفظ والاستيعاب • وعند ذلك يقام مرة اخرى حفل عظيم يضم جميع افراد الاسرة والاخرين تعبيرا عن الفرح بهذه المنة العظيمة من الله عز وجل • ويبارك الناس والد الطفل الذى تحلى بحلى لا تثمن

بشيء في الدنيا . ولا غرو فان المثوبة العظمى والاكرام الفائق اللذين يحظى بهما هذا الوالد السعيد يوم القيامة ان شاء الله يجعلان الناس يغتبطون به على هذا الولد ويباركون له . فاذا رأى الوالد ابنه يصلي بالناس صلوة التراويح ويقرأ فيها القرآن غيبا طار فرحا وصار كله شكرا وحمدا لله سبحانه وتعالى على هذه النعمة عظيمة الشان . وهكذا نجد المسلمين في تلك الديار يهتمون بالقرآن الكريم اهتماما بالغا .

ونتيجة لشغف الناس بالقرآن وحبهم له واشتغالهم الاكفاء واولياء الامور هم الذين يتحملون كافة مصاريف هذه المراكز القرآنية ونفقاتها من الكتب والملابس والطعام والادوية وكل ما يحتاج اليه الطلبة .

ويحسن بهذه المناسبة ذكر مدار نشر القرآن الكريم - في مدينة كراتشي بالباكستان التي لها مدارس كثيرة منتشرة في كراتشي وسندموضواحيهما

وهناك مشروع خيري عظيم اخر لنشر القرآن وتحفيظه في بالمتراهوالي بمنطقة جوجرانواله .. يعرف بمشروع تعليم القرآن الذي اسسه فضيلة الشيخ محمد يوسف سيتي الباكستاني الرجل المؤمن الذي وفقه الله واثره لخدمة كلامه رجل الاعمال المعروف الملقب

الاكفاء واولياء الامور هم الذين يتحملون كافة مصاريف هذه المراكز القرآنية ونفقاتها من الكتب والملابس والطعام والادوية وكل ما يحتاج اليه الطلبة .

ويحسن بهذه المناسبة ذكر مدار نشر القرآن الكريم - في مدينة كراتشي بالباكستان التي لها مدارس كثيرة منتشرة في كراتشي وسندموضواحيهما

وهناك مشروع خيري عظيم اخر لنشر القرآن وتحفيظه في بالمتراهوالي بمنطقة جوجرانواله .. يعرف بمشروع تعليم القرآن الذي اسسه فضيلة الشيخ محمد يوسف سيتي الباكستاني الرجل المؤمن الذي وفقه الله واثره لخدمة كلامه رجل الاعمال المعروف الملقب
بملك الصوف والقطن وصاحب مصانع عديدة لانتاج السكر والورق المقوى والقماش . فقد من الله عليه مع هذه الثروة الهائلة بالهداية والتقوى والدعوة الى حفظ القرآن الكريم والقيام بهذا العمل

Marfat.com

الجليل • وقد اثمرت جهوده المتواصلة بان حفظ القرآن الكريم من ابناء المسلمين اكثر من ثلاثين الف طالب

ولم يقصر جهوده على الباكستان بل توجه قبل سنوات الى المملكة العربية السعودية وعرض فكرته على بعض الغيورين على دينهم والمتحمسين لشريعتهم فرحبوا به وبفكرته ووقفوا جنبا الى جنب لفتح مدارس تحفيظ القرآن الكريم في المساجد وساهموا في هذا المشروع الخيرى العظيم بنفسهم وبنفيسهم واول من لبى لهذه الدعوة وشد عضد الشيخ المذكور هو المرحوم محمد بن لادن وساعد المشروع بخمسة الاف ريال شهريا • كما ان الشيخ محمد يوسف نفسه ساهم بمقدار المبلغ المذكور • ثم تقدم اناس كثيرون وساند المشروع كل حسب قدرته • حتى انتشرت المدارس لتحفيظ القرآن الكريم في جميع المدن الرئيسية وضواحيها • وبدا التلاميذ يتهافتون عليها وينتهزون فرصة فراغهم بعد العصر لحفظ القرآن وتعلمه بعد ان كانوا في السابق يضيعون اوقاتهم فيما لا يفيدهم من اللعب في الشوارع واللهو في الاسواق • وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء •

● لقد انشغل في هذا العصر كثير من الناس عن قراءة القرآن وهذا اشارة خطر، حيث القرآن هو الذى يلين القلوب ويقوم اعوجاجها ويضفى عليها بفيض من الاثار الطيبة • فما هو السبيل الامثل لترغيبهم فيه •

● لا شك ان كلام الله هو الذى يلين القلوب ويقوم اعوجاجها ، وهو الذى يضمن للبشرية السعادة الابدية وما قاد سلفنا الصالح العالم باسره الى الخير والرشد وما سادوا الناس الا بفضل تمسكهم بحبل الله المتين وتطبيقهم اوامره ونواهيه • وهكذا يستطيع القرآن ان يفعل اليوم ما فعله بالامس • وها هو ينادى المسلمين ويرفع صيحاته العالية ان تعالوا وسودوا العالم بالتمسك بتعاليمى • وان المسلمين ما اصابهم الذلة والهوان والنكبة والخسران وما داهمتهم البلايا والفتن وما تشتت شملهم وتفرق جمعهم وذهبت ريحهم الا من اجل اعراضهم عن تعاليم القرآن •

Marfat.com

... يفرض علينا ان نجدد عهدنا بالقرآن وان

المسلمون في الباكستان والهند يهتمون بتحفيظ اولادهم القرآن الكريم اهتماما خاصا

نقوم بواجبنا تجاهه . فعلى الخطباء والمفكرين والوعاظ والمرشدين وعلى اهل القلم والادباء ان يبذلوا قصارى جهودهم لنشر تعاليم القرآن. وعلى اهل الخير والسعة ان يفتحوا مدارس جديدة ويدعموا القديمة منها ويرغبوا اولاد المسلمين فى حفظ القرآن وتعلمه بجوائز تشجيعية سخية ويحثوا الاباء على احضار اولادهم الى تلك المدارس . ومن المستحسن تنظيم مسابقات فى حفظ القرآن وتعلم علومه المختلفة ، فى المدارس بين الطلبة وفى الدوائر الرسمية بين الموظفين.

وكذلك ينبغى الاهتمام بصلاة التراويح فى رمضان ، كما انه لا بد من تكريم معلمى القرآن وتشجيعهم برواتب تعينهم على عيشة راضية كريمة

● كثير من اوليـاء الامور لا يهتمون بتعليم اولادهم القرآن الكريم .

الامر الذى يفضى الى ان الشباب قد يحصلون على شهادات وهم لا يجيدون قراءة القرآن ولا يجدون فى قلوبهم الرغبة اليه . فهل لكم رأى فى الموضوع ؟

● من سوء حظ المسلمين ان انعدم فيهم الوعي الاسلامي او كاد . الامر الذي نتج في عدم الاعتناء والاهتمام بالقرآن . . والقضية هي أما الاشتغال بالاهم والنافع أو غير الاهم التافه وغير النافع . فهناك اناس لايفرقون بين النافع والضار ، فهم يصرفون همهم الى الامور غيرالنافعة وهناك من لهم معرفة وتبصر بهذه الاشياء ولكن ضعف الوازع الايماني يتغلب على انفسهم لتحكم فيهم الاهواء . وهناك رجال آخرون ساروا على جادة الحق وهم يتمتعون بالضمير الحي القوي والايمان المحرك

Marfat.com